الاعلان بالتوبیخ

شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی

ڈاکٹر سید محمد یوسف

مرکزی اردو بورڈ

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

"تاریخ التّاریخ"

موسوم بہ

الاِعلان بالتَّوبِیخ

اعلان سرزنش

لِمَن ذَمَّ اَھلَ التَّورِیخ

بہ دشمنان اہل تاریخ

تالیف

شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی

ترجمہ

ڈاکٹر سید محمد یوسف

پروفیسر و صدر شعبۂ عربی ، جامعۂ کراچی

مرکزی اردو بورڈ

۳۶ جی ، گلبرگ ، لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

137779

بار اول

جون ، ۱۹۶۸ء

تعداد اشاعت ۱۱۰۰

قیمت ▬ روپے

8/-

CENTRAL URDU BOARD
قیمت 8/-
مرکزی اردو بورڈ

ناشر :

اشفاق احمد

ڈائرکٹر ، مرکزی اردو بورڈ

۳۶ جی ، گلبرگ ، لاہور

طابع

سید نظر علی شاہ

منتظم ، میزان پرنٹنگ پریس

۲۷ بی ، شاہ عالم مارکیٹ ، لاہور

Marfat.com

ترتیب

کچھ ترجمے کی بابت ، ۹
سخاوی ، ۱۳
مسلمان اور علم تاریخ ، ۱۵
تاریخ کی تعریف
از روئے لغت ، ۲۷
تاریخ کی تعریف
از روئے اصطلاح ، ۲۹
تاریخ کا موضوع ، ۳۰
تاریخ کا فائدہ ، ۳۰
تاریخ کی غایت ، ۱۰۹
تاریخ کا حکم دلائل تاریخ کے
حق میں ، ۱۱۵
تاریخ کو برا کہنے والوں کی
مذمت ، ۱۱۵
مورخ کے لیے شرائط ۱۴۰
تاریخ اور سنہ اسلامی کی ابتدا ، ۱۶۷
تاریخ میں تصانیف ، ۱۷۹
سیرۃ النبی ، ۱۸۶
قصص الانبیا ، ۱۹۹
صحابہ کی تاریخ ، ۱۹۹
تاریخ الخلفا ، ۲۰۳
بادشاہوں کی تاریخ ، ۲۰۹
وزیروں کی تاریخ ، ۲۱۰
کاتبوں کی تاریخ ، ۲۱۱
امیروں کی تاریخ ، ۲۱۲
فقہا کی تاریخ ، ۲۱۲
قاریوں کی تاریخ ، ۲۲۱
(حدیث کے) حافظوں
کی تاریخ ، ۲۲۱
محدثین کی تاریخ ، ۲۲۲
مورخین کی تاریخ ، ۲۲۲
نحویوں کی تاریخ ، ۲۲۳
ادیبوں کی تاریخ ، ۲۲۴
لغت کے ماہرین
کی تاریخ ، ۲۲۴
شاعروں کی تاریخ ، ۲۲۴
عابدوں اور صوفیوں کی
تاریخ ، ۲۲۷
قاضیوں کی تاریخ ، ۲۲۹
گانے والوں کی تاریخ ، ۲۳۱
شریفوں کی تاریخ ، ۲۳۱
سخیوں کی تاریخ ، ۲۳۲
ذہین لوگوں کی
تاریخ ، ۲۳۲
عقلمندوں کی تاریخ ، ۲۳۲
طبیبوں کی تاریخ ، ۲۳۲

Marfat.com

اشعریوں کی تاریخ ، ۲۳۲
بدعتیوں کی تاریخ ، ۲۳۳
شیعہ کی تاریخ ، ۲۳۴
بخیلوں کی تاریخ ، ۲۳۵
بہادروں کی تاریخ ، ۲۳۵
کانوں ، چندھوں ، اندھوں اور کبڑوں کی تاریخ ، ۲۳۶
راہبوں کی تاریخ ، ۲۳۶
قرآن سن کر جان دینے والوں کی تاریخ ، ۲۳۶
عاشقوں کی تاریخ ، ۲۳۶
سخاوی کی اپنی رائے میں تاریخ کی کتابوں کی اقسام ، ۲۳۶
باب الابواب ، ۲۷۲
شہروں میں علم حدیث ، ۳۰۴
فہرست مورخین بہ ترتیب حروف معجم ، ۳۳۳
کتب و فیات ، ۳۴۶

Marfat.com

رُموز

الخ	=	الی آخرہ ، تا آخر
ح	=	حاشیہ
رح	=	رحمہ اللہ
رض	=	رضی اللہ عنہ
س	=	سطر
سبق	=	سابق
ص	=	صفحہ
صلعم	=	صلی اللہ علیہ وسلم
علسم	=	علیہ السلام
علصس	=	علیہ الصلٰوۃ والسلام
ف	=	متوفّیٰ ، وفات
لحظ	=	لاحِظ ، ملاحظہ کیجیے
لحق	=	لاحق
ھ ق	=	انتہی قولہٗ ، اقتباس ختم

Marfat.com

Marfat.com

کچھ ترجمے کی بابت

عربی سے اردو میں ترجمہ آسان بھی ہے اور دشوار بھی: آسان اس اعتبار سے کہ اردو بحیثیت ایک علمی زبان کے تمام تر عربی اور فارسی کی مرہون ہے (خود فارسی بھی عربی ہی کے زیر سایہ علمی زبان بنی ہے)۔ اس کا نتیجہ ہے کہ حسب ضرورت عربی کا پیوند اردو کے تانے بانے میں پوری طرح گٹھ جاتا اور مکمل طور پر رفو ہو جاتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ عربی سے بالکل ہی اجنبیت نہ ہو۔ اگر یہ شرط مفقود ہو تو عربی سے اردو میں ترجمے کا کام دشوار ہو جاتا ہے، اس لیے کہ اردو کا دامن علمی اصطلاحوں، تعبیروں اور سانچوں سے خالی ہے، پھر اردو کی ساخت بھی ایسی نہیں کہ عربی سے بچتے ہوئے اس کمی کی تلافی ممکن ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں جب ابھی یہ الجھن پیدا نہیں ہوئی تھی نہ صرف عربی فارسی سے بلکہ یورپ کی زبانوں سے بھی اعلیٰ معیار کے تراجم سامنے آئے اور مقبول ہوئے۔ اس کے برخلاف آج بیسویں صدی کے وسط میں یہ حال ہے کہ اگر عربی سے بچا جائے تو کم از کم علمی تصانیف کا اردو ترجمہ ناقص رہ جاتا ہے اور اگر عربی سے مدد لی جائے تو 'پڑھے لکھوں' پر بار گزرتا ہے۔ الغرض، ثقافتی حالات کچھ ایسے بدلے ہیں کہ اب ترجمے کو قابل فہم بنانے کے لیے شعوری کوشش کرنا پڑتی ہے۔

'الاعلان بالتوبیخ' کا ترجمہ تو کچھ اور بھی دشوار تھا، اس لحاظ سے کہ گو اس کا موضوع تاریخ بلکہ 'تاریخ التاریخ' ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ تاریخ کے ڈانڈے ایک طرف علوم حدیث سے اور دوسری طرف ادب سے جا ملتے ہیں۔ یہ حقیقت جو اس دور میں اکثر و بیشتر ہماری

Marfat.com

نظر سے اوجھل رہتی ہے ، اس کتاب کے مطالعے سے پوری طرح سامنے آ جاتی ہے ۔ علوم حدیث کو (بالکل اسی طرح جس طرح علوم قرآن کو) علمی سطح پر عربی کے بغیر پڑھنے پڑھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لیے اصطلاحات اور تعبیریں یعنی بیان کے مخصوص طریقے عربی سے مستعار لینے کے سوا چارہ نہیں ۔ اگر پڑھنے والے عربی سے مناسبت نہ رکھتے ہوں تو مترجم کا کام یہ ہونا چاہیے کہ اصطلاحات اور تعبیروں کو بدلنے کی غیر مفید اور بسا اوقات ناکام کوشش کرنے کے بجائے پڑھنے والوں کو نئی اصطلاحات اور تعبیروں سے روشناس کرائے اور رفتہ رفتہ مانوس بنا دے ۔ اس سے یہ ہوگا کہ کتاب کے خاتمے پر نہ صرف پڑھنے والے کی معلومات میں اضافہ ہوگا بلکہ اس کی عام علمی استعداد بھی قوی تر ہو جائے گی ۔ ادب کے ساتھ تاریخ کے رشتے کو بھی ترجمے میں نباہنا چنداں آسان نہیں ۔ متن کی لکیر کا فقیر ہو کر مکھی پر مکھی مارنا ادبیت کے خلاف ہے اور ادبیت کے پیچھے پڑ کر ترجمے میں آزادی برتنا دیانت کے خلاف ہے ۔ کمال یہ ہے کہ متن کے ابعاد ثلٰثۃ کے اندر اصلی رنگ روپ کا عکس اتر آئے ۔ میں حد" کمال سے کتنی دور رہ گیا ہوں اس کا فیصلہ ناظرین کا حق ہے ۔

جب طباعت کا رواج نہ تھا تو کتابوں کے قلمی نسخے تیار کرنا اور انھیں بیچنا ایک نہایت ترقی یافتہ فن اور معزز پیشے کی حیثیت رکھتا تھا ، اسے ورّاقت کہتے تھے ۔ اس فن اور اس پیشے کی اپنی اصطلاحیں تھیں جن میں سے بہت سی اس کتاب میں ملیں گی مثلاً تسوید ، تبییض ، کرّاسۃ ، جزء وغیرہ ۔ ان کے علاوہ کچھ وہ اصطلاحات ہیں جو تعلیم و تعلم کے طریقوں سے متعلق ہیں جیسے تخریج ، سماع ، اجازہ وغیرہ ۔ کچھ متعارف الفاظ ایسے بھی ہیں جن سے ایک اردو خواں کو دھوکا ہوگا ۔ جیسے ترجمہ (= سوانح) ، حافظ (= حافظ حدیث) ، ذیل (= تکملہ) وغیرہ ۔ میں نے کوشش کی ہے کہ حلقۂ درس کا تشریحی انداز نہ پیدا ہونے پائے ، کتاب کی سالمیت اور تسلسل عبارت علی حالہٖ قائم رہے ، ساتھ ہی پڑھنے والا ان اصطلاحات سے واقف اور مانوس ہو جائے ۔

Marfat.com

عربی میں ' أعلام ' یعنی اشخاص کے اسماء و القاب کے اختصار کا ایک طریقہ رائج ہے ، وہ یہ کہ مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف پر ' ال ' لگا دیتے ہیں مثلاً جمال الدین کے بجائے ' الجمال ' ؛ بدر الدین کے بجائے ' البدر ' ؛ نیز ' محی الدین ' کے بجائے ' المحیوی ' ؛ ولی الدین کے بجائے ' الولوی ' ۔ میں نے ان اسما و القاب کو اختصار کے ساتھ ویسا کا ویسا رہنے دیا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طریقے کا عادی ہو جانا ایک اردو خواں کے لیے حدیث ، اسماء رجال اور تاریخ کی کتابوں کے مزید مطالعے میں مفید ہوگا ۔

رموز کی فہرست سے معلوم ہوگا کہ ان میں سے بعض میرے اپنے وضع کردہ ہیں ۔ ابھی اردو میں مختلف شکلیں رائج ہیں ۔ اہل نظر ' بقاء اصلح ' کی جنگ میں انہیں بھی شامل کر لیں ۔

'الاعلان بالتوبیخ' دو مرتبہ طبع ہوئی ہے ۔ پہلی مرتبہ مطبعۃ الترقی (ناشر : القدسی) دمشق سے سنہ ۱۳۴۹ھ (= ۱۹۳۰ - ۱م) میں ۔ اس کی بِنا دو قلمی نسخوں پر ہے : ایک کی کتابت سنہ ۱۱۱۵ھ میں ہوئی اور دوسرے کی سنہ ۹۰۰ھ میں ۔

مستشرق فرانز روزنتال (Franz Rosenthal) نے اس کا لیڈن کے مخطوطے (مطبوعہ فہرست میں نمبر ۷۴۶) سے مقابلہ کیا جو گیارھویں صدی ہجری کے آغاز کا لکھا ہؤا معلوم ہوتا ہے ۔ روزنتال کی تحقیق کے مطابق کتاب مطبعۃ العانی بغداد سے دوبارہ سنہ ۱۳۸۲ھ (۱۹۶۳م) میں شائع ہوئی لیکن دونوں اشاعتوں میں کوئی خاص فرق نہیں ۔ میں نے ترجمہ کرتے وقت پہلی اشاعت کو اپنے سامنے رکھا ہے اور اسی کے صفحات کا حوالہ دیا ہے ۔

روزنتال نے اپنی کتاب "A History of Muslim Historiography, Leiden, 1952." میں ' الاعلان بالتوبیخ ' کا انگریزی ترجمہ بھی کیا ہے ، جس سے مجھے کہیں کہیں اختلاف ہے ، البتہ انہوں نے انگریزی ترجمے کے ساتھ تعلیقات کا اضافہ کیا ہے ۔

Marfat.com

جو متن میں وارد ہونے والے اسماء ، مصنفین کی تاریخہائے پیدائش و وفات سے متعلق ہیں - عربی متن کی دوسری اشاعت میں ان تعلیقات کا عربی ترجمہ شامل ہے - یہ بڑی عرق ریزی کا کام ہے اور اب کسی کا اس سلسلہ میں مشقت اٹھانا تحصیل حاصل ہے - چنانچہ میں نے تاریخہائے پیدائش و وفات روزنتال ہی کی تعلیقات سے لے کر اردو ترجمے میں شامل کر دی ہیں - ان تعلیقات کی حد تک داد کے مستحق روزنتال ہیں -

آخر میں جناب پروفیسر محمد منوّر صاحب (گورنمنٹ کالج ، لاہور) کا شکریہ بھی واجب ہے کہ انھوں نے مرکزی اردو بورڈ کی جانب سے اس کتاب کے مسودے کو شروع سے آخر تک بغور پڑھا اور کہیں کہیں لفظی رد و بدل تجویز کیا -

سید محمد یوسف

Marfat.com

سخاوی

ربیع الاول سنہ ۸۳۱ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ رائج نظام کے مطابق تعلیم مکمل کی، فقہ، ادب، قرآن، حدیث اور تاریخ میں خاص مہارت پیدا کی۔ وہ اپنے شیخ ابن حجر کا ساتھ کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ ابن حجر نے ان کو اپنی بیشتر تصانیف پڑھائیں اور انھیں روایت کرنے اور دوسروں کو پڑھانے کا مجاز کیا۔

شیخ کی وفات کے بعد سخاوی حج کو گئے اور حجاز کے علما سے ملے، بالخصوص التقی بن فہد اور ابو السعادات بن ظہیرة سے بہت علمی استفادہ کیا، قاہرہ واپس آ کر تدریس و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد سنہ ۸۷۰ھ سے مکے و مدینے میں اقامت اختیار کی، جہاں وہ بہتوں کو اپنے علم سے فیضیاب کرتے رہے تا آنکہ مدینے میں سنہ ۹۰۲ھ میں وفات پائی۔

آپ کی تصانیف کثیر تعداد میں ہیں: 'الاعلان بالتوبیخ' کے علاوہ 'الضوء اللامع فی اخبار اہل القرن التاسع' بہت مشہور ہے۔

معجم المؤلفین ۱۰/۱۵۰

Marfat.com

Marfat.com

مسلمان اور علم تاریخ

'الاعلان بالتوبیخ' کا پس منظر

اسلامی دین اور معاشرے کی داخلی ضروریات نے جن علوم کو ایجاد کیا ان میں علم تاریخ بھی ہے۔ اسلام میں رسول اللہ کے قول و عمل اور صحابہ کے آثار کو جو مثالی حیثیت اور قانونی اہمیت حاصل ہے اس کی کسی دوسرے دین اور معاشرے میں نظیر نہیں ملتی۔ حال کے لیے ماضی کی اہمیت بلکہ تقدس کا، اور شریعت اور معاشرے کے تسلسل اور ارتقا کا جو نقش اول اول مسلمانوں کے دلوں پر بیٹھا اس نے انہیں فوری طور پر حوادث و واقعات، سیَر و سوانح اور اقوال و آثار کو محفوظ رکھنے کی ضرورت کا شعور دلایا۔ چنانچہ انھوں نے سوچا کہ ماضی کے علم کا ذریعہ 'خبر' ہے اور خبر کا وقار 'طریق روایت' سے متعین ہوتا ہے، اس طرح کہ ایک عینی شاہد واقعہ کی خبر دے اور وہ خبر جانے بوجھے ثقہ راویوں کے ذریعے ہم تک پہنچے۔ جو واقعہ خود اپنے سامنے کا نہ ہو اس کے بارے میں دوسرے انسانوں کے چشم دید بیان اور ان کے ضبط و عدالت پر بھروسا کرنے کے سوا اور کوئی قابل اعتماد طریقہ عقل کے نزدیک متصور نہیں۔ انسان ہمیشہ سے اپنے روزمرہ کے معاملات میں شہادت پر بھروسا کرتا آیا ہے، لیکن مسلمانوں کے سوا کسی دوسری قوم نے تاریخ کو اتنی اہمیت نہیں دی کہ اس کے سلسلے میں شہادت اور روایت کو محفوظ رکھا جائے اور اس کی چھان بین کی جائے۔

الغرض مسلمانوں نے اپنی مخصوص دینی ثقافت، قومی مزاج اور فطری عقل و ذہانت کے مجموعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اخبار مع

Marfat.com

اسناد جمع کرنا شروع کیں - ان خبروں کے قالب میں جزوی واقعات ہوتے ہیں ، ہر خبر مستقل ہوتی ہے ، طرز بیان کم و بیش ادبی ہوتا ہے ، بسا اوقات نظم و نثر ملی جلی ہوتی ہیں - البتہ اخبار کے مجموعے میں ربط و تسلسل مفقود ہوتا ہے اور اگر ہوتا ہے تو بس اتنا جتنا ایک قصیدے کے ابیات میں ہوتا ہے - ہر خبر کے ساتھ اس کی سند جداگانہ ہوتی ہے -

خبر مع سند کا یہ طریقہ بالاتفاق اسلامی عقلیت کی پیداوار ہے - اسلام سے پہلے نہ تو یہ طریقہ عربوں ہی میں رائج تھا اور نہ پڑوس کی متمدن قوموں میں - عربوں میں ' ایام ' (جنگوں) سے متعلق قبیلوں کی اپنی روایات ہوتی تھیں ، جو واقعات کو فخر و حماس کے رنگ میں پیش کرتی تھیں - سند کا کوئی اہتمام نہ تھا اور نہ کسی کو اتنی فرصت تھی کہ ان روایات کی صحت کو علمی طریقے پر جانچے ، ان کا مقصود تو صرف مسلسل جہد للبقا میں لہو گرمانا تھا - یمن کئی صدیوں تک تجارت ، تمدن اور حضارت کا مرکز رہا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ وہاں کسی تاریخی روایت کا پتا نہیں چلتا - ایران اور یونان میں ، جیسا کہ آگے آئے گا ، کتابت کے ذریعے تاریخ کو محفوظ کرنے کا رواج تھا لیکن سند کا کوئی اہتمام نہ تھا - دونوں قوموں کے یہاں تاریخ ٹھوس حقائق اور مستند واقعات سے عبارت نہ تھی بلکہ دیو مالا ، خرافات اور ہر قسم کی خیال آرائی اور گھڑنت پر مشتمل تھی -

خبر مع سند کے طریقے کو دین اور شریعت کی خاطر مسلمانوں نے سب سے پہلے حدیث کے لیے استعمال کیا ، چنانچہ اس کا بھی معیار وہی رکھا جو شریعت میں قابل اعتماد ہو - اس معیار کو بروئے کار لانے کے لیے کئی اور علوم وجود میں آئے ، جن میں تاریخ اور اسماء رجال خاص طور پر قابل ذکر ہیں - سند بے معنی ہے اگر رجال سے واقفیت نہ ہو اور رجال سے واقفیت غیر مکمل اور غیر مفید رہے گی تاوقتیکہ ان کے زمانے کے تمام حالات نظر میں نہ ہوں - اس نقطے کی پوری وضاحت ' الاعلان بالتوبیخ ' میں ملے گی ، لسانی علوم ، لغت و شعر و ادب ـــ کا بھی قرآن و

Marfat.com

حدیث سے ایسا ہی تعلق ہے ۔ تاریخ ، ادب ہی کی ایک شکل ہے اور ادب تاریخ کا مظہر بھی ہے اور مآخذ بھی ۔

حدیث اور تاریخ کے عضوی ارتباط پر نظر رکھتے ہوئے توقع اسی بات کی ہو سکتی تھی کہ تاریخ وہی قالب اختیار کرے جو حدیث کا قرار پا چکا تھا ۔ چنانچہ تاریخ بھی ' خبر مع سند ' کی شکل میں جمع ہونا شروع ہوئی ۔ جب اخبار کے انبار لگ گئے تو ان کی تصنیف یعنی ایک اصول پر ترتیب و تنظیم کا مسئلہ سامنے آیا ۔ مسلمانوں نے اس مسئلے کے جتنے بھی حل ممکن تھے اُن کی طرف توجہ کی اور جس حل کو جس حد تک مفید مطلب پایا اس کو اسی حد تک رواج دیا :-

راویوں کے سلسلے کو دیکھیے : اس کی کڑیاں ' طبقات ' کی شکل میں علیٰحدہ کی جا سکتی ہیں ، یہ عمودی تقسیم ہوئی ۔ اس کے ساتھ ہی ایک افقی تقسیم ' بلدان ' کے لحاظ سے بھی ہو سکتی ہے ۔ چنانچہ تاریخ کی وہ صنف جو ' طبقات ' کہلاتی ہے فن حدیث سے بہت ہی قریب ہے ۔ دوسرا طریقہ جو بآسانی ہر ایک کے خیال میں آتا ہے یہ ہے کہ اخبار کو ' سنین ' کی ترتیب سے مرتب کیا جائے ۔ تیسرا طریقہ جس کی طرف ذہن منتقل ہوتے دیر نہیں لگتی یہ ہے کہ ' دُوَل ' (واحد : دولۃ) یعنی حکمران خاندانوں کے عہد حکومت کے لحاظ سے اخبار کو مرتب کیا جائے ۔ مسلمانوں کے یہاں ابتدا ہی سے یہ سبھی طریقے ملتے ہیں ۔ ' طبقات ' کی کتابوں میں بسا اوقات عمودی اور افقی دونوں تقسیمیں یکجا ہیں ۔ ' سنین ' کا طریقہ زیادہ رائج ہوا اور ' دُوَل ' کا کمتر ۔ کہیں کہیں ' سنین ' اور ' دول ' دونوں کے لحاظ سے ملی جلی ترتیب بھی ملتی ہے ۔

طبقات کی بابت تو اتفاق ہے کہ یہ خالص اسلامی عقلیت کی پیداوار ہے ، لیکن باقی دو طریقوں کی بابت کہا جاتا ہے کہ چونکہ ' سنین ' کی ترتیب یونانیوں کے یہاں رائج تھی اس لیے مسلمانوں نے وہیں سے لی ہوگی ۔ اسی طرح ' دُول ' کی ترتیب ایرانیوں کے یہاں مستعمل تھی اس

Marfat.com

لیے وہیں سے آئی - یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے یونانی سے جو ترجمے کیے وہ حکمت، فلسفہ اور علوم (کیمیا، جغرافیہ وغیرہ) سے متعلق تھے - یونانی تاریخ اور ادب پر مسلمانوں نے سرسری نگاہ بھی نہیں ڈالی - پھر بھی 'سنین' کا طریقہ اخذ کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ کسی نے شام کے کسی راہب سے باتوں باتوں میں سن لیا ہوگا ! ! یہ صحیح ہے کہ ایرانیوں کے یہاں 'دُول' کی ترتیب رائج تھی جس کی خاص وجہ یہ تھی کہ ان کے یہاں سنہ شمار کرنے کا کوئی مستقل اور دائمی نظام نہ تھا - لیکن کیا یہ بات اس سے کہیں زیادہ نمایاں نہیں کہ عربوں کے قبائلی نظام میں نسب کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی - تاریخ کے ساتھ ہی ساتھ انساب کا ایک مکمل علم تھا اور ہاں ! یہ کہنے کو رہ گیا کہ بعض تاریخیں، مثلاً البلاذُری کی 'انساب الاشراف' نسب ہی کی ترتیب پر مرتب ہوئیں، پھر حکمران خاندانوں پر توجہ کا مرکوز ہونا کونسی ایسی انوکھی بات ہے کہ اس کا سرا ایران میں تلاش کیا جائے ؟ اسی طرح جب مسلمانوں نے ابتدا ہی میں سنہ شمار کرنے کا ایک مستحکم نظام یعنی سنہ ہجری اختیار کر لیا تو پھر سنین کی ترتیب کتنی دور رہ جاتی ہے کہ اس کے لیے بیرونی عقل کا سہارا درکار ہو ؟

مسلمانوں نے جب اخبار جمع کرنا شروع کیں تو ان کے لیے 'مَبْعَث' یعنی رسول اللہ کی بعثت ایک حد فاصل قرار پائی - آغاز اسلام سے مسلمانوں نے اپنی تاریخ اپنے امتیازی اصول اور مخصوص نہج پر منضبط اور مرتب کرنے کا اہتمام کیا - یہ امتیازی اصول اور مخصوص نہج جس تحقیق و تدقیق کے ضامن تھے وہ کسی اور قوم یا کسی اور دور کی تاریخ کے سلسلے میں ممکن نہ تھی - چنانچہ جب فتوحات کی وسعت اور علوم کی ترقی کی بدولت ما قبل اسلام اور غیر مسلم اقوام کی تاریخ سے دلچسپی پیدا ہوئی تو مسلمانوں کو بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑا - دینی محرکات یہاں بھی کار فرما ہوئے - قرآن شریف میں مبعث کی حد فاصل سے پیچھے کی طرف یعنی رسول اللہ سے لے کر آدم تک بیشتر انبیا اور بہت سی قدیم اقوام کا ذکر ہے، اس لیے 'مُبتَدَا' یعنی ابتدائے آفرینش

Marfat.com

سے مبعث تک کی تاریخ جمع کرنا ایک طرح سے قرآن کی خدمت میں داخل ہے ۔ لیکن قرآن میں تو صرف اشارے ہیں اور جو تفصیلات اخلاقی نتائج کے استنباط کے لیے غیر ضروری ہوں انھیں نظر انداز کیا گیا ہے ۔ مبتدا کی تاریخ کا مآخذ کیا ہو سکتا ہے ؟ کیا اس کی بابت بھی اُنھیں اصولوں کے مطابق چھان بین کی جا سکتی ہے جو مبعث اور بعد اسلام کی تاریخ کے لیے وضع کیے گئے ہیں ؟ بڑی پس و پیش کے باوصف اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ تحقیق کے امکان کی بابت سوال کا جواب نفی میں دیا جائے اور اس بارے میں یہودیوں اور عیسائیوں کے یہاں جو روایات توراۃ اور انجیل کے حوالے سے پائی جاتی تھیں انھیں جوں کا توں نقل کر لیا جائے ۔ یہی روایات ہیں جو ' اسرائیلیات ' کے نام سے نہ صرف ہماری تاریخوں میں بلکہ تفسیروں میں بھی بھری پڑی ہیں ۔ ان کے مرتبے کی بابت کبھی کوئی شک نہیں رہا یعنی ان پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا ، لیکن چونکہ لے دے کر بھلا برا یہی ایک مآخذ ہے لہٰذا اسے تمام تر ضائع بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ ' ایام العرب ' اور یمن کی تاریخ کے ساتھ بھی یہی رویہ اختیار کرنا پڑا ۔ بالخصوص یمن کی تاریخ تو بالکل افسانوی طرز کی ہے ۔ رہیں دوسری قومیں تو وہ خود اپنی بابت جو کچھ بتائیں اسے نقل کرنے کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے ، بس ایک ہوش مند کو اتنا یاد رکھنا چاہیے کہ تاریخ کے ذیل میں جو کچھ کہیں سے نقل کیا جائے وہ سب تحقیق طلب ہے ۔ مسلمانوں نے اپنی تاریخ جن اصولوں پر مرتب کی وہ تحقیق کے کام کو آسان بناتے ہیں ۔ دوسری قومیں جو ان اصولوں سے ناآشنا رہیں ان کی تاریخ ہمیشہ کے لیے دھندلی ہی رہے گی ۔ اسلام سے پہلے خود عربوں کے یہاں تاریخ کا تصور بس ایک قصے اور داستان کا سا تھا ، جسے یا تو دشمن کے خلاف کارروائیوں میں دل بڑھانے کے لیے یا آپس میں بیٹھ کر دل بہلانے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا ، خود اسلام کے زمانے میں یمن کی افسانوی تاریخ سے یہی کام لیا گیا ۔ ایران کی تاریخ تو خاص طور پر اس مقصد کے لیے موزوں سمجھی گئی ۔ قرآن کے توڑ کے لیے رستم و اسفندیار کے قصے مجلسوں میں سنائے گئے اور جس طرح

Marfat.com

قرآن کو شعر کہا گیا اسی طرح ' اساطیر الاولین ' بھی کہا گیا۔ اسلام نے ان دونوں تہمتوں کا انکار کر کے زندگی کے حقائق اور تاریخ کے ' واقعات ' کو از روئے عقل سمجھنے اور سمجھ کر فرد اور معاشرے کی اخلاقی اصلاح کے لیے سرگرم عمل ہونے کی دعوت دی۔ حقیقت اور ' واقعہ ' کی چھان بین اور جستجو کا بیج اسلام ہی نے مسلمانوں کے ذہن میں بویا۔ اس کے آثار صرف تاریخ ہی میں نمایاں نہیں بلکہ دیگر علوم میں بھی جلوہ گر ہیں مثلاً مسلمانوں ہی نے علم نجوم کو اوہام و خرافات سے پاک کرکے جدید تجربی علم ہیئت و افلاک کی بنا ڈالی۔

خبر کا طریقہ، جس کا اوپر ذکر ہوا، خالصتاً معروضی ہے۔ راوی کا فرض یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ واقعہ بیان کر دے۔ مؤرخ کا یہ کام ہے کہ وہ اخبار کو جمع کر دے۔ نہ تو راوی کو یہ حق پہونچتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی رائے اور داخلی تاثرات کو خبر میں شامل کرے اور نہ ہی مؤرخ اخبار جمع کرتے وقت ایسا کرتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ اگر ایک واقعے سے متعلق دو متضاد یا مختلف خبریں ہوں تو مورخ ان دونوں کو نقل کرکے ایک کو قوی اور دوسری کو ضعیف بتا دیتا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ جب ایک عہد کے متعلق اخبار جمع ہو جائیں تو بعد میں آنے والے مورخ ان میں کوئی اضافہ یا ترمیم نہیں کر سکتے۔ بہت کیا تو یہ کہ پیشرو مورخین کے جمع کردہ اخبار میں سے اسناد حذف کرکے واقعات کے بیان میں کچھ اختصار اور ربط و تسلسل پیدا کر دیا۔ ہاں! اخبار کا سلسلہ جہاں پیشرو مورخین ختم کرتے ہیں بعد میں آنے والے وہاں سے شروع کرکے ' ذیل ' لکھتے ہیں یعنی بعد کے دور کے اخبار اسی نہج پر جمع کر دیتے ہیں اور اس طرح یہ ذیول کا سلسلہ برابر آگے بڑھتا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ تاریخ میں خبر ہی خبر کا دور دورہ رہا، یہاں تک کہ یہ سمجھ لیا گیا کہ اس میں ' بحث و نظر ' کا کوئی کام نہیں۔ اسی لیے اس کو ادب اور ثقافت عامہ کا ایک ایسا جز قرار دے دیا گیا جس کو باقاعدہ حلقۂ درس میں پڑھنے پڑھانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

Marfat.com

پڑھنے والے خود ہی اپنے طور پر پڑھ لیا کرتے تھے ۔ بیشتر مؤرخین اپنے بہترین اوقات کسی دوسرے علم میں بحث و نظر کے لیے مخصوص کرتے تھے ، جب دماغ سوزی سے تھک جاتے تو تفریح کے لیے تاریخ کا ہلکا پھلکا کام بھی کر ڈالتے تھے ۔

تاریخ کے لیے دماغ سوزی اور باقاعدہ تعلیم و تعلم کی ضرورت نہ ہونا اور بات ہے لیکن علم تاریخ کے ضروری ، مفید اور دلچسپ ہونے سے کسی کو انکار نہ تھا ۔ ایک تو دینی علوم ، بالخصوص حدیث اور اسماء رجال ، میں تاریخ کی مدد ناگزیر تھی ، دوسرے بادشاہوں ، حاکموں ، مدبروں کے لیے تاریخ کی سبق آموزی مسلم تھی ، ویسے بھی عام مجلسوں میں تاریخی معلومات سے ایک انسان کی تہذیب و شائستگی کو چار چاند لگ جاتے تھے ۔ چنانچہ بغیر اس کے کہ نصاب تعلیم میں اس کا کوئی خاص اہتمام ہو ، تاریخ کا علم ترقی کرتا گیا اور اس کا رواج بڑھتا گیا ۔

البتہ جب انحطاط کا دور آیا اور ہمتیں پست ہو گئیں تو تاریخ کا زائد از نصاب مطالعہ بے توجہی کا شکار ہو گیا ، نوبت یہاں تک پہنچی کہ کچھ لوگوں نے اس کی تنقیص شروع کر دی ۔ اس صورت حال سے سخاوی کو تشویش ہوئی تو انھوں نے ' الاعلان بالتوبیخ ' تصنیف کی ۔ اس میں انھوں نے علمی طریقے پر تاریخ کے مختلف پہلوؤں سے بحث کی ہے ۔ متقدمین کی تحریروں کے اقتباسات سے علم تاریخ کے شرف اور مرتبے پر روشنی ڈالی ہے اور تاریخ میں مسلمانوں کے گوناگوں کارناموں کا جائزہ لیا ہے ۔

کتاب بیشتر اقتباسات پر مشتمل ہے ۔ اقتباسات میں سخاوی نے یہاں وہاں تصرف بھی کیا ہے ۔ گو آج سب اقتباسات کا اصل کتابوں سے مقابلہ کرنا آسان نہیں ، پھر بھی ان کی صحت میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ۔ جہاں جہاں سخاوی کو شک تھا اور جو مقامات ان کے نزدیک تحقیق طلب تھے ان سے انھوں نے خود ہی پوری دیانت کے ساتھ آگاہ کر دیا ہے ۔ یہی امر اس بات کی بھی علامت ہے کہ انھیں کتاب پر نظر ثانی

Marfat.com

کرنے کا موقع نہیں ملا - ایک دو جگہ لمبے لمبے اقتباسات مکرر ملتے ہیں جن کی حیثیت مصنف کی یادداشتوں کی سی معلوم ہوتی ہے - سخاوی اور ان کے استاد ابن حجر دونوں کی جولانی کا اصل میدان علوم حدیث ہیں - ' الاعلان بالتوبیخ ' میں بھی یہی رنگ غالب نظر آتا ہے - البتہ یہ رنگ اس حقیقت سے پوری طرح میل کھاتا ہے کہ علم تاریخ کا ، علوم حدیث سے گہرا اور قریبی تعلق ہے - اسی حقیقت کو اجاگر کرنے میں سخاوی نے اپنا پورا زور لگا دیا ہے -

الغرض مسلمانوں نے بڑی ہی ٹھوس بنیادوں پر علم تاریخ کی شاندار عمارت قائم کی - یہ بنیادیں وہ ہیں جو عقل کے نزدیک پوری طرح قابل اعتماد ہیں اور دیانت و امانت کے اعلیٰ سے اعلیٰ معیار پر پوری اترتی ہیں - جو جذبہ اس عمارت کی تعمیر میں کار فرما تھا وہ دین کے تحفظ کا جذبہ تھا - اسی وجہ سے تاریخ کے سر پر تادیر علوم حدیث کا سایہ رہا - مسلمانوں کو حقیقت اور واقعہ سے ایسا شغف رہا کہ ان کا ادب بھی صدیوں تک قصہ و خرافات کے بجائے تاریخ سے وابستہ رہا ، اور جب بھی تاریخ میں قصہ و خرافات کا رنگ آیا تو اسے شدید نفرت سے مٹا دیا گیا - ' قُصّاص ' کے خلاف نہ صرف تادیبی بلکہ تعزیری کارروائیاں عمل میں آئیں - خبر اور اس کی روایت کے اعلیٰ معیار کو شدت کے ساتھ برقرار رکھتے ہوئے جہاں تک ترتیب و تصنیف کا تعلق ہے کوئی ممکن صورت ایسی نہیں جسے مسلمانوں نے نہایت سلیقے سے نہ آزمایا ہو - ' اعلان بالتوبیخ ' میں اس کی پوری پوری تفصیلات ملیں گی - ان کے مطالعے سے معلوم ہوگا کہ علم تاریخ کی عمارت کی بالائی منزلوں میں طرز تعمیر کا کیسا تنوع اور رنگا رنگی ہے - تاریخ کی مختلف اقسام کو یہاں دہرانا لاطائل ہے ، البتہ ایک چیز بطور خاص توجہ کے لائق ہے ، وہ یہ کہ ' الاعلان بالتوبیخ ' میں نہایت واضح علمی اصولوں کے مطابق مرتب کردہ فہارس کے نمونے مندرج ہیں جو حد درجہ مفید ہیں - یہ خیال غلط ہے کہ اس میدان میں جدید مغربی اقوام گوئے سبقت لے گئی ہیں -

137779

Marfat.com

ہاں یہ ضرور ہے کہ مسلمان علوم حدیث میں اس قدر مشغول رہے کہ انھیں تاریخ کی طرف توجہ کرنے کی فرصت ہی نہ ملی ، مطلب یہ کہ وہ تاریخ کے مواد—اخبار و روایات—پر تنقید و تبصرہ اس انداز سے نہ کر پائے جس انداز سے انھوں نے ایک ایک حدیث پر کیا ۔ مسلمانوں کی علمی برتری کے بالکل آخری دور میں ابن خلدون نے تاریخ کے مواد کی چھان بین کی ضرورت جتائی ، اور اس سے بھی بڑھ کر واقعات کے اسباب و علل ڈھونڈنے کی نئی راہ دکھائی ۔ لیکن ابن خلدون کے جلد ہی بعد تنزل و ادبار کا اندھیرا کچھ ایسا چھایا کہ نئی راہیں نکالنا تو درکنار پرانی ڈگر پر چلنا بھی دشوار ہو گیا ۔ معلوم نہیں آج ہم نشأۃ ثانیہ کے دور میں ہیں یا نہیں ، بہر حال وہ علمی فریضہ جس سے ابن خلدون نے آگاہی بخشی تھی ، بدستور امت اسلامیہ پر قرض ہے ۔ اس قرض کو امت اسلامیہ کا وہی طبقہ ادا کر سکے گا جو موجودہ دور میں مغرب کو اپنی روشنی سے دیکھے نہ کہ مغرب کی روشنی سے اپنے آپ کو ۔ امید ہے کہ 'الاعلان بالتوبیخ' کے ترجمے کا مطالعہ اردو خواں طبقے میں خود شناسی اور خود اعتمادی کا موجب ہوگا ۔

شعبۂ عربی
جامعۂ کراچی
۵ مئی ۱۹۶۷ع

سید محمد یوسف

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے استاد ۔ شیخ ، امام ، علاّمہ ، شیخ الاسلام ، علَم بردار سنّت سید البشر ، خاتمۂ حُفاظ محدّثین ، سرکوب بد عتیان و مفسدین ، ابوالخیر محمد شمس الدین بن شیخ ، مفسر ، قاری زین الدین عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی بکر بن عثمان سخاوی ، قاہری شافعی (اللہ ہمیں اور سب مسلمانوں کو ان کے علوم سے مستفید اور ان کی برکتوں سے فیض یاب کرے ۔ آمین) فرماتے ہیں :-

سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو رات اور دن کو گردش میں لاتا ہے ، جو بندوں کو گذشتہ زمانوں اور پارینہ ایام کی بہت سی باتوں سے آگاہی بخشتا ہے ، جو اس امت کو ایک ایک ماہ و سال کی مکمل اور مسلسل یادداشت کا شرف عطا کرتا ہے ، وہ جسے چاہتا ہے اُسے ایسے علوم عقلیہ و نقلیہ سے سرفراز کرتا ہے جو ہیرے موتی سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں ، نیز وہ دانش مندوں کو ' انسان ' اور ' زمان ' سے واقفیت کا مستند اور زینہ بزینہ اوپر چڑھتا ہوا راستہ ایسی پسندیدہ عبارت اور بہترین انداز سے بتاتا ہے کہ بوسیدہ ہڈیوں میں جان پڑ جاتی ہے ۔

درود اور سلام اُس بہترین مخلوق پر جس پر یہ آیت نازل ہوئی :

" وکلاّ نقص علیک من أنباء الرّسل ما نُثبّتُ به فؤادَک "[1]

(ہم تم کو رسولوں کے احوال سے متعلق وہ تمام باتیں سناتے ہیں جن سے ہم تمہارے دل کو مضبوط کر دیں گے) یعنی ایسا کر دیں گے کہ

۱ - قرآن ۱۱ / ۱۲۰ -

Marfat.com

دوست و دشمن دونوں کے لیے خلوص سے بھرپور ہو جائے گا ۔ اللہ ان پر رحمت بھیجے اور ان کے آل و اصحاب پر اور سب سادات اور غیر سادات پر جو ان کے پیرو ہیں ۔

آغاز کلام : اگرچہ فن تاریخ کی خدمت علما کے لیے بہت بڑی سعادت ہے ، بلکہ صحیح الرأی اصحاب کے نزدیک یہ ان ضروری علوم میں سے ہے جن پر ' احکام خمسہ '[۱] کا اطلاق ہوتا ہے ، اس کے باوجود میں نے اس کے فضائل کے بارے میں کوئی ایسی کتاب نہیں دیکھی جو پیاس بجھائے اور الجھن دور کر دے ، یہاں تک کہ بعض بد بخت جو باریکیاں تو درکنار موٹی موٹی باتوں میں پھنس کر رہ جاتے ہیں اس فن اور اس کے خدمت گزاروں کی مذمت پر اتر آئے ، اس لیے میں نے تہیہ کیا کہ ذی علم اصحاب اور کار آمد باتوں کے شائقین کو [ص : ٦] اس سلسلے کی لابدی اور اہم نگارشات کا ارمغان پیش کروں اور بتاؤں کہ اس فن میں (سلف کے بتائے ہوئے) کون کون سے فائدے ہیں ، ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی آشکارا کر دوں کہ یہ علم مانے ہوئے بنیادی علوم میں سے ہے ۔

ابتدا میں اس فن کی

۱ - تعریف درج کروں گا پہلے باعتبار لغت پھر باعتبار اصطلاح، بعد ازاں
۲ - اس کا موضوع ،
۳ - اس کے فوائد جن کو ثمرہ اور حاصل کہا جاتا ہے ،
۴ - اس کی غایت ،
۵ - اس کا حکم یعنی واجب ہے یا مستحب یا مباح ،
٦ - وہ دلیلیں جو اس کے حق میں کتاب و سنت اور دیگر مآخذوں سے واضح طریقے پر مستنبط ہیں ،
۷ - برائی ان پُر تقصیر لوگوں کی جو اس میں عیب نکالتے ہیں ،
۸ - اس کے خدمت گزاروں کے لیے مقررہ شرطیں کیا ہے ۔

---

۱ - واجب ، مستحب ، مباح ، مکروہ ، حرام ۔

Marfat.com

۹ - کس نے سب سے پہلے تاریخ کا حکم دیا اور وقت وساعت کی گردش کے لیے مہینے اور ہجرت سے اس کی ابتدا کی ، — اس کے بعد

۱۰ - اس فن کی وہ تالیفات جو میرے علم میں ہیں اور جن کے موضوع گوناگوں ہیں ، جیسے اشخاص ، ممالک ، اور دیگر مختلف اقسام ، — اور اس کے بعد

۱۱ - اس فن کے مصنفین اور ساتھ ہی ساتھ

۱۲ - 'جرح و تعدیل' کے ممتاز علما -

گو مضمون کا پورا احاطہ تو نہیں کیا جا سکا تاہم ہم نے کافی بحث و تمحیص سے کام لیا ہے ، الغرض یہ دس بلکہ اس سے کچھ زائد امور ہیں جن کے ذریعے تاریخ کو تاریکیوں میں ڈالنے کا سد باب کیا ہے - میں نے اس کتاب کا نام رکھا ہے ' الاعلان بالتوبیخ لمن ذم اھل التّوریخ ' (اعلان سرزنش اہل تاریخ کی مذمت کرنے والوں کے لیے) - اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں جاہلوں کے جہل سے محفوظ رکھے اور ماضی ، حال اور مستقبل میں اپنے لطف و کرم سے ہمارے سارے کاموں میں مغفرت شامل حال رکھے -

۱ - تاریخ کی تعریف (الف) از روئے لغت

لغت میں تاریخ کے معنی ہیں 'وقت کی نشان دہی ' " ارّخت الکتاب و ورختہ " بول کر مراد یہ ہوتی ہے کہ میں نے کتابت کا وقت درج کر دیا -

جوھری[1] کا کہنا ہے : تاریخ کے معنی ہیں وقت بتانا - تاریخ اور توریخ دونوں ایک ہیں - " ارّخت " بھی بولتے ہیں اور " ورّخت " بھی - کہا جاتا ہے یہ اِرْخ (ہمزہ پر زبر اور زیر دونوں جائز ہیں) سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں وحشی گائے کے چھوٹے مادہ بچے ، اس لیے

۱ - ابو نصر اسماعیل بن حماد الجوہری ، ف ۳۹۶ ء ، مصنف ' صحاح '

Marfat.com

کہ تاریخ بھی اسی طرح تازہ بہ تازہ ظہور پذیر ہوتی ہے جیسے کہ بچے - (ھ ق)

اصمعی[1] دونوں لفظوں میں فرق کرتے ہوئے کہتا ہے کہ بنو تمیم " ورّخت الکتاب توریخا " (واو کے ساتھ) بولتے ہیں اور قیس " ارّخته تاریخا " (ہمزہ کے ساتھ) -

اس طرح اس لفظ کے عربی ہونے کی تایید ہوتی ہے - ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ خالص عربی نہیں بلکہ معرّب ہے اور فارسی ' ماہ روز ' سے بنا ہے - ماہ یعنی چاند اور روز یعنی دن جس میں رات اور دن دونوں شامل ہیں -

ابو منصور الجوالیقی (۲) اپنی کتاب " المُعرّب من الکلام الاٴعجمی " میں لکھتے ہیں کہ ' تاریخ ' جو عام طور سے لوگ لکھتے ہیں ، خالص عربی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں نے اہل کتاب سے لیا ہے - مسلمانوں کی تاریخ ہجرت کے سنہ سے بتائی جاتی ہے - حضرت عمرؓ کی خلافت میں اس کے لکھنے کا آغاز ہوا ، اس کے بعد سے آج تک وہی تاریخ چلی آتی ہے (ھ ق) [ص : ۷]

ابوالفرَج قُدامة بن جعفر الکاتب[3] اپنی 'کتاب الخراج ' میں لکھتے ہیں کہ کسی چیز کی تاریخ سے مراد ہوتا ہے اس کا آخری سرا ، اسی لیے اس وقت سے تاریخ بتاتے ہیں جس میں مشہور واقعات رونما ہوئے -

صولی[4] کا بھی یہی کہنا ہے کہ کسی چیز کی تاریخ سے مراد ہے اس کی وہ انتہا اور وقت جہاں تک زمانے کا سرا پہنچتا ہے - اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ فلاں اپنی قوم کی تاریخ ہے - اس کے ایک معنی تو یہ

---

۱ - عبدالملک بن قریب الاصمعی ، ف ۲۱۵ یا ۲۱۶ یا ۲۱۷ھ -

۲ - موہوب بن احمد الجوالیقی ، ف ۵۳۹ھ -

۳ - ف ۳۱۰ھ -

۴ - محمد بن یحییٰ الصولی ، ف ۳۳۵ھ یا ۳۳۶ھ -

Marfat.com

ہوتے ہیں کہ قوم کی عزت اس پر ختم ہوتی ہے ، مطرزی[1] نے یہی معنی لیے ہیں اور اس بات کو ملحوظ رکھا ہے کہ تمام کارہائے نمایاں ــ کرم فخر وغیرہ ــ اسی کی طرف منسوب ہوتے ہیں ۔ دوسرے معنی یہ لیے جاتے ہیں کہ اس کو اخبار اور متعلقہ باتیں خوب یاد ہیں ۔ جو لوگ اس لقب سے یاد کیے جاتے ہیں اُن میں سے ایک ابو البرکات محمد بن سعد بن سعید البغدادی العسّال المقری[2] الحنبلی ہیں جنھوں نے سنہ ۵۰۹ھ میں وفات پائی ۔

تاریخ کی تعریف (ب) از روئے اصطلاح

اصطلاح میں اس کے معنی ہیں وقت بتا کر سارے احوال کو متعین کرنا مثلاً راویوں اور اماموں کی ولادت ، وفات ، صحت عقل و بدن ، رحلت و حج ، حفظ و یاد داشت ، سچائی پر اعتماد (توثیق) اور عدم اعتماد (تجریح) ــ الغرض اس قسم کی تمام وہ باتیں جو ابتدائی ، درمیانی اور مابعد کے زمانے میں ان کے حالات کی جستجو سے برآمد ہوتی ہیں ۔ اسی ذیل میں مختلف حوادث اور بڑے بڑے واقعات بھی آتے ہیں مثلاً کسی بلا کا پھٹ پڑنا ، کوئی نیا فرض عائد ہونا ، نئے خلیفے اور وزیر کا آنا ، کوئی غزوہ جنگ یا لڑائی ، کسی شہر کا فتح ہونا اور زبردست کے قبضے سے نکلنا ، حکومت کا ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ چلا جانا ــ بسا اوقات اس کو یہاں تک وسعت دی جاتی ہے کہ آفرینش خلق اور نبیوں کے قصے بھی آ جاتے ہیں ، اسی طرح گزشتہ امتوں کی باتیں ، قیامت کے حالات اور اُس سے قبل رونما ہونے والے واقعات ، نیز اس سے کم درجے کی باتیں جو مشہور ہوں ، عام مشاہدے میں آئیں ، اور جن سے سبھی لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں مثلاً مسجد ، مدرسہ ، پل اور سڑک کی تعمیر ، یا پھر وہ امور جن سے

---

۱ - ناصر بن عبدالسیّد المطرزی ، ف ۶۱۰ھ ، مصنف ' المُغرب ' (حیدر آباد ، ۱۳۲۸ھ)

۲ - مُقری = قاری

Marfat.com

اسباب ظاہر نہیں ہوتے ، خواہ وہ حادثات سماوی ہوں جیسے ٹڈی دل ، چاند گرہن ، سورج گرہن ، یا حادثات ارضی جیسے بھونچال ، آگ ، سیلاب طوفان ، قحط ، طاعون ، وبا اور دیگر بڑے حادثات و عجائبات ۔

الغرض یہ وہ فن ہے جس میں سارے زمانے کے واقعات سے بحث کرکے ان کی تحدید اور وقت کا تعین کیا جاتا ہے ۔ یوں کہنا چاہیے کہ اس میں ساری دنیا کے واقعات سے بحث ہوتی ہے ۔

۲ ۔ تاریخ کا موضوع

تاریخ کا موضوع ہے ' انسان ' اور ' زمان ' ۔ اس کے مسائل انہی دونوں کے احوال سے متعلق ہوتے ہیں اور اس کی تمام جزئیات ان حالات واقعی کے دائرے میں بیان ہوتی ہیں جو انسان کو دوران زمانہ میں پیش آتے ہیں ۔

۳ ۔ تاریخ کا فائدہ

[ف : ۱] تاریخ کا فائدہ یہ ہے کہ سب باتوں کا صحیح صحیح علم حاصل ہو جائے ۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دو خبریں جن میں تعارض ہو اور دونوں کو جمع کرنا ممکن نہ ہو تو ان میں سے کسی ایک کے منسوخ ہونے کے علم کا ایک ذریعہ تاریخ ہے ۔ اس کی (ا) ایک صورت تو یہ ہے کہ ایسا وقت بتایا جائے جو بعد کا ہو مثلاً '' میں نے اس کو مرنے سے [ص ۸] ایک سال قبل دیکھا تھا '' یا اسی سے ملتی جلتی کوئی اور بات ۔ (ب) دوسری صورت یہ کہ روایت کسی بعد کے صحابی کی ہو ، اس کی تصریح کبھی کبھی راوی خود ہی کر دیتا ہے مثلاً آخر آخر میں رسول اللہ (صلعم) نے ان چیزوں کے (کھانے کے) سبب وضو کرنا چھوڑ دیا تھا جو آگ پر تیار کی گئی ہوں '' ایسا ہی عائشہؓ کا قول ہے کہ '' رسول اللہ (صلعم) فتح مکہ سے قبل تو جب تک انزال نہ ہو غسل نہیں کرتے تھے لیکن بعد کو غسل کرنے لگے اور عائشہؓ کے علاوہ دوسروں کو بھی آپ نے اس کا حکم دیا '' ۔

Marfat.com

[ف ۲] تاریخ ہی کے ذریعے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو روایت بعض 'مختلطین' (گڈ مڈ کرنے والوں) کے حوالے سے پہنچی ہے وہ پرانی (یعنی خلل دماغ سے قبل کی) ہے یا برعکس۔

[ف ۳] اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ راوی جس شخص سے روایت کر رہا ہے اس سے کبھی ملا نہیں ہے بلکہ یا تو جھوٹ بول رہا ہے یا 'ارسال' (یعنی بیچ کے راوی کا نام حذف) کر رہا ہے۔ اسی سے یہ پتا لگتا ہے کہ سند میں کیا انقطاع ہے یا عضل یا تدلیس[۱] یا ارسال، خواہ وہ ظاہر ہو یا خفی۔ کیونکہ تاریخ سے مثال کے طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ راوی جس سے روایت کرتا ہے اُس کا ہم عصر نہیں یا ہم عصر تو ہے لیکن کبھی اس سے ملا نہیں، اس لیے کہ دونوں مختلف شہروں سے تعلق رکھتے تھے اور دونوں میں سے کوئی نہ تو دوسرے کے شہر گیا نہ حج یا دیگر مواقع پر اس سے ملا درآنحالیکہ اس نے وہ حدیث بطور 'اجازۃ' (تحریری اجازت) یا ایسے ہی کسی دوسرے طریقہ سے بھی حاصل نہیں کی۔

جب بعض حُفاظ حدیث کو یونس بن محمد المؤدب[۲] کے لیث[۳] سے روایت کرنے میں اشکال نظر آیا اور خیال یہ ہوا کہ ان دونوں کے مابین سلسلہ منقطع ہے اس لیے کہ وہ مختلف شہروں کے تھے، تو مِزّی[۴] نے کہا

---

۱ - از روئے اصطلاحات حدیث: انقطاع = ایک یا چند راوی جا بجا سے متروک ہوں؛ عضل = آخر سند سے صحابی کے نیچے دو یا دو سے زائد راوی مسلسل چھوڑ دیے گئے ہوں؛ تدلیس = ایسے الفاظ میں روایت کرنا جن سے لقاء و سماع کا شبہ ہو اور واقع میں ایسا نہ ہو؛ ارسال خفی = ایک ہم عصر دوسرے ہم عصر سے جس سے ملاقات نہ ہو ایسے الفاظ میں روایت کرے جس سے بظاہر بلا واسطہ روایت سمجھی جائے حالانکہ ان کے درمیان میں کوئی راوی متروک ہو۔

۲ - ف ۲۰۸ھ

۳ - اللیث بن سعد، ۱۷۵ھ

۴ - یوسف بن عبدالرحمٰن المِزّی، ف ۷۴۲ھ، مصنف "تہذیب الکمال"

Marfat.com

"ممکن ہے وہ حج کے موقع پر ملے ہوں" پھر کہا "بلکہ ممکن ہے بغداد میں (ملے ہوں) جب لیث ایک خاص کام سے وہاں گئے تھے"

یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ خطیب[۱] نے عبدالملک بن حبیب[۲] کو مالک[۳] سے روایت کرنے والوں میں درج کیا ہے حالانکہ انھوں نے تو مالک کے انتقال کے تقریباً تیس سال بعد سفر کیا ، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ ان کے مرنے کے بعد پیدا ہوئے ۔

اسی طرح ابن النجار[۴] نے محمد بن الجہم السوسی[۵] کے حالات زندگی کو محمد بن الجہم الشامی[۶] کے ساتھ گڈ مڈ کر دیا اور السوسی کی سند سے ایک قصہ بیان کیا جسے انھوں نے المہتدی باللہ بن الواثق سے سنا کہ اپنے والد (الواثق) کی خلافت کے زمانے میں وہ ان کے سامنے حاضر ہوئے ...." ہمارے شیخ (ابن حجر) کا کہنا ہے کہ یہ بہت بڑا سہو ہے اس لیے کہ دراصل شامی نے اس قصے کو سوسی کے انتقال کے تقریباً تیس سال بعد سنا اور مہتدی کے والد الواثق کی موت سوسی کی وفات کے تقریباً بیس سال بعد ہوئی ۔

ابن السمعانی[۷] کو اپنی کتاب الانساب ، باب القداحی ، میں یہ شبہ ہؤا کہ عبداللہ بن میمون القداح نے اسمٰعیل بن جعفر الصادق کی موت کے بعد ان کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا ۔ اس کو ابن الاثیر[۸] نے یوں رد

---

۱ ۔ ابو بکر احمد بن علی ، الخطیب البغدادی ، ۳۹۲ — ۴۶۳ھ ، مصنف ' تاریخ بغداد '

۲ ۔ ف ۲۳۸ یا ۲۳۹ھ ۔

۳ ۔ امام مالک بن انس ، ف ۱۷۹ھ ۔

۴ ۔ محمد بن محمود بن النجار ، ف ۶۴۳ ھ ، مصنف ' ذیل تاریخ بغداد ' ۔

۵ ۔ ان کی نسبت ' البرمکی ' زیادہ مشہور ہے ۔

۶ ۔ مشہور شاعر علی بن الجہم کے بھائی تھے ۔

۷ ۔ عبدالکریم بن محمد السمعانی ف ۵۶۲ ھ ۔

۸ ۔ غالباً ' کامل ' کے مصنف علی بن محمد ، ف ۶۳۰ھ مراد ہیں ۔

Marfat.com

کیا کہ اسمٰعیل اپنے والد جعفر الصادق کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے ، پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ قداح ان کا بیٹا ہونے کا دعوی کرے درآنحالیکہ ان کے والد موجود ہوں ۔

حافظ عبدالغنی[1] نے ' الکمال ' میں جو یہ لکھا ہے کہ جابر بن نوح الحمّانی سنہ ۲۰۳ میں فوت ہوئے ، تو مزّی نے اسے خطا پر محمول کرتے ہوئے کہا کہ ایسا نہیں بلکہ سنہ ۱۸۳ [ص ۹] ہے ۔ اس کے رد میں ہمارے شیخ کا کہنا ہے کہ مزی نے اپنی کتاب میں جو غلطیاں کی ہیں ان میں یہ سب سے زیادہ حیرت انگیز ہے ۔ وہ عبدالغنی کی تائید میں زہری کا اور احمد بن حنبل[2] کا جو حمّانی سے روایت کرنے والوں میں سے ایک ہیں ، یہ قول لاتے ہیں کہ حمانی نے سنہ (ایک سو) چھیاسی کے بعد ہی سفر کیا ہے ۔ اسی طرح حمانی سے روایت کرنے والوں میں احمد بن بُدیل القاضی[3] اور محمد بن طریف البجلی[4] ہیں اور ان دونوں نے سنہ (ایک سو) نوے کے بعد ہی حدیث سنی ۔ ان سب وجوہ سے ' الکمال ' کے مصنف کا قول قابل ترجیح قرار پاتا ہے ۔

کچھ لوگوں نے مُجمّع بن یعقوب بن مجمع بن یزید بن جاریہ الانصاری کی وفات سنہ ۱۶۰ میں بتائی ہے ۔ ذہبی[5] کو اس میں تامل ہے اس لیے کہ قُتیبہ[6] اُن سے روایت کرنے والوں میں ہیں اور قتیبہ کا سفر سنہ ۱۷۰ کے بعد ہی ہوا ، البتہ یہ امر تحقیق طلب ہے کہ قتیبہ نے اُن سے روایت کی ہے ۔

سفیان ثوری[7] فرماتے ہیں : جب راویوں نے جھوٹ سے کام لیا تو

۱ ۔ عبدالغنی بن عبدالواحد الجمّاعیلی المقدسی ، ف ۶۰۰ھ ۔
۲ ۔ امام احمد بن محمد بن حنبل ، ۱۶۴ — ۲۴۱ھ ۔
۳ ۔ ف ۲۵۸ھ ۔
۴ ۔ ف تقریباً ۲۴۰ھ ،
۵ ۔ محمد بن احمد الذہبی ۶۷۳ ۔ ۷۴۸ ۔
۶ ۔ قتیبہ بن سعید ، ف ۲۴۰ یا ۲۴۱ھ ۔
۷ ۔ سفیان بن سعید الثوری ، ف ۱۶۱ یا ۱۶۲ ھ ۔

Marfat.com

ہم نے ان کے مقابلے میں تاریخ کو لا کھڑا کیا۔

حسان بن زید[1] سے مروی ہے کہ "کذابین کے خلاف کوئی چیز اتنی کارگر نہیں جتنی تاریخ۔ ایک شیخ سے جب یہ پوچھا جائے کہ آپ کس سنہ میں پیدا ہوئے اور وہ اپنی پیدائش بتا دے، ساتھ ہی ہمیں اس (کے شیخ) کی وفات کا بھی، جس سے کہ وہ نسبت رکھتا ہے، علم ہو جائے تو پھر ہم اس کا جھوٹ سچ پہچان لیتے ہیں۔

حفص بن غیاث القاضی[2] سے مروی ہے کہ "جب تم کسی شیخ کی باتوں میں شک کرو تو دونوں عمروں سے اس کی جانچ پڑتال کر لو یعنی حساب لگا لو خود اس کی عمر کا اور جس سے کہ وہ نقل کرتا ہے اس کی عمر کا۔

اسمٰعیل بن عیاش[3] نے ایک شخص سے امتحاناً پوچھا: تم نے خالد بن معدان سے کس سنہ میں حدیث لکھی؟ اس نے جواب دیا: سنہ ۱۱۳ھ میں۔ اس پر انھوں نے کہا: اچھا تو آپ کا کہنا یہ ہے کہ آپ نے ان کے مرنے کے سات سال بعد ان سے حدیث سنی!۔

سُہیل بن ذکوان ابو السندی نے عائشہؓ سے روایت کی اور یہ بتایا کہ وہ عائشہؓ سے واسط میں ملے تھے۔ یہ ہوتا ہے انداز جھوٹ بولنے کا! اس لیے کہ عائشہؓ تو حجاج کے شہر واسط کی بنا ڈالنے سے بہت پہلے فوت ہو گئیں تھیں[4]۔

اسی قسم کا ابن المُنادی[5] کا قول ہے کہ اعمش[6] نے ابوبکرۃ الثقفی[7]

۱۔ یا حماد بن زید؟

۲۔ ف ۱۹۵ یا ۱۹۶ھ۔

۳۔ ف ۱۸۲ھ۔

۴۔ عائشہ کی وفات سن ۵۸ھ میں ہوئی اور حجاج بن یوسف نے سنہ ۸۳ اور ۸۶ کے درمیان واسط کی بنیاد ڈالی۔

۵۔ غالباً احمد بن جعفر، ف ۳۳۶ھ، مراد ہیں۔

۶۔ سلیمان بن مہران، ف ۱۴۷ یا ۱۴۸ھ۔

۷۔ نُفیع بن الحارث۔

Marfat.com

کی رکاب تھامی - ہمارے شیخ کا کہنا ہے کہ یہ فاش غلطی ہے اس لیے کہ اعمش کی پیدائش سنہ ٦١ یا ٥٩ھ کی ہے اور ابو بکرۃ کی وفات سنہ ٥١ یا ٥٢ میں ہوئی، پس کیونکر ممکن ہے کہ جو ان کی پیدائش سے تقریباً دس سال قبل مر چکا ہو اس کی رکاب تھامے - ہمارے شیخ نے مزید فرمایا: ایسا معلوم ہوتا ہے (واللہ اعلم) کہ انھوں نے ابن ابی بکرۃ کی رکاب تھامی - 'ابن' کا لفظ تو چھوٹ گیا اور باقی لکھا رہا - انھیں اس بات پر تعجب بھی تھا کہ مِزّی، جو اپنے حفظ اور ملکہ نقد کے لیے مشہور ہیں، کیسے اس سے بے خبر رہے -

مسلم کے مقدمے میں درج ہے کہ معلّیٰ بن عُرفان نے کہا: ابو وائل[1] نے مجھ سے خبر بیان کرتے ہوئے [ص ۱۰] کہا: "صِفّتین میں ابن مسعودؓ[2] ہمارے مقابلے میں آئے....." اس پر ابو نُعیم یعنی الفضل بن دُکَین[3] جو کہ معلّیٰ سے حکایت کرتے ہیں، کہتے ہیں: کیا آپ کا خیال ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوئے؟" یہ اس بنا پر کہ ابن مسعود خلافت عثمانؓ کے خاتمے سے تین سال قبل سنہ ۳۲ یا ۳۳ میں فوت ہوئے اور جنگ صفین اس کے دو سال بعد علیؓ کے دور خلافت میں ہوئی، پس یہ ممکن نہیں کہ ابن مسعودؓ صفین میں اُن کے مقابل آئے ہوں -

اسی قسم کی ایک بات یہ ہے کہ بعض حفاظ نے ابراہیم بن یعقوب الجُوز جانی کے مذہب 'جریری' کی نسبت محمد بن جریر الطبری[4] کی طرف بتائی ہے حالانکہ ابراہیم تو ابن جریر کے اساتذہ کے طبقے میں آتے ہیں جیسا کہ تاریخ وفات و پیدائش سے پتا چلتا ہے - دراصل اس کا املاء زای منقوطہ اور حاء مہملہ کے ساتھ ہے اور یہ 'حَریز بن عثمان[5]' کی

---

۱ - شقیق بن سَلِمۃ، ف ۸۲ھ -

۲ - عبداللہ بن مسعود -

۳ - ف ۲۱۹ھ -

۴ - مشہور مورخ، ۲۲۴ یا ۲۲۵ — ۳۱۰ھ -

۵ - ف ۱۶۲ یا ۱۶۳ یا ۱۶۸ھ -

Marfat.com

طرف نسبت ہے ۔

(ف ۴) علم تاریخ کے ذریعے اُن غلطیوں کا بھی پتا لگ جاتا ہے جو 'متفقین' (ہم نام اشخاص) کے سلسلے میں واقع ہوتی ہیں بایں طور کہ ایک کی بات دوسرے کے پلّے ڈال دی جائے جبکہ دونوں میں سے ایک کی پیدائش دوسرے کی وفات کے بعد ہو ، مثلاً أحمد بن نصر بن زیاد الهمذانی ، جنھوں نے سنہ ۳۱۷ھ میں وفات پائی ، اُن کی بابت یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ أحمد بن نصر الداؤدی ہیں جن کی وفات سنہ ۴۰۲ھ میں ہوئی ۔ اس قسم کی اور بہت سی مثالیں ہیں ۔

(ف ۵) بسا اوقات تاریخ کے ذریعے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ خطوط وغیرہ میں کیا جعل کیا گیا ہے ۔ وہ یوں کہ یہ پتا لگ جائے کہ جس حاکم کی طرف ثبوت یا گواہ یا اسی قسم کے دیگر امور منسوب کیے گئے ہیں وہ خط کی مندرجہ تاریخ سے پہلے ہی مر چکا تھا ۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ بعض یہودیوں نے ایک خط پیش کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ رسول اللہ (صلعم) کا خط ہے جس میں انھوں نے اہل خیبر کو جزیے کی معافی دی ہے ۔ اس پر صحابہؓ کی شہادت تھی اور یہودیوں کا کہنا تھا کہ (وہ خط) علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ۔ سنہ ۴۴۷ھ میں یہ خط القائم کے وزیر رئیس الرؤساء ابوالقاسم علی[۱] کے پاس پہونچا تو انھوں نے الحافظ الحجّۃ ابوبکر الخطیب کے سامنے رکھ دیا ۔ انھوں نے غور سے دیکھنے کے بعد کہا " یہ جعلی ہے " ۔ ان سے پوچھا گیا " آپ یہ کیسے کہتے ہیں " ؟ انھوں نے جواب دیا : " اس میں معاویہؓ کی شہادت ہے جو فتح مکہ[۲] کے دن اسلام لائے تھے درآنحالیکہ فتح خیبر کا سنہ ۷ ہے ، اس میں سعد بن مُعاذ کی بھی شہادت ہے حالانکہ وہ فتح خیبر سے دو سال قبل بنو قریظہ کی لڑائی میں فوت ہو گئے تھے " ۔ ان کی یہ بات وزیر کو بہت پسند آئی ، اس نے اسی کو مان لیا اور دستخط کر

---

۱ ۔ علی بن الحسن ، ف ۴۵۰ھ ۔

۲ ۔ فتح مکہ سنہ ۸ھ میں ہوئی ۔

Marfat.com

دیے اور جعل کھل جانے کی وجہ سے یہودیوں کو وہ کچھ نہ دیا جو اُس خط میں مذکور تھا ۔

الرافعی[1] (کی کتاب) میں ہے کہ ابن سُرَیج[2] سے خیبر کے یہودیوں کے اس دعویٰ کی بابت پوچھا گیا کہ آیا علیؓ نے ان کو جزیہ کی معافی لکھ کر دی تھی [ص ۱۱] تو انھوں نے کہا کہ کسی مسلمان سے یہ بات مروی نہیں ہے (۵ ق) ۔

جب خطیب نے مذکورہ بالا تحقیق کی تو رئیس الرؤسائے موصوف نے اس خط کے جعلی ہونے کی بابت ایک رسالہ لکھا اور ابوالطَّیِّب الطَّبَری[3] ، ابو نصر بن الصَّبَّاغ[4] ، محمد بن محمد البیضاوی[5] ، محمد بن علی الدامغانی[6] اور دیگر سب ائمہ نے اُس پر اپنی تصدیق ثبت کی ۔

المعافی بن زکریّا النَّهرَوانی[7] نے اپنی کتاب ' الجلیس ' کی ۶۴ ویں مجلس میں معمر بن شَبیب بن شیبة کے واسطے سے لکھا ہے کہ انھوں نے مامون کو یہ کہتے ہوئے سنا '' میں نے شافعی[8] کا ہر بات میں امتحان لیا اور با کمال پایا ، صرف ایک بات یہ رہ گئی ہے کہ میں ان کو اتنی نبیذ پلا کر دیکھوں جتنی ایک اچھے عقلمند انسان کو مغلوب کر دیتی ہے ۔ چنانچہ انھوں نے شافعی کو بلایا اور نبیذ پلائی لیکن شافعی کے

---

۱ - ہو سکتا ہے کہ ' تاریخ قزوین ' کے مصنف ، عبدالکریم بن محمد ف ۶۲۳ھ ، مراد ہوں ۔

۲ - مشہور ابن سریج = احمد بن عمر ، ف ۳۰۶ھ ، کے علاوہ کوئی اور شخص ہے ۔

۳ - طاہر بن عبداللہ ۳۴۸ - ۴۵۰ھ ۔

۴ - عبدالسید بن محمد ۴۰۰ - ۴۷۷ھ ۔

۵ - ۳۹۲ - ۴۶۸ھ ۔

۶ - ۳۹۸ - ۴۷۸ھ ۔

۷ - ف ۳۹۰ھ ۔

۸ - امام محمد بن ادریس الشافعی ، ۱۵۰ - ۲۰۴ھ ۔

Marfat.com

ہوش حواس ویسے کے ویسے رہے اور ان کے استدلال میں کوئی فرق نہ آیا ''۔ المعافی اس کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں '' اللہ ہی جانے یہ کہاں تک سچ ہے ''۔ ہمارے شیخ اپنی کتاب 'لسان' میں فرماتے ہیں : جس کو تاریخ سے ذرا بھی لگاؤ ہے اس پر یہ امر مخفی نہیں رہ سکتا کہ یہ سب جھوٹ ہے ، وجہ یہ ہے کہ شافعی دوسری صدی کے اختتام پر مصر پہنچے تھے ، مامون اُس وقت خراسان میں تھا ، بعد ازاں شافعی نے مصر میں اُسی سال انتقال کیا جس سال کہ مامون خراسان سے عراق آیا ، یہ سنہ ۲۰۴ھ تھا ۔ الغرض شافعی مامون سے اس کی خلافت کے زمانے میں ملے ہی نہیں ۔ پھر یہ بات کیسے مانی جا سکتی ہے کہ شافعی ایسے فعل کے مرتکب ہوں گے جبکہ ان کا قول یہ تھا کہ '' اگر ٹھنڈے پانی سے میرے اخلاق میں خرابی پیدا ہو تو میں گرم پانی کے سوا دوسرا پانی نہ پیوں ''۔

[ص : ٦] تاریخ ایک مستحق کی حق رسی کا بھی ذریعہ ہوتی ہے ۔ شیخ شمس الدین بن عمّار المالکی[1] کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا : جب انھوں نے مدرسہ مُستّامیتہ واقع محلہ سیُوریتین ، مصر ، میں مالکی فقہ کا درس دینا شروع کیا تو یہ جھگڑا اٹھا کہ وقف کرنے والے کی شرط کے مطابق مدرس کو چالیس سال کے لگ بھگ ہونا چاہیے ، چنانچہ انھوں نے ایک وثیقہ لکھا کہ ان کی عمر اس وقت ۴۰ سال تھی ۔

اسی طرح بدر بن القطّان[2] نے زین العابدین بن الشرّفی المُناوی سے خروبیتہ کی مدرسی چھین لی باوجودیکہ زین العابدین کے والد حیات تھے اور اشرف اینال[3] کے دور حکومت میں قضا کے عہدے سے سبکدوش ہوئے تھے ، بنا یہ تھی کہ وقف کرنے والے کی شرط کے مطابق مدرس کی

---

١ - محمد بن عمار ٧٦٨ - ٨٤٤ھ ۔

٢ - محمد بن محمد ٨١٣ - ٨٧٩ھ ۔

٣ - محمد بن یحییٰ بن محمد ٨٢٩ - ٨٧٣ھ ۔

٤ - عہد حکومت ٨٥٧ تا ٨٦٥ھ ۔

Marfat.com

عمر چالیس سال کے اوپر ہونی چاہیے اور زین العابدین اس وقت تک اس عمر کو نہیں پہنچے تھے۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو 'فوائد الحلبی' جزء اول میں ابو اسمٰعیل ترمذی[1] کے واسطے سے جو یہ منقول ہے کہ انھوں نے کہا: ''میں نے بُوَیطی[2] کو کہتے سنا کہ شافعیؒ سے پوچھا گیا ''آپ کی عمر کیا ہے یا آپ کی پیدائش کب کی ہے''؟ تو انھوں نے جواب دیا [ص: ۱۲] ''اپنی عمر بتانا کوئی شائستگی کی بات نہیں''۔ ابو اسمعیل ہی کے واسطے سے یہ بھی منقول ہے کہ انھوں نے کہا: ''میں نے عبدالعزیز الاُویسی[3] کو کہتے سنا کہ ایک شخص نے مالک سے پوچھا ''ابو عبداللہ! آپ کی عمر کیا ہو گی؟'' انھوں نے جواب دیا: ''تم اپنا کام کرو.....''۔ ان اقوال کو اس وضع پر محمول کرنا چاہیے کہ سوال فضول اور بے ضرورت ہو، بالخصوص اس صورت میں کہ کسی نے کم عمری میں فضیلت حاصل کر لی ہو، اس لیے کہ سن رسیدہ خشک مزاج لوگ عموماً صغر سنی کو موجب حقارت گردانتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب یحییٰ بن اکثم تقریباً بیس سال کی عمر میں قاضی کے عہدے پر مامور ہوئے اور کسی نے ان کی عمر پوچھی تو ان کا خیال اُسی طرف گیا، چنانچہ انھوں نے جواب میں کہا ''میرا سن زیادہ ہے عتّاب بن اَسید[4] کے سن سے جبکہ نبی (صلعم) نے ان کو مکہ کا والی بنایا تھا (واقدی کے قول کے مطابق عتاب کا سن اس وقت ۲۰ سال سے زیادہ تھا) اور مُعاذ بن جَبَل[5] کے سن سے جبکہ نبی (صلعم)

۱ - محمد بن اسمعیل، ف: ۲۸۰ھ۔

۲ - یوسف بن یحییٰ، ف: ۲۳۱ یا ۲۳۲ھ۔

۳ - عبدالعزیز بن عبداللہ، ف تقریباً ۲۲۰ھ۔

۴ - ف: ۱۳ھ۔

۵ - ف: ۱۸ھ۔

Marfat.com

نے ان کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا ، نیز کعب بن سُور[1] کے سین سے جبکہ حضرت عمرؓ نے اس کو بصرہ کا قاضی بنا کر بھیجا تھا ۔

ایسا ہی واقعہ ہمارے شیخ کمال بن الھُمام[2] کے ساتھ پیش آیا وہ یوں کہ اشرف برسبای نے اپنے مدرسہ کی صدر مدرسی کے لیے ان کو دعوت دی تو ان کی کم سنی کی بابت چہ میگوئیاں اس کے کانوں تک پہنچائی گئیں چنانچہ جب اس نے عہدے کی خلعت پہنانے کے لیے انہیں بلایا اور ان کی عمر دریافت کی تو انہوں نے جواب میں یہی یا اسی قسم کی بات کہی کہ میں عتاب اور فلاں فلاں سے بڑا ہوں اور اپنی عمر صاف صاف نہ بتائی ۔ البتہ ان مواقع سے قطع نظر دونوں نے اپنی اپنی پیدائش بتائی ہے ۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جب عباسؓ[3] سے پوچھا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا نبی (صلعم) ؟ تو انہوں نے کہا " عمر میری زیادہ ہے ، مگر بڑے وہ ہیں " اسی جوابؓ کو ہمارے شیخ زین رضوان[4] نے دہرایا جب اُن سے پوچھا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا شیخ الاسلام ابن حجرؒ ۔

(ف : ۷) تاریخ راوی کی یادداشت کی بھی ایک دلیل ہوتی ہے مثلاً وہ روایت میں کہتا ہے " یہ پہلی چیز ہے جو میں نے اس سے سنی " یا " فلاں آخری شخص ہے جو فلاں سے روایت کرتا ہے " یا " جمعرات کو میں نے اُسے ایسا کرتے ہوئے دیکھا " یا "میں نے اس سے حدیث سنی اس سے پیشتر کہ اس سے وہ حرکتیں صادر ہوں جو ہوئیں یا اس سے پیشتر کہ وہ بھول چوک کا شکار ہو " ۔ متن حدیث میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جیسے " پہلی چیز جو (نبوت کے سلسلے میں)

---

۱ - ف : ۳۶ھ -

۲ - کمال الدین محمد بن ھُمام الدین عبدالواحد ، تقریباً ۹۰ ۷ - ۸۶۱ھ -

۳ - العباس بن عبدالمطلب ، ف : ۳۲ھ -

۴ - زین الدین رضوان بن محمد ، ۷۶۹ - ۸۵۲ھ -

Marfat.com

رسول اللہ (صلعم) کو پیش آئی وہ سچا خواب ہے " یا " سب سے پہلی چیز جو منجملہ قرآن نازل ہوئی یہ ہے " یا " پہلی مسجد جو بلحاظ تعمیر مقدم ہے (رسول اللہ نے) فرمایا کہ وہ مسجد حرام ہے اُس کے بعد (مسجد) اقصیٰ ۔ ساتھ ہی آپ نے یہ بھی بیان فرما دیا کہ ان دونوں میں کتنی مدت کا فصل ہے " یا " پہلا بچہ جو اسلام کے دور میں یعنی مدینہ میں پیدا ہؤا وہ عبداللہ بن الزبیر ہیں " یا " آخر آخر جو بات رونما ہوئی وہ یہ تھی " اس کا حوالہ اوپر[1] گزر چکا ہے یا جیسے رسول اللہ کا فرمانا دو شنبہ کی بابت کہ " اُسی [ص : ۱۳] روز میری پیدائش ہوئی " ۔ (الخ حدیث) یا " ہم ایسا کیا کرتے تھے تا آنکہ حبشہ پہنچے " یا " خیبر کی لڑائی کے دن رسول اللہؐ نے اس بات سے منع کیا " ۔ اس سے ملتی جلتی اور بہت سی باتیں ہیں مثلاً یوں کہنا کہ " قبل اس کے کہ رسول اللہ پر وحی نازل ہو " ۔ اسی کے پیش نظر پرانے لوگوں اور ان کے بعد آنے والوں میں سے بہتوں نے " اوائل " (اوّلیات) کو جداگانہ لکھا ہے ، ابو زکریا بن مَندہ[2] نے " آخر الصّحابة مَوتاً " (سب سے آخر میں مرنے والا صحابی) کو موضوع بنایا ہے ۔ بعض متاخرین نے علی الاطلاق " اواخر " پر جداگانہ کتابیں تصنیف کی ہیں اور چونکہ متن احادیث میں اس قسم کی چیزیں بہت آتی ہیں اس لیے البُلْقِینی[3] نے انہیں تو لے کر ایک مستقل صنف بنا دیا ہے ۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ تاریخ کی دو قسمیں ۔ سندی اور متنی ۔ علٰحدہ علٰحدہ کر دیتے ان صورتوں میں جہاں ان دونوں کا اشتراک پایا جاتا ہے جیسا کہ انہوں نے مضطرب اور مقلوب[4]

---

۱ - لحظ ص ۸ ۔

۲ - یحییٰ بن عبدالوہاب ، ۴۳۴ - ۵۱۲ یا ۵۱۱ھ ۔

۳ - غالباً عبدالرحمن بن عمر ، ف ۸۲۴ھ ۔

۴ - " مضطرب " ۔ وہ حدیث جس کی سند میں کسی راوی کے بدلے میں کوئی دوسرا راوی ہو اور کوئی وجہ ترجیح نہ ہو ، یا ایک ہی راوی کبھی کچھ بیان کرے اور کبھی کچھ — " مقلوب " ۔ وہ حدیث جس کے راویوں کے نام میں تقدیم و تاخیر ہو گئی ہو ۔

Marfat.com

وغیرہ میں کیا ہے۔

منجملہ ان مواقع کے جہاں متن احادیث میں تاریخ کا ذکر ہے یہ ہیں:

" زمانہ گردش کر کے اسی ہیئت پر پہنچا ہے جس پر وہ اُس دن تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، (چنانچہ) سال بارہ مہینے کا ہوگا......"[1]

" جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ روزے شوال کے......"

" رمضان کے بعد سب سے زیادہ فضیلت محرم کے روزوں کی ہے اور تاسوعا اور عاشورا کے روزوں کی"۔ یہ بھی ہے کہ ابن عباس کے نزدیک تاسوعا دسویں (محرم) ہے۔

" مہینہ تیس اور انتیس کا ہوتا ہے"

" ایام بیض[2] کے روزوں کا حکم اور عید کے دن روزے کی ممانعت، نیز سنیچر کے دن روزے کی ممانعت بجز اس صورت کے کہ پہلے کا یا بعد کا ایک اور دن اس کے ساتھ ملا لیا جائے"

اس قسم کی بے شمار مثالیں ہیں، جیسے:

" حج (نام ہے) عرفة (میں وقوف) کا"

" اللہ نے پیدا کیا زمین کو سنیچر کے دن، پہاڑوں کو اتوار کے دن، درختوں کو پیر کے دن، اندھیرے کو منگل کے دن، روشنی کو بدھ کے دن، چوپایوں کو جمعرات کے دن، اور آدم کو جمعہ کے دن"۔

---

۱ - حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ کا ارشاد کہ "نسیئ" (مہینوں میں من مانی زیادتی اور الٹ پھیر) کی وجہ سے ماہ و سال کے فطری حساب میں جو فرق پڑا تھا وہ دور ہو گیا۔

۲ - " سفید راتوں کے دن"۔ ۱۳، ۱۴، ۱۵ جبکہ چاندنی اول سے آخر شب تک رہتی ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلعم کا اپنی زندگی کے آخری دنوں میں یہ فرمانا کہ " سو سال پورے ہونے پر ان لوگوں میں سے جو آج پائے جاتے ہیں ایک بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا "

یہ سب مثالیں تاریخ کی ضرورت کا پتا دیتی ہیں ، کم از کم اتنا تو ہے کہ ان سب مواقع میں تاریخ سے فائدہ ہوتا ہے - اسی لیے ابن عباس سے منقول ہے (جیسا کہ آگے آئے گا) کہ تاریخ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں کیا ہے ، چنانچہ فرماتا ہے : " یسألونک عن الاھلۃ ، قُلْ ھی مواقیت للناس و الحج[1] " (لوگ آپ سے نئے چاند کی بابت دریافت کرتے ہیں ، کہہ دیجیے کہ اس سے مقررہ اوقات کی شناخت ہوتی ہے ، لوگوں کے اپنے معاملات کے اور حج کے بارے میں) - قتادۃ[2] کا کہنا ہے کہ اللہ نے ہلال کو مسلمانوں کے روزے ، افطار ، حج ، اور ان کی عورتوں کی عدت کے اوقات کی علامت بنایا ہے -

انبیا کی خبروں کا فائدہ

بسا اوقات تاریخ میں جو نبیوں (صلوات اللہ علیہم) کی خبریں ہوتی ہیں اور ان کے طرز عمل (سنت) کا ذکر ہوتا ہے ، نیز وہ خبریں جو علما اور ان کے مذاہب ، حکما اور ان کے مقولوں ، زاہدوں ، سالکوں اور ان کے نصائح سے متعلق ہوتی ہیں - وہ سب کی سب بڑی کارآمد اور سود مند ہوتی ہیں اس لحاظ سے کہ ان کی بدولت انسان اپنی آخرت ، دین ، باطنی عقیدوں اور دینی معاملات میں اپنے طرز عمل کی اصلاح کرتا ہے اور اپنے معاملات اور دنیاوی زندگی کو سدھارتا ہے -

بادشاہوں کی خبروں کا فائدہ

[ص : ۱۴] اسی طرح تاریخ کی وہ خبریں جو بادشاہوں اور ان کی سیاست ، حکومتوں کی ابتدا اور ترقی کے اسباب ، نیز ان کے خاتمے کے

---

۱ - قرآن ۲/۱۸۹ -

۲ - قتادہ بن دعامۃ ، ف ۱۱۷ھ -

Marfat.com

وجوہ ، فوج کے قائدین اور وزیروں کی تدبیروں اور ایسے ہی بہت سے ان حالات سے متعلق ہوتی ہیں جو دنیا میں ہمیشہ بار بار رونما ہوتے رہتے ہیں سب کی سب بہت مفید اور کارآمد ہیں ۔ جو ان سے آگاہی حاصل کر لے وہ گویا ہمیشہ سے زندہ ہے ، ساری باتوں کا تجربہ رکھتا ہے اور تمام حالات کو خود آزما چکا ہے ۔ اس طرح انسان کی عقل بڑھتی ہے اور وہ ناسمجھی اور ناتجربہ کاری سے گزر کر آزمودہ کار بن جاتا ہے ۔ اسی کو ایک شاعر نے نظم میں بیان کیا ہے جیسا کہ آگے آئے گا[1] ۔

کسی سیّد[2] نے کیا خوب کہا ہے : " عقل کی دو قسمیں ہیں : مطبوع (فطری) اور مسموع (تعلیمی) اور اگر فطری عقل میسّر نہیں تو تعلیمی عقل بے فائدہ ہے " ۔

اچھے اخلاق والوں کی خبروں کا فائدہ

اسی طرح تاریخ میں ان لوگوں کا ذکر آتا ہے جو صاحب مروت و سخاوت ہوں ، وفاداری اور اچھے اخلاق کے مالک ہوں اور بہادری اور شہسواری کے لیے مشہور ہوں ۔ یہ چیز بھی بلند ہمت اور پاک طینت اصحاب کے لیے بڑی ہی مفید اور کارآمد ہے ۔ اس لیے کہ فطری طور پر ان خبروں کو سننے سے ان اصحاب کا دل خوش ہوتا ہے اور رغبت پیدا ہوتی ہے کہ وہ خبریں جن ہستیوں سے متعلق ہیں ان کی پیروی کریں اور انھیں جیسا بنیں تاکہ خود بھی تعریف اور ذکر خیر سے بہرہ ور ہوں اور ذکر خیر تو وہ چیز ہے کہ خلاصۂ انسانیت (محمد صلعم) نے اس کا شوق دلایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی حنیفوں[3] کے سردار ، ابراہیم خلیل (علیہ الصلوٰۃ و السلام) کی بابت فرمایا ہے کہ ان کی دعا یہ تھی : " واجعل لی لسان صدق فی الاخرین[4] " (اور ایسا کر دے کہ بعد میں

---

۱ - الحظ ص ۴۵ ۔

۲ - بعض دوسرے مصنفین اس قول کو حضرت علیؓ سے منسوب کرتے ہیں ۔ یہی قول ایک منظوم بیت کی شکل میں آگے آئے گا ۔

۳ - حنیف = موحّد ، ملّت ابراہیمی کا پیرو ۔

۴ - قرآن ۲۶/۸۴ — الحظ ص ۱۷ الحق ۔

Marfat.com

آنے والوں میں مجھے اچھائی کے ساتھ یاد کیا جائے) - نیز بہت سے رسولوں (علیہم الصلٰوۃ و السلام) کو یہ کہہ کر احسان جتایا ہے کہ " وترکنا علیہم فی الآخرین "[۱] (اور بعد کو آنے والوں میں ہم نے ان کا چرچا باقی رکھا) - یہی بات اپنی کائنات کی بہترین مخلوق [محمد] (علیہ افضل الصلاۃ و السلام) کو ان الفاظ میں جتائی " و رَفَعنالک ذِکرَک[۲] " (اور ہم نے تمھارے ساتھ یہ بھلائی کی کہ تمھارا نام بلند کر دیا) - " و اِنّہ لَذِکرٌ لک و لِقومِک "[۳] (اور بے شک اس سے تمھارا اور تمھاری قوم کا نام باقی رہے گا) -

چونکہ پاک طینت لوگوں کو تاریخ (میں شمولیت) کا بہت زیادہ شوق ہوتا ہے اسی لیے ابو علی الحسن بن احمد بن عبداللہ بن البنّاء القُرشی الحنبلی[۴] ، مصنّف " رسالۃ السکوت " وغیرہا کا قول ہے : " دل چاہتا ہے کہ خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں میرا تذکرہ کرتے خواہ کذّابین ہی کے ضمن میں کیوں نہ ہوتا " - ایسے ہی کسی کو یہ وہم ہوا کہ میں صرف مَرنے ہووں کا تذکرہ کرتا ہوں تو اس نے کہا : کاش میں سخاوی کی زندگی میں مر جاتا تاکہ وہ میرا تذکرہ کر دیتے ! "

علم تاریخ کے بعض وہ بڑے بڑے فائدے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور بہت سی وہ باریک باتیں جو ان کے علاوہ ہیں اور جن کو ہم نے چھوڑ دیا ہے ، ان سب کی طرف متعدد بڑے بڑے اماموں نے توجہ دلائی ہے ، اور ان کے توجہ دلانے کا خاص مقصد یہ ہے کہ عام لوگوں میں تاریخ کا چرچا ہو ، جو جاہل اس کے منکر ہوں ان کا منہ بند ہو جائے اور جو باہمت مرد میدان ہوں وہ اس سے فائدہ اٹھائیں -

---

۱ - قرآن ۳۷ / ۷۸ ، ۱۰۸ ، ۱۱۹ ، ۱۲۹ -
۲ - قرآن ۹۴ / ۴
۳ - قرآن ۴۳ / ۴۴ -
۴ - ۳۹۶ تا ۴۷۱ھ زندہ تھے -

Marfat.com

چنانچہ امام اعظم [ص : ۱۵] مجتہد مقدمؒ ، ہمارے امام شافعیؒ نے بیان فرمایا ہے : '' جو تاریخ حفظ کرے گا اس کی عقل ترقی کرے گی اور صلاحیت بڑھے گی '' ۔ اس (قول) کی روایت امام شمسی (شمس الدین) محمد بن الشہاب الباعونی[1] نے کی ہے ، جیسا کہ آگے آئے گا اور انہوں نے اس کو صحیح بھی قرار دیا ہے ۔

امام ابو جعفر بن جریر الطبری کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے : '' وجعلنا اللیل و النہار آیتین فمحونا آیۃ اللیل و جعلنا آیۃ النہار مبصرۃ لتبتغوا فضلاً من ربکم ولتعلموا عدد السنین و الحساب ، و کل شیٔ فصلناہ تفصیلا ''[2] (اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں قرار دیتے ہوئے رات کی نشانی کو تو تاریکی میں چھپا دیا اور دن کی نشانی کو اُجاگر کر دیا تاکہ تم اپنے پروردگار کی نعمتوں (کے حصول) کے لیے تگ و دو کر سکو اور سالوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو ، اور ہم نے تو ہر چیز کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے) اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ تاریخ کے ذریعے ان فرائض کے اوقات کا علم حاصل ہوتا ہے جو دن رات مہینے اور سال کے دوران میں عائد ہوتے ہیں جیسے نمازیں ، زکاتیں ، حج اور روزہ وغیرہ جو فرائض میں سے ہیں ۔ اس کے علاوہ قرض اور حقوق کی ادائی کے اوقات بھی معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : '' یسألونک عن الأھلۃ ، قل ھی مواقیت للناس و الحج ''[3] اور '' ھوالذی جعل الشمس ضیاءً و القمر نوراً و قدرہ منازل لتعلموا عدد السنین و الحساب ، ماخلق اللہ ذلک الا بالحق ، یفصل الایات لقوم یعقلون ، ان فی اختلاف اللیل و النہار وما خلق اللہ فی السمٰوات و الأرض لایات لقوم یتقون ''[4] (اللہ ہی ہے جس نے سورج کو چمکتا

---

۱ - محمد بن احمد الباعونی ، ف ۸۷۱ھ ۔
۲ - قرآن ۱۷ / ۱۲ ۔
۳ - لحظ ص ۱۳ سبق ۔
۴ - قرآن ۱۰ / ۵ ۔

Marfat.com

ہؤا اور چاند کو دمکتا ہؤا بنایا اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم سالوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو۔ اللہ نے یہ سب کچھ بغیر حکمت کے نہیں پیدا کیا ہے، اُس نے تو تمام نشانیاں کھول کر رکھ دی ہیں ان لوگوں کے لیے جو سوچتے سمجھتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ رات اور دن کے ادل بدل میں اور ان تمام چیزوں میں جو اللہ نے آسمانوں میں اور زمین میں پیدا کی ہیں، نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو خدا سے ڈرتے ہیں) - یہ سب اللہ سبحانہ کا انعام ہے اپنی مخلوق پر، اس طرح اُس نے فضل کرکے اپنی بڑائی جتائی ہے........" تاآخر قول طبری جو مشتمل ہے ان کے اپنے اخذ کردہ نتائج اور کام کی باتوں پر۔

اس سے بڑھ کر ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: اللہ نے اپنی کتاب میں تاریخ کا ذکر اس لیے کیا کہ مُعاذ بن جبلؓ نے پوچھا تھا "اے رسول اللہ! کیا بات ہے کہ ہلال ایک لکیر کی طرح باریک نمودار ہوتا ہے، پھر بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ بڑا ہو کر پورا گول ہو جاتا ہے، پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور باریک ہوتا جاتا ہے تاآنکہ پہلی حالت پر آ جاتا ہے" اس پر یہ آیت نازل ہوئی "یَسْئَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ"۔ 'اہلّہ' جمع ہے ہلال کی۔ "قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ" یعنی لوگوں کے دین، روزہ، افطار، عورتوں کی عدت، حمل کی مدّت، قرضوں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائی کے اوقات کے لیے اور اس کے علاوہ تمام شرطوں کے لیے جنھیں ایک مقرّرہ وقت میں پورا ہونا چاہیے۔ یہ خدا کی بڑی حکمت اور اس کی کھلی ہوئی نعمت ہے۔

آیت بالا کی تفسیر میں قتادہ فرماتے ہیں: اللہ نے ہلال کو مسلمانوں کے روزے، افطار، حج، عبادات، عورتوں کی عدّت وغیرہ کے لیے وقت کی علامت بنایا ہے[1]، اللہ کو بہتر علم ہے کہ مخلوق کے مناسب حال کیا ہے۔

[ص: ۱۰] مزید آن کہ صحیحین میں ابن عمرؓ کا یہ قول ثابت

---

۱ - لحظ ص ۱۳ سبق -

Marfat.com

ہے " رسول اللہ کے سامنے ہلال کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا : جب تک چاند دیکھ نہ لو روزہ نہ رکھو ، نیز جب تک چاند دیکھ نہ لو افطار نہ کرو ۔ اگر مطلع صاف نہ ہو تو شعبان کے پورے تیس دن شمار کرو اس کے بعد روزہ رکھو " ۔

جنندی[1] نے اپنی تاریخ کے مقدمے میں ایک محقق عالم کی اس روایت کو نقل کیا ہے کہ " اللہ تعالیٰ نے تورات میں منجملہ دیگر ابواب ایک باب ایسا بھی نازل کیا جو گزشتہ امتوں کے حالات اور ان کے زمانوں کی مدت پر مشتمل تھا " (اس پر مزید) جنندی کا کہنا ہے : " بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنی صاف سمجھ میں آنے والی کتاب (قرآن) میں گزشتہ امتوں کے بہت سے قصے بیان کیے ہیں جیسے قوم نوح اور ھُود یا مَدین اور ثمود (کے قصے) ، یا وہ حکایتیں جو موسیٰ و ہارون ، فرعون و قارون ، اصحاب الکہف و الرقیم یا نمرود و ابراہیم سے متعلق ہیں ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور وہ سچائی میں بے نظیر ہے : " وکلاً نقُصّ علیک من أنباء الرسُل ما نُثبّت بہ فؤادک و جاءک فی ھذہ الحق و موعظۃ و ذکرٰی للمومنین "[2] (ہم تم کو رسولوں کے احوال میں سے وہ تمام باتیں سُناتے ہیں جن سے تمہارے دل کو مضبوط کر دیں اور تم پاؤ گے ان میں سچائی اور نصیحت اور مومنین کے لیے سامان عبرت) ۔

ایک مفسر کی بابت کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے قول " و زادہ بسطۃً فی العلم و الجسم "[3] (اللہ نے اُس [طالوت] کو علم اور جسم کی برتر طاقت وافر دی) سے تاریخ کے حق میں نتیجہ نکالا ۔ یہ محل نظر ہے ۔

یہ سب باتیں بخوبی دلالت کرتی ہیں علم تاریخ کی بڑائی اور فضیلت

---

۱ ۔ محمد بن یوسف بن یعقوب الجنندی ۔ لحظ ص ۹ ۲ لحق ۔ دوسری جگہ ص ۳۴ ۱ لحق ۔ محمد بن یعقوب بن یوسف ۔ ف ۷۳۲ ھ ۔

۲ ۔ قرآن ۱۱/۱۲۰ ۔ لحظ ص ۵ سبق ۔

۳ ۔ قرآن ۲/۲۴۷ ۔

Marfat.com

پر نیز اہل تاریخ کے مرتبے کی بلندی اور شرافت پر ۔

ابو اسحٰق احمد بن محمد بن ابراہیم الثّعلبی[۱] نے یہ بتاتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ (صلعم) کو جو گزرے ہوئے نبیوں اور گزشتہ امتوں کے قصے سنائے ہیں ان میں کیا حکمت ہے ؛ بہت سی باتوں کا ذکر کیا ہے ، منجملہ ان کے :-

۱ - کچھ قصے آپ کی نبوت کے اظہار کی غرض سے ہیں ۔ ان کے بیان سے آپ کے رسول ہونے کی دلیل نکلتی ہے ، اس لیے کہ رسول اللہ (صلعم) امّی تھے ، کسی معلم و مودّب کے پاس آئے گئے نہیں ، اور نہ ہی آپ اپنے وطن سے اتنا عرصہ باہر رہے کہ کسی عالم کے ساتھ رہ کر ان قصوں کی بابت واقفیت حاصل کرتے ۔ چنانچہ جب یہ شہرت ہوئی کہ آپ کو ان قصوں کا علم ہے تو آپ کی قوم میں جو بھی سمجھدار آدمی تھے انہیں غور کرنے پر یقین ہو گیا کہ یہ سب علم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحی کے ذریعے حاصل ہوا ہے ۔ اسی بنا پر وہ ایمان لے آئے اور آپ کی سچائی کے قائل ہو گئے ۔ یہ علم ان معجزات میں سے ہے جو آپ کی نبوت کے حق ہونے پر دلالت کرتے ہیں ۔ یہ الگ بات ہے کہ محض حسد اور دشمنی کے باعث اسے تسلیم نہیں کیا جاتا اور انکار بھی کر دیا جاتا ہے ۔

۲ - بعض قصے اس لیے بیان کیے گئے ہیں کہ ان کے افراد میں جن باتوں کی اللہ نے تعریف کی ہے اُن کی پیروی کی جائے اور جو باتیں برخلاف ہوں اُن سے باز رہا جائے ۔

۳ - بعض قصے آپ کی دل جمعی کے لیے ہیں ۔ ان سے آپ کے اور آپ کی امّت کے شرف کا اظہار ہوتا ہے اور وہ یوں کہ آپ کو اور آپ کی امت کو بہت سی ان آزمائشوں سے معاف رکھا گیا جن سے اگلوں کو گزرنا پڑا تھا ۔ نیز اللہ نے آپ کی شریعت کو ہلکا کر دیا اور ایسے امتیاز بخشے کہ اسے اگلوں کے مقابلے میں امتیازی شان حاصل ہو گئی ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ جو ارشاد ہے '' و أسبغ علیکم نعمہ ظاهرۃ و باطنۃ ''[۲]

۱ - ف ۷ ۲۴ ۵ ۔
۲ - قرآن ۳۱/ ۲۰ ۔

Marfat.com

(اُس نے تم کو اپنی ظاہری اور باطنی ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال کیا) [ص : ۱۷] اس کے ذیل میں بتایا جاتا ہے کہ ' ظاہرة ' سے مراد شریعت میں تخفیف ہے اور ' باطنة ' سے مراد ثواب میں کئی گنا اضافہ ہے ۔

۴ ۔ بعض قصے امت کو ادب اور تہذیب سکھانے کے لیے بیان کیے گئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی نے ان آیات میں اشارہ کیا ہے : " آیات للسّائلین "[1] (نشانیاں ہیں پوچھ گچھ کرنے والوں کے لیے) " عبرة لأولی الألباب "[2] (ایک سبق ہے عقلمندوں کے لیے) " موعظة للمتّقین "[3] (نصیحت ہے خدا سے ڈرنے والوں کے لیے) ۔ چنانچہ شبلی[4] اسی کی بابت کہا کرتے تھے کہ " عام لوگ تو قصوں کے سُننے سنانے سے سروکار رکھتے ہیں اور خاص لوگ ان کے درس عبرت سے " ۔

۵ ۔ بعض قصے نیکوں کی اور ان کی نیکیوں کی یاد زندہ رکھنے کے لیے بیان کیے گئے ہیں تاکہ نیک سیرت لوگ اس کے باعث عمل میں کوشاں ہوں اور امید رکھیں کہ انہیں جلد ہی ثواب ملے گا اور اچھے کاموں کے ساتھ ان کا نام باقی رہے گا ۔ خلیل اللہ ابراهیم (علیہ الصلٰوۃ و السلام) کو بھی یہی شوق تھا جب انھوں نے یہ دعا مانگی تھی : " و اجعل لی لسان صدقٍ فی الآخرین "[5] (اور ایسا کر دے کہ بعد میں آنے والوں میں مجھے اچھائی کے ساتھ یاد کیا جائے) ۔

انسان عبارت ہے اُسی سے جو اس کی بابت زبانوں پر جاری ہو ۔ کہتے ہیں : " مرنے والا مر جاتا ہے اور ناموری اسے زندہ کر دیتی ہے " نیز یہ کہ " بادشاہ اور دولت مند بڑی بڑی عمارتوں ، قلعوں اور محلوں پر اسی لیے دولت خرچ کرتے ہیں کہ ان کا نام باقی رہے " :

---

۱ ۔ قرآن ۱۲/۷ ۔
۲ ۔ قرآن ۱۲/۳ ۔
۳ ۔ قرآن ۲/۶۲ : ۳/۱۳۸ : ۵/۴۶ : ۲۴/۳۴ ۔
۴ ۔ مشہور صوفی ابوبکر شبلی ف ۳۳۴ یا ۳۳۵ھ ۔
۵ ۔ قرآن ۲۶/۸۴ ۔ لحظ ص ۱۴ سبق ۔

Marfat.com

و انمـا المرءُ حـدیـث بعـدہٗ
فکُن حدیثاً حسناً لمَن وَعیٰ[1]

انسان عبارت ہے اس تذکرے سے جو اس کے (مرنے کے) بعد باقی رہ جاتا ہے پس تم اچھائیوں کا تذکرہ بنو یاد کرنے والوں کے لیے ۔

میرا کہنا ہے : اگر آپ احادیث کا مطالعہ کریں تو ان میں کثرت سے وہ تمام باتیں ملیں گی جن کا (ثعلبی کے قول میں) بیان ہؤا مثلاً '' رَحِیمَ اللهُ مُوسیٰ ، لقد اُوذِیَ باکثر من ھذا ''[2] ۔ (اللہ رحم کرے موسیٰ پر ، انھیں تو اس سے کہیں زیادہ تکلیفیں پہنچیں) اور تسلّی کے مواقع پر '' اللّٰھمّ اجعَلھا علیھم سِنِین کسِنِیِّ یوسف '' (الٰہی ! ایسا کر دے یہ سال ان کے حق میں یوسف کے سال ثابت ہوں) ۔ '' اللّٰھمّ انّ ابراھیمَ عبدُکَ و خلیلک دعاکَ لِمکّۃَ و انّی اَدعوکَ للمدینۃ '' (الٰہی ! تیرے بندے اور دوست ابراہیم نے تجھ سے مکے کے لیے دعا مانگی تھی ، میں تجھ سے مدینے کے لیے دعا مانگتا ہوں) ۔ پیروی کرنے اور نقش قدم پر چلنے کی بابت : '' ولولا دعوۃ اخی سلیمان... '' (اگر میرے بھائی سلیمان نے دعا نہ مانگی ہوتی...'') ۔ ادب کی بات بتانے کے ذیل میں بلندیٔ مرتبہ کا خیال کیے بغیر ، اس حد تک آپ نے فرمایا : '' یرحم اللهُ موسیٰ لوصبَر حتّیٰ یقُصّ علینا من خبرھما... '' (اللہ رحم کرے موسیٰ پر ، کاش وہ صبر سے کام لیتے تو دونوں کا پورا قصہ ہم کو سنایا جاتا[3] ۔ اسی طرح عائشہ‌رض

۱ - بیت از مقصورہ (محمد بن الحسن) ابن درید ، ف ۳۲۱ھ ۔

۲ - حُنَین میں رسول اللہ نے غنیمت تقسیم کی تو ایک انصاری نے عدم اعتماد کا اظہار کیا ، اُس پر رسول اللہ نے بڑی آزردگی خاطر کے ساتھ یہ جملہ کہا ۔ لحظ البخاری : الادب المفرد ، القاھرۃ ۱۳۷۸ ، ۱/۳۸۱ ۔

۳ - دونوں یعنی موسیٰ اور خضر کا پورا قصہ جو حضرت موسیٰ کی عجلت پسندی کے باعث مختصر ہو گیا ۔ لحظ البخاری ، مجتبائی ، ۱/۲۳ ۔

Marfat.com

نے بھی دوسرے کے عمل کو نمونہ بتاتے ہوئے فرمایا : تمہارے اور میرے معاملے میں مجھے ابو یوسف (یعقوب) سے بہتر نمونہ عمل دکھائی نہیں دیتا ، جسے اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے : '' فصبرٌ جمیلٌ واللہ المُستَعانُ علیٰ ماتَصِفون ''[1] (بس صبر ہی زیب دیتا ہے اور اللہ کے سوا کون ہے جس سے مدد مانگی جائے اس (بکھیڑے) میں جو تم بیان کرتے ہو) ۔

ابو الحسن علیؒ بن الحسین بن علیؒ المسعودی الشافعی[2] کہتے ہیں کہ : '' تاریخ کا علم ایسا ہے کہ عالم اور جاہل دونوں اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور احمق اور عقلمند دونوں کے لیے اس کا اثر دلپزیر ہوتا ہے ۔ اس کے ذریعے عجیب عجیب باتیں معلوم ہوتی ہیں اور عجیب باتیں دلچسپ معلوم ہونے لگتی ہیں ۔ اس سے اچھے اخلاق اور بلند اعمال اخذ کیے جاتے ہیں اور بادشاہوں کی سیاست وغیرہ کا پتا چلتا ہے ۔ اس میں اول آخر ، ناقص کامل ، شہری دیہاتی، موجود غائب ، سب یکجا ہو جاتے ہیں ۔ بہت سے احکام کا دار و مدار اس پر ہوتا ہے ۔ ہر مقام اور ہر محفل میں یہ علم باعثِ زینت ہوتا ہے '' ۔ نیز یہ کہ '' اُن (مسعودی) کے لیے تاریخ اور دنیا کے حالات کے بارے میں تصنیف کا باعث یہی شوق ہے کہ دوسروں کے نقش قدم پر چلا جائے ، [ص : ۱۸] سب علما کا مطمح نظر یہی رہا ہے اور حکما بھی اسی پر چلے ہیں ۔ مقصد یہ ہے کہ دنیا میں تاریخ اچھائیوں کے تذکرے ، اور منظم سہل الحصول علم ، کی حیثیت سے باقی رہے ۔

ابو الفَرَج علیؒ بن الحسین بن محمد الاصبہانی الکاتب[3] ، کتاب الاَغانی کے مقدمے میں لکھتے ہیں : '' پڑھنے والا جب اس کے فقروں

---

۱ ۔ قرآن ۱۲/۱۸ ۔ حضرت عائشہ کا قول حدیث افک سے متعلق ہے ۔

۲ ۔ ف ۳۴۵ھ ۔

۳ ۔ ف ۳۵۶ھ ۔

Marfat.com

وغیرہ پر غور کرے گا تو مسلسل پے در پے فوائد حاصل کرے گا اور اس کے اندر ہر قسم کی باتیں ادل بدل کر دیکھتا چلا جائے گا یعنی سنجیدہ اور تفریحی باتیں ، مستند اقوال ، اخبار ، جنگ کے حالات ، اور ' ایام العرب ' (قدیم عرب کی لڑائیوں) کے بارے میں مشہور اشعار اور ان سے متعلق مستند خبریں ، جاہلیت کے بادشاہوں اور اسلام کے خلفا کے قصے ، ان سب باتوں سے واقفیت ادب نوازوں کو زیب دیتی ہے ، نوجوانوں کے لیے ان کا مطالعہ ضروری ہے ، جو نسبتاً سن رسیدہ ہوں وہ بھی ان کی خوشہ چینی سے بے نیاز نہیں ہو سکتے ۔ یہ مشہور خبروں کا انتخاب ہے اور چیدہ اصلی روایات کا مجموعہ ۔ سبھی خبریں صحیح ماخذوں سے لی گئی ہیں اور ذی علم اصحاب سے مروی ہیں '' ۔

اس ذیل میں ایک عجیب قصہ یہ ہے کہ المہلّبی[1] کے ندیموں میں قبیلہ جُہینہ کا ایک شخص تھا جو حد سے زیادہ مبالغہ آمیز باتیں کرتا تھا ۔ ایک مرتبہ پودینہ کا ذکر چھڑا تو وہ بولا کہ فلاں شہر میں پودینہ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ درخت بن جاتا ہے اور اس کی لکڑی سے سیڑھیاں بنائی جاتی ہیں ۔ ابو الفرج مذکور کا خون کھولا ، اُس نے کہا : بے شک دنیا میں بڑی بڑی عجیب چیزیں ہیں ۔ اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ۔ قدرت سب کچھ کر سکتی ہے ۔ میں تم کو اس سے بھی عجیب تر بات سناؤں : ایک کبوتر کا جوڑا دو انڈے دیتا ہے ۔ میں وہ دونوں انڈے اٹھا کر کبوتروں کے نیچے ایک بانٹ سو کا اور دوسرا بانٹ پچاس کا رکھ دیتا ہوں ۔ جب سینے کی مدّت ختم ہوتی ہے تو بانٹوں میں سے ایک طشت اور ایک ڈونگا پھوٹ نکلتا ہے ۔ اس پر سارے حاضرین مجلس ہنس پڑے ، وہ جُہنی بھی ابو الفرج کے طنز کو سمجھ گیا اور اپنی قصہ طرازی سے باز آ گیا ۔

اس سے ملتا جلتا ایک قصہ میں بھی سناؤں : ایک صاحب جن کو ہم جانتے تھے کہ وہ غیر محتاط ہیں انھوں نے ہمارے استاد (ابن حجر) کی

---

۱ - الحسن بن محمد ، ف ۳۵۲ھ ۔

Marfat.com

موجودگی میں کہا کہ ان کے وطن حلب میں ایک شخص کے چالیس لڑکے ہیں اور جب وہ کسی مہم پر جاتا ہے تو وہ سب اس کے ساتھ سوار ہو کر جاتے ہیں ۔ ہمارے ایک دوست جو اس مجلس میں تھے بولے : ''اور اس سے بھی زیادہ عجیب یہ ہے .....'' اس پر ہمارے استاد مسکرائے اور مجلس برخاست کرکے نماز میں مصروف ہو گئے ۔ عجیب اتفاق ہے کہ اس کے بعد میں اکثر و بیشتر موخّر الذکر شخص سے ملا اور میں نے اس سے پوچھا کہ تم کیا کہنا چاہتے تھے ، لیکن جونہی وہ بولا اور قصے کا آغاز کیا کوئی نہ کوئی بات ایسی پیش آ گئی کہ اس کا سلسلۂ کلام کٹ گیا ۔ متعدد مرتبہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوا ۔

ابو عبداللہ محمد بن سلامۃ بن جعفر القُضاعی الشافعی ، جو مصر کے قاضی تھے ، کہتے ہیں : میں نے کچھ نبیوں کے قصے ، خلیفوں کی خبریں اور بادشاہوں اور امیروں [ص : ۱۹] کی حکومتوں کے حالات ، ۴۲۲ھ تک کے ، مختصر طریقے پر جمع کیے ہیں تاکہ جو حفظ کرنا چاہے اسے آسانی ہو ۔ حفظ (کی آسانی) کے ساتھ ساتھ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے بات چیت کا پورا سامان ہو جاتا ہے اور مجلسی گفتگو میں کمال کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے ۔

محمد بن عبدالملک بن ابراھیم الھمدانی الفرضی الشافعی[1] نے تاریخ ابن جریر کا جو ذیل (تتمّہ) لکھا ہے اس میں رقم طراز ہیں : تمام قوموں اور قبیلوں کے سردار اور نیکی اور فضیلت والے لوگ جیسے بنو عباس وغیرہ کے امام ، سب کے سب یقینی طور پر تاریخ سے واقفیت کا شوق رکھتے تھے '' آگے چل کر لکھتے ہیں '' پس تاریخ میں جو درست حالات ملتے ہیں وہ نعمتوں کی یاد دلاتے ہیں اور جہاں کہیں خلل پایا جاتا ہے وہ آنکھیں کھول دیتا اور چونکا دیتا ہے ۔ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے سعید بن المسیب[2] سے بیان کیا کہ میں نے نبی (صلعم) کو خواب میں دیکھا

---

۱ - ف ۵۲۱ھ ۔
۲ - ف تقریباً ۱۰۰ھ ۔

Marfat.com

ہے ، تو انھوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلعم) کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا تھا ، اس لیے جو نیکی پر ہو اسے آپ بشارت دیتے ہیں اور مزید کی تلقین کرتے ہیں اور جو برائی میں پڑا ہو اسے خبردار کرتے اور توبہ کا حکم دیتے ہیں ۔ لوگوں کی خبروں کا مطالعہ تو پڑھنے والے کے لیے آئینے کا کام کرتا ہے ، چنانچہ یقین ہوتے ہی وہ اچھائی کی طرف سائل ہو جاتا اور برائی سے بھاگنے لگتا ہے ، اس سے اہل بصیرت اور نیک طینت افراد کی اصلاح ہوتی ہے ، اسی سے اللہ اپنے بندوں کو نصیحت کرتا ہے جن کو وہ نصیحت کا اہل اور اپنے کریمانہ ثواب اور اجر کا سزاوار سمجھتا ہے ۔

ابو القاسم محمد بن یوسف المدنی الحنفی ، ساکن بلخ و مولف ' النافع ' (جو حنفی فقہ سے متعلق ہے) نے سنہ ۵۳۸ھ میں بلخ کی تاریخ لکھی ہے ۔ لوگوں کے شوق کی کمی اور ہمتوں کی پستی کے پیش نظر انھوں نے اسے اوسط درجے کی کتاب بنایا ہے تاکہ لوگوں کو ان کے صحیح مقام میں کھڑا کرکے ان کی عقل کے درجے کے مطابق ان سے خطاب کریں ۔ آخر میں انھوں نے اپنے حالات اور تصانیف کا بھی ذکر کیا ہے ۔ اس میں وہ کتاب کے فوائد بتاتے ہوئے کہتے ہیں (بہت سی جگھوں پر چند الفاظ کی زیادتی کے ساتھ) : '' اس کتاب میں بلخ کے رہنے والے نیز اس شہر میں آ کر بسنے والے اولین اور متاخرین علما کی یاد تازہ کی گئی ہے اور یاد کیا جانا نئی زندگی کے مرادف ہے ، اس لیے جو یاد تازہ کرتا ہے وہ گویا تمام اشخاص کو زندگی بخشتا ہے ، دلوں میں ان کا تصور باندھتا ہے اور ان کے سارے اعمال زہد و تقویٰ ، دیانت ، دنیا سے برگشتگی اور اس کو حقیر سمجھنا ، شدید عبادتوں اور تکلیفوں کو اللہ کی خاطر جھیلنا ان سب سے واقف کراتا ہے ، جس کے نتیجے میں پڑھنے والا ان کے اخلاق کا پیرو بن جاتا ہے اور سننے والا ان کے حالات سے معطر ہو جاتا ہے ۔ دوسروں سے اثر لینا بہر حال فطری امر ہے اور انسان عادت کا پابند ہوتا ہی ہے :

Marfat.com

'' کبھی کبھی آنکھ سے بھی پہلے کان عشق میں مبتلا ہو جاتا ہے[۱] '' ۔ نجات کا دار و مدار حالات اور [ص : ۲۰] اعمال کی درستگی پر ہے اور اس کی تکمیل اسی طرح ممکن ہے کہ کوئی پیچھے سے اُکسائے اور سامنے سے دستگیری کرے یعنی یہ کہ نیک لوگوں کی صحبت حاصل ہو اور جب صحبت میسر نہ ہو سکے تو ان کے حالات سے واقفیت حاصل کی جائے اور ان کے کارناموں کا مطالعہ کیا جائے ، اس طرح ذہن میں ان کا تصور اُبھرے گا اور ان کے مسلک کی تصویر سامنے آئے گی ۔ بالفرض تم نے ان اشخاص کو دیکھا بھی ہو تب بھی ایک یاد اور ایک خیال کے سوا تمہارے پاس اور کیا محفوظ رہ سکتا ہے ۔ نتیجے میں سننا اور دیکھنا ، مشاہدہ اور خبر ، دونوں ایک ہیں ۔ یہ صحیح ہے کہ دونوں میں بڑا فرق ہے لیکن اگر بارش نہ ہو تو شبنم ہی کافی ہے[۲] ۔ بالخصوص نیک لوگوں کا تذکرہ تو رحمت کے نزول کا باعث ہوتا ہے ۔ اس سے دوسروں کو نصیحت اور عبرت ہوتی ہے ۔ الغرض اگر کتابیں نہ ہوتیں تو بیشتر اخبار اور حالات نسیا منسیا ہو جاتے اور تھوڑے ہی عرصے میں آئی گئی ، نئی پرانی باتوں کا نام و نشان تک نہ رہتا ۔ اس سلسلے کا قابل قدر سرمایہ اور نفیس ذخیرہ علم حدیث ہے جو اسلام کی بنیاد اور تمام احکام کی اصل ہے ۔ حلال اور حرام کی اسی سے وضاحت ہوتی ہے اور خاص و عام سب اسی کی پیروی کرتے ہیں ۔ یہ قرآن کے اجمال کی تفصیل اور حقیقت اور صواب کا مرکز ہے '' ۔ مقصد کہنے کا یہ ہے کہ یہ فن (تاریخ) علم حدیث کا وسیلہ ہے اور اس کے ذریعے حدیث کی اہم باتوں کی تحقیق ہوتی ہے ۔ انھوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس کتاب (تاریخ بلخ) کی تصنیف کا سبب یہ ہوا کہ وہ اپنی دوسری تصنیف '' کتاب التحقیق ، الجامع اُصول مسائل الفقہ الجلیل منہ و التدقیق '' کے دوران میں اس پُر لطف ، شیریں ، مفید اور بلند مرتبہ علم سے اپنے اندر تازگی پیدا کرنا چاہتے تھے : '' میں

---

۱ ۔ مصرع : '' و الاُذنُ تعشقُ قبل العین احیانا '' ۔

۲ ۔ اشارہ بآیت قرآنی '' فان لم یُصبھا وابلٌ فطلّ '' ۔ ۲/۲۶۵ ۔

Marfat.com

اس علم کا عنفوان شباب ہی سے قدرداں تھا اور صواب کے حصول کے لیے اس پر تکیہ کرتا تھا ۔ یہ مجھ نادار کی بساط کے مطابق انتہائی کوشش ہے اہل بلخ کے اس احسان کا بدلہ ادا کرنے کی جو انھوں نے اس شہر میں پہنچنے پر میرے ساتھ کیا ۔ اس سے ملّت کے ان علما اور امت کے ان قابل اعتماد لوگوں کی حمایت بھی مقصود ہے جن کے بیشتر حالات مٹ چکے ہیں بلکہ ان کے نام اور قابل قدر کارنامے معدوم ہیں '' ۔ انھوں نے اس تصنیف میں بہت سی کتابوں سے مدد لی ہے اور ان کے نام درج کیے ہیں ۔ نیز اپنے ہم عصر مشایخ اور اہل فضل اور باکمال لوگوں میں سے بھی بہت سے ایسے افراد کے نام گنائے ہیں جو اس بارے میں علم اور تجربہ رکھتے تھے ۔ انھوں نے نوخیز جوانوں کا بھی ذکر کیا ہے اس لیے کہ وہ آج کے لوگوں میں چھوٹے سہی لیکن کل کے لوگوں میں بڑے مانے جائیں گے ۔ تالیف میں عجلت اس لیے کی کہ کہیں کوئی رکاوٹیں پیش نہ آ جائیں ۔ انھیں بڑی فکر اس بات کی تھی کہ کہیں ان لوگوں کے مرنے سے جو بڑی بڑی کتابوں کے جمع کرنے میں لگے ہیں اور روایت کا بار اٹھائے ہوئے ہیں علم ضائع اور برباد نہ ہو جائے ۔ عمر بن عبدالعزیز نے اہل مدینہ کو لکھ بھیجا تھا کہ '' رسول اللہ (صلعم) کی حدیثیں تلاش کرکے لکھ لو اس لیے کہ مجھے ڈر ہے علم مٹ جائے گا اور علما فنا ہو جائیں گے '' ۔ جب اُن لوگوں کو یہ ڈر لاحق تھا درآنحالیکہ اسلام تر و تازہ تھا اور زمانہ شریفانہ سرگرمی اور مردم خیزی کا تھا تو ہمارے [ص : ۲۱] وقت میں اس بات کا ڈر کیوں نہ ہو درآنحالیکہ ہماری سرگرمی اور خبروں سے دلچسپی بہت ہی کم ہو چکی ہے ۔ انھوں نے اماموں کی قبروں ، ان کے رہن سہن کی جگہوں اور آخری آرام گاہوں کا بھی ذکر کیا ہے اس لیے کہ ان کے جسم اور قالب ایسی تمام بلاؤں اور مصیبتوں کے دفعیے کا سبب ہیں جن سے پناہ مانگتے ہوئے رب" الارباب سے لو لگائی جاتی ہے ۔ اللہ نے اس جسد خاکی میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ بلاؤں کے دفعیے کا سبب ہو اور زندگی اور موت دونوں حالتوں میں اس دنیا میں

Marfat.com

دخیل ہو - یہ اللہ کا بہت بڑا فضل اور اِنعام ہے - اس کی دلیل بُریدہ[۱] کی یہ حدیث ہے جس کا سلسلہ رسول اللہ تک پہنچتا ہے: " ہر صحابی جس شہر میں وفات پائے گا قیامت کے روز وہاں کے لوگوں کا رہنما اور نورِ ہدایت بنے گا " - ہماری دعا ہے کہ اللہ اسلام اور قوت ایمان سے ہمیں تقویت بخشے اور " بعد والے لوگوں میں ہمارا ذکر اچھائی کے ساتھ[۲] " باقی رکھے - بےشک وہ ہر چیز پر قادر ہے اور دعا قبول کرنا اسے زیب دیتا ہے -

حافظ ابو الفرج ابن الجوزی[۳] " المنتظم " کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: " سیرت اور تاریخ میں بہت سے فائدے مضمر ہیں جن میں سے دو اہم ہیں: اول یہ کہ جب کسی صاحب تدبیر شخص کی سیرت اور اس کا انجام کار مذکور ہوتا ہے تو اس سے حُسن تدبیر اور سمجھ بوجھ سے کام کرنے کا سبق حاصل ہوتا ہے - اسی طرح جب کسی ناکارہ شخص کی سیرت اور اس کا انجام کار بیان کیا جاتا ہے تو کوتاہیٔ عمل سے ڈرنے کا باعث ہوتا ہے - بااقتدار لوگ اس سے ادب سیکھتے ہیں اور غور کرنے والے عبرت پکڑتے ہیں - اسی ضمن میں عقل کی تلوار صیقل ہو جاتی ہے اور منقولات سے لطف اٹھانے والے کے لیے ایک گلستان تیار ہو جاتا ہے - دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تاریخ کے ذریعے عجیب عجیب باتیں، زمانے کے الٹ پھیر، تقدیر کے چکر اور سننے کے لائق خبریں معلوم ہو جاتی ہیں - بکر بن وائل کا ایک شخص بوڑھا ہو گیا، نہ خوردونوش کی لذت باقی رہی، نہ نکاح کی، اس سے ابو عمرو بن العلاء[۴] نے پوچھا: " کیا تم پسند کرو گے کہ تمھیں موت آ جائے؟ " اس نے کہا " نہیں " - اس سے پوچھا کہ " اب تمھارے لیے دنیا کی کونسی لذت باقی ہے؟ " اس نے کہا: " یہی کہ میں عجیب عجیب باتیں سنتا رہوں " -

---

۱ - بریدة بن الحُصَیب الاَسلمی، ف مابین ۶۰ و ۶۳ھ -
۲ - قرآن ۲۶/۸۴ - لحظ ص ۱۴ و ۱۷ سبق -
۳ - ف ۵۹۷ھ -
۴ - ف مابین ۱۵۴ و ۱۵۹ھ -

Marfat.com

نیز ابن الجوزی " شذور العقود فی تاریخ العہود " (مذکورہ بالا کتاب کا اختصار جو خود ان کا تیار کردہ ہے) میں فرماتے ہیں : تاریخ اور سیرت کے تذکرے قلب کو سکون بخشتے ، غم کو دور کرتے اور عقل کو بیدار کرتے ہیں - جب دنیا کے عجائبات کا ذکر ہوتا ہے تو خالق کی عظمت پر دلالت کرتا ہے - جب کسی صاحب تدبیر کی سیرت بیان ہوتی ہے تو حسن تدبیر کا درس ملتا ہے - جب کسی ناکارہ فرد کا قصہ سنایا جاتا ہے تو بے احتیاطی سے ڈر آنے لگتا ہے اور اگر کسی خوش طبع انسان کے حالات بیان ہوتے ہیں تو لازماً نصیبوں کی گوناگونی پر تعجب ہوتا ہے اور ویسا ہی لطف حاصل ہوتا ہے جیسا بزم شبانہ میں تفریحی باتوں سے -

العماد بن محمد بن حامد الاصبہانی الشافعی الکاتب [۱] ، ' الفتح القدسی ' (فتح بیت المقدس بدست الصلاح ابوالمظفر یوسف بن ایوب) میں جسے [ص : ۲۲] انھوں نے سنہ ۵۸۳ھ سے شروع کیا ہے رقمطراز ہیں : عام دستور کے مطابق تاریخوں کو ابتداء آفرینش سے یا کسی ایک عہد حکومت سے شروع کیا جاتا ہے اس لیے کہ کوئی قوم اور کوئی مملکت ایسی نہیں جس کے پاس حوالہ دینے اور تکیہ کرنے کے لیے تاریخ نہ ہو جو سلف سے خلف تک اور ماضی سے حال تک نقل ہوتی چلی آئی ہو اور جس میں زمانے کی عجیب و غریب باتیں محفوظ ہوں اور بڑے بڑے لوگوں کے کارنامے سنگ میل کی طرح نصب ہوں - اگر ایسا نہ ہو تو تمام رشتے منقطع ہو جائیں ، حکومتیں یکسر بھلا دی جائیں اور پچھلوں کے دور میں اگلوں کی یاد بھی باقی نہ رہے - لوگ یہ شعور بھی کھو بیٹھیں کہ ان کی اصل مٹی ہے اور وہ بشکل نطفہ ریڑھ کی ہڈی کے اندھیروں میں مدت دراز سے مسلسل منتقل ہوتے آ رہے ہیں ، ان کی عمر درحقیقت آدم کے عہد قدیم سے شروع ہوتی ہے - تمہارے رب نے ان

۱ - ف ۵۹۷ھ -

Marfat.com

کی ذریت کو ان کی پیٹھ سے نکالا[۱] منشاء یہ تھا کہ ان کے ظہور کا زمانہ دراز ہو اور انسان اپنی عمر گزرنے اور قبر میں اترنے سے پہلے ہی دوبارہ زندہ ہونے کی اس حقیقت کو جان لے جسے اس کے منکرین بعید از امکان سمجھتے ہیں ۔ اس طرح انسان ایک دور میں دسیوں دور کی شہادت سے دو چار ہوتا ہے اس لیے کہ اس نے یکے بعد دیگرے بہت سی عمریں کاٹی ہیں اور بہت سے زمانوں سے گزرا ہے ، ہزار قبروں میں اس نے ٹھکانہ کیا اور پھر وہاں سے دوبارہ اٹھا ۔ بس اتنا ہے کہ اس کا ظہور رات کی تاریکی میں رہا تاآنکہ بالآخر فجر ہوتے ہی آنکھوں کے سامنے آ گیا ۔

نیز اگر تاریخ نہ ہو تو خوش تدبیر سیاست رانوں کی کوششیں بھلا دی جائیں اور بدی کے مقابلے میں مدح و ثنا ان کا طرہ امتیاز نہ ہو سکے ۔ زمانے کی صلح جوئی اور انتقام سے جو عبرت حاصل ہوتی ہے وہ بھی نہ ہو اور یہ بات بھی دھیان میں نہ رہے کہ دنیا میں دشواری کے بعد سہولت ہے اور سہولت کے بعد دشواری ''۔

اس کے بعد انھوں نے بتایا ہے کہ اگلے زمانے میں لوگ کن کن باتوں سے تاریخ شمار کرتے تھے مثلاً طوفان سے ، سیلاب سے اور اجرام فلکی کے چند روزہ مشاہدے سے ۔ البتہ جب ہجرت سے تاریخ لکھی جانے لگی تو تمام اگلی تاریخیں منسوخ ہو گئیں اور وہ تمام طریقے معدوم ہو گئے جن کے باعث غلطی میں پڑنے والے کو اظہار ندامت کا موقع بھی نہیں ملتا ۔ بات یہ ہے کہ چونکہ ہجرت کا علم یقینی ہے اس لیے اس خلل سے نجات مل جاتی ہے جو اگلے زمانے کے لوگوں کے یہاں پایا جاتا ہے ۔ نیز یہ کہ '' زمانہ گردش کر کے اس ہیئت پر پہنچا جس پر وہ اس دن تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ''[۲]۔ اللہ نے بندوں کو حکم دیا ہے کہ اپنی دولت میں سے جو حصہ مقرر کیا گیا ہے وہ خرچ کریں

---

۱ ۔ اشارہ بآیت قرآنی '' واِذْ اَخَذَ ربّک من بنی آدم من ظُہورِھم ذُرّیّتَہم ... '' ۱۷۲/۷ ۔

۲ ۔ لحظ ص ۱۳ سبق ۔

Marfat.com

بلکہ یہی حکم ان کی جانوں کی بابت بھی ہے - اللہ نے جتنا واجب کیا ہے اس کا کئی گنا وہ ان کو واپس پہنچا دیتا ہے ۔ اسی طرح آخر تک ان کی عبارت کا سلسلہ چلا گیا ہے جو اپنی ترتیب کے لحاظ سے نہایت خوبصورت ہے ۔

الجمال ابوالحسن علی بن ابی المنصور ظافر بن حسین الأزدی المصری المالکی[1] ' اخبار الدول الاسلامیۃ ' میں لکھتے ہیں : " اگر تاریخ سے صرف اتنی ہی عبرت حاصل ہوتی کہ زمانہ ایک حال پر باقی نہیں رہتا اور تغیر و تبدل ہی اس کی نہ بدلنے والی عادت ہے تو اتنا ہی کافی تھا ، مطالعہ کرنے والے کا مقصد اسی سے پورا ہو جاتا ۔ مگر اس کے فوائد بے شمار ہیں ، اس کی خوبیوں کی کوئی حد نہیں ۔ اس کا مطالعہ کرنے والے [ص : ۲۳] کے حصے میں اگر ایک طرف آنسو ہوتے ہیں جو عبرت سے بہتے ہیں تو دوسری طرف فرحت جو نیک انجام کا ثمرہ ہے " ۔ اس کے بعد انھوں نے حکومتیں گنائی ہیں اور ان کا تفصیلی ذکر کیا ہے ۔

امام الدین ابو القاسم عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم الرافعی ' التدوین ' میں لکھتے ہیں :[2]

العز ابو الحسن علی بن محمد بن محمد بن عبدالکریم بن الاثیر[3] اپنی کتاب ' الکامل ' میں کہتے ہیں : " تاریخ کے بہت سے فائدے ہیں ، اس میں دنیا اور آخرت کی بڑی ہی منفعتیں ہیں ، بعض باتیں جو خیال میں آتی ہیں ہم بیان کیے دیتے ہیں ، باقی کا علم ہم پڑھنے والے کی عقل اور سمجھ پر چھوڑتے ہیں :-

ایک دنیوی فائدہ یہ ہے کہ بدیہی طور پر انسان ، بقا کا خواہش مند ہوتا ہے ۔ اس کی یہی آرزو ہوتی ہے کہ زندوں کے زمرے میں رہے ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کل کے دیکھے سنے میں اور ماضی کے [illegible]

---

۱ - ف ۶۱۳ھ ۔

۲ - اصل کتاب میں جگہ خالی چھوڑ دی گئی ۔

۳ - ف ۶۳۰ھ ۔

Marfat.com

اور اگلوں کے واقعات میں جو ہم متعلقہ کتابوں میں پڑھتے ہیں ، کیا فرق ہے ۔ ان کتابوں کا مطالعہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ گویا ہم ان لوگوں کے زمانے میں زندہ تھے ۔ ان کا علم ہونا مرادف ہے ان لوگوں کے ساتھ رہنے کا ۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ بادشاہ اور حکام بالادست جب ظالموں اور ستم گروں کی زندگی سے باخبر ہوتے ہیں اور اس کو کتابوں میں لکھا ہؤا پاتے ہیں جو سلف سے نقل ہوتی ہوئی خلف تک پہنچتی ہیں اور دیکھتے ہیں کہ پایانِ کار لوگ ظالموں کو برائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور لعنت ملامت کرتے ہیں ، ملک ویران ہوتے ہیں ، انسان ہلاک ہوتے ہیں اور سارے حالات بگڑ جاتے ہیں تو پھر وہ ان باتوں کو برا سمجھتے ، ان سے بچتے اور دور رہتے ہیں ۔ اس کے مقابلے میں جب وہ خدا شناس حکام کی سیرت اور اس کی خوبی پر نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد انھیں نیک شہرت نصیب ہوئی ، ان کے شہر اور ملک آباد اور دولت سے مالا مال ہوئے تو وہ اس روش کو پسند کرتے ہیں اور اس کے گرویدہ بن جاتے ہیں ، پختہ ارادے کے ساتھ اس پر جمے رہتے ہیں اور جو کچھ بھی اس کے منافی ہو اس سے دور رہتے ہیں ۔ مزید براں یہ کہ وہ تمام ایسی باصواب آراء سے واقف ہو جاتے ہیں جن کے ذریعے دشمنوں کے ضرر کا دفعیہ کیا جا سکے ، خطرات سے نجات حاصل کی جائے ، بڑے بڑے ملکوں اور خوبصورت شہروں کا اضافہ کیا جائے ۔ اگر تاریخ سے صرف اتنا حاصل ہو تو بھی بہت کچھ فخر کے قابل ہے ۔

ایک اور فائدہ یہ ہے کہ انسان کو تجربہ حاصل ہوتا ہے اور وہ جان جاتا ہے کہ کیا واقعات رونما ہوئے اور ان کا انجام کیا ہؤا ۔ اس کے ساتھ ہی یہ کہ جو بھی واقعہ درپیش ہو وہ ہو بہو یا کوئی اس سے ملتا جلتا واقعہ ماضی میں گزر چکا ہوگا ۔ اس طرح عقل میں اضافہ ہوتا ہے اور انسان اس قابل بن جاتا ہے کہ دوسرے اس کی پیروی کریں ۔ [ص : ۲۰] کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے کہ :

Marfat.com

وجدتُ العقلَ عقلانِ
فمطبوع و مسموعُ

میں نے یہ دیکھا ہے کہ عقل دو قسم کی ہوتی ہے : مطبوع (فطری) اور مسموع (تعلیمی) ۔

ولا ینفعُ مسموع !
اذا لم یکُ مطبوعُ

اور مسموع (تعلیمی) عقل کوئی کام نہیں دیتی جب تک مطبوع (فطری) عقل میسر نہ ہو[1] ۔

مطبوع سے مراد وہ فطری عقل اور سمجھ ہے جو اللہ نے انسان میں ودیعت کی ہے اور مسموع سے مراد وہ اضافہ ہے جو فطری عقل میں تجربے سے عمل میں آتا ہے ۔ اہمیت کے پیش نظر اس کو مجازاً عقل ثانی کہا گیا ہے ورنہ دراصل وہ عقل اول کے اضافے ہی کا نام ہے (ہ ق) ۔ اسی کی طرف حدیث مرفوع میں اشارہ ہے کہ " اگر تم سے کہا جائے کہ کوئی شخص اپنی فطرت سے منحرف ہوگیا تو یقین نہ کرو " ۔

منجملہٗ فوائد ایک یہ بھی ہے کہ انسان مجلسوں اور محفلوں میں تاریخ کی معلومات اور دلچسپ قصے بیان کر کے اپنے لیے پسندیدہ مقام پیدا کرتا ہے ، سب کے کان اسی کی طرف لگ جاتے ہیں اور سب کی آنکھیں اسی پر جم جاتی ہیں ۔ جو کچھ وہ پیش کرتا اور بیان کرتا ہے سب لوگ دل سے اس پر غور کرتے ہیں اور اس کی باتوں کی داد دیتے ہیں ۔

آخرت کے فائدوں میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ جب کوئی عقلمند اور سمجھدار انسان غور و فکر کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ دنیا کے الٹ پھیر کیسے ہوتے ہیں ، بڑے بڑے دنیا والوں کو کیسے کیسے بڑے مصائب پیش آتے ہیں ، کس طرح ان کی جانیں اور دولت کے ذخیرے ختم

1 - لحظ ص ۱۴ سبق ۔

Marfat.com

جاتے ہیں ، کس طرح چھوٹے بڑے سب نابود ہو جاتے ہیں ، بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا کوئی بھی نہیں بچتا ۔ دنیا کی بد بختی سے نہ تو تونگر سلامت رہتا ہے اور نہ نادار تو پھر انسان کو دنیا سے لگاؤ نہیں رہتا اور وہ اس سے دامن کھینچتے ہوئے زاد آخرت کی فراہمی میں لگ جاتا ہے ۔ اس کو ایسے مقام کی لَو لگ جاتی ہے جو مذکورہ بالا تمام خصوصیتوں سے پاک ہو اور جہاں کے رہنے والے ان تمام عیوب سے مبرا ہوں ۔ ہو سکتا ہے کوئی یہ کہے کہ ہم نے تو کوئی تاریخ پڑھنے والا ایسا نہیں دیکھا جو دنیا تج کر آخرت کی طرف متوجہ ہو گیا ہو اور وہاں کے بلند اور اعلیٰ مقامات کی طلب میں سرگرداں ہؤا ہو ۔ جو یہ کہتا ہے کاش وہ یہ بھی بتا دیتا کہ اس نے کتنے بہت سے قرآن شریف پڑھنے والے ایسے دیکھے ہیں جو اس کے ذریعہ دنیا کے کاٹھ کباڑ میں تھوڑا سا حصہ لگانا چاہتے ہیں حالانکہ قرآن تو نصیحت کا سب سے بڑا وسیلہ ہے اور فصاحت کے لحاظ سے بھی سب سے بڑھ چڑھ کر ہے مگر دلوں میں تو فوری منفعت کی محبت جاگزیں ہے ۔

ایک اور فائدہ یہ ہے کہ صبر کی عادت پڑ جاتی ہے اور دوسروں کو دیکھ کر ڈھارس بندھتی ہے ۔ یہ دونوں باتیں اچھے اخلاق میں شمار کی جاتی ہیں ۔ جب ایک سمجھدار آدمی یہ دیکھتا ہے کہ دنیا کی تکلیفوں سے نہ تو کوئی نبی کریم بچ سکا اور نہ کوئی بادشاہ عظیم ، بلکہ کوئی فرد بشر بھی ایسا نہیں جو محفوظ رہا ہو تو وہ جان لیتا ہے کہ جو مصائب دوسروں پر ٹوٹے وہ اس پر بھی ٹوٹیں گے اور جو ان پر گزری وہ اس پر بھی گزرے گی : ۔

وھل انا الا من غزیّۃ ان غوت غویت وان ترشد غزیۃ ارشد[1]
میں قبیلہ غزیّۃ ہی کا ایک فرد ہوں ، اگر قبیلہ گمراہ ہوگا تو میں بھی گمراہ ہونگا ، اگر قبیلہ صحیح راستے پر چلے گا تو میں بھی صحیح راستے پر چلوں گا ۔

۱ ۔ بیت کا قائل دُرَید بن الصِمّۃ ہے ۔

Marfat.com

اسی حکمت کے پیش نظر قرآن مجید میں قصے بیان کیے گئے ہیں :
" انّ فی ذلک لذکری لمن کان له قلب او القی السمع وھو شھید "[۱]
(اس میں نصیحت کا سرمایہ ہے دل والوں کے لیے اور ان حاضرین کے لیے جو کان دھر کے سنتے ہیں) ۔ اگر کوئی یہ خیال کرے کہ قصے بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے خوش وقتی کا سامان فراہم کیا ہے تو یہ سمجھنا چاہیے [ص : ۲۵] کہ وہ پوری طرح ان کج عقیدہ لوگوں کی باتوں میں آ گیا ہے جو ایک کھائی کے کچے کنارے پر ہوتے ہوئے[۲] کہتے ہیں کہ [یہ] پرانے لوگوں کے قصے ہیں جو انھوں [محمد صلعم] نے سن کر لکھ لیے ہیں "[۳]۔

ابو بکر محمد بن علی بن خمیس[۴] ' تاریخ مالقة ' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں : " کتاب اور سنت کے بعد سب سے زیادہ توجہ کے لائق اور حصول کے قابل اخبار کا علم ہے جو اچھے اوصاف اور اچھے کارناموں پر مشتمل ہوتا ہے ۔ اس سے نصیحت ہوتی ہے کہ زمانہ کیسے کیسے پلٹے کھاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ زمانے میں کیسے عجیب واقعات اور خبریں رونما ہوئی ہیں ۔ اس کے ساتھ ہی ان اہل علم کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جن کے نقش قدم پر چلنا اور جن کے اوصاف اور حالات کو کتابوں میں محفوظ رکھنا تمھارا فرض ہے تاکہ وہ تمھاری نظروں کے سامنے ایسے ہی ہوں جیسے سچ مچ کے انسان ، ہر حال میں سر گرم عمل اور تمھارے ساتھ مصروف گفتگو ، جن صفات کے وہ حامل تھے ان کے لیے مشہور ہوں ، (تاکہ) جو ان کی صورتیں نہ دیکھ سکے وہ ان کی سورتیں (اقوال) پڑھے ، جس کو زندگی میں یہ موقع نہیں ملا کہ ان سے آنکھیں چار کرے وہ اُن کی خوبیوں کا مشاہدہ کرے اور ان کے مرتبے اور درجے کو پہچانے کہ ان میں سے کون منقول اور معقول کا ماہر ہے اور کون

۱ - قرآن ۵۰ / ۳۷ -
۲ - قرآن ۹ / ۱۰۹ : " علی شفا جرف هار " -
۳ - قرآن ۲۵ / ۵ : " قالوا اساطیر الاولین اکتتبها " -
۴ - ف بعد ۶۳۶ھ -

Marfat.com

محسوسات اور آشکال کے بارے میں صاحب امتیاز ہے ۔ تحقیق سے یہ بھی معلوم کرے کہ ان میں سے کون زیور ادب سے آراستہ ہے اور کون قیادت و حکومت کی گود میں پلا ہے ۔ اس طرح وہ پوری سرگرمی سے کوشش کرے گا کہ ان کا دامن جا پکڑے اور ان کے زمرے میں شامل ہو جائے ۔

ابو اسحٰق ابراہیم بن عبداللہ بن المنعم بن ابی الدّم الفقیہ القاضی الحمَوی الشافعی[1] فرماتے ہیں : " اسلامی تاریخ بڑی حد تک سچی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خاص فائدے کی حامل ہے ۔ وہ یہ کہ اس میں امت محمدیہ کے علما کا ، ان کی خوبیوں کا ، علم کا ، وعظ و حکمت کا ، اور ان تمام احوال کا ذکر ملتا ہے جن سے ایک باعمل انسان اپنے امور میں رہبری حاصل کرتا ہے اور غور و فکر کر کے ان علما کے اقوال اور بیتے ہوئے احوال سے اور ان تمام دینی اور دنیوی خوبیوں سے جو ان کی بابت منقول ہیں فائدہ اٹھاتا ہے "۔ آگے چل کر وہ کہتے ہیں : " تاریخ کا علم گویا سرپوش ہے ان تمام علوم شرعیہ کا جن پر ہمارا مدار ہے اور منقول اور معقول کے تمام اقسام کا جن کے حصول میں ہم کوشاں رہتے ہیں " ۔

الشمس ابو المظفر یوسف بن فرغلی الحنفی سبط ابن الجوزی[2] کہتے ہیں :- " جن کی فطرت نیک ہوتی ہے اور عقل کجی سے پاک ہوتی ہے ۔ انھیں شوق ہوتا ہے کہ تمام باتوں کی اصل کا پتا لگائیں ، وہ کوشش کرتے ہیں کہ واقعات کا پورا پورا علم حاصل کریں ۔ جو شخص قضا و قدر کی کار فرمائی اور لیل و نہار کے قاعدوں کا بنظر غائر مطالعہ کرتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو تمام زمانوں میں موجود رہا ہو اور تمام باتوں کا ذاتی تجربہ رکھتا ہو ۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے جو سب سے بڑھ کر سچا ہے ، اگلوں اور پچھلوں کے سردار کو ارشاد خداوندی اور حکم ربانی

۱ - ف ۶۱۲ھ -

۲ - ۶۵۴ھ ۔

Marfat.com

کے ذریعے اس آیت میں بتائی ہے : وکُلاً نقصّ علیک........ [ص : ٢٦] للمومنین[١] ۔ نیز اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے : ذلک من أنباء القُریٰ نقصّہُ علیک منها قائمٌ وّحصید ‘‘[٢] (یہ بستیوں کی چند داستانیں ہیں جو ہم تم کو سناتے ہیں ، ان میں سے کچھ باقی ہیں اور کچھ ملیا میٹ ہو چکی ہیں) ۔ اس قسم کی آیات بکثرت ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی (علیہ الصلوۃ والسلام) کو یہ احسان جتاتا ہے کہ گزشتہ وقتوں اور زمانوں میں جو امتیں تھیں ان کی خبریں سنائی جاتی ہیں ۔ جیسا کہ معلوم ہے ، اس بارے میں لوگوں کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں : بعض پرانے حکما کی سیرت کا مطالعہ پسند کرتے ہیں ، بعض انبیا ، خلفا ، بادشاہوں ، وزیروں اور شاعروں کی خبروں سے دلچسپی رکھتے ہیں یا فضیلت والوں ، زاہدوں اور نیک لوگوں اور عبادت گزاروں کی سیرت کا مطالعہ پسند کرتے ہیں ۔ کسی کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ کسی مدبر کی سیرت پڑھ کر حسن تدبیر کا سبق حاصل کرے یا کسی نا کارہ فرد کے حالات پڑھ کر اس کی سی باتوں سے اچھی طرح بچ سکے ۔ یہی خاص بات ہے جو سیرت کے مطالعے سے ہر اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جو معنی کو اچھی طرح سمجھتا اور خبروں کو خوب پرکھتا ہے ۔ مزید کہتے ہیں ’’ چونکہ عام طور پر تاریخوں میں اچھی بری ، ضعیف اور قابل اعتماد سبھی قسم کی باتیں ہوتی ہیں ، پھر بے سود تکرار بھی ہوتی ہے اور یہ عجیب و غریب باتیں اتنی ہوتی ہیں کہ ہزار طلب کر بھی ان کو جمع کرتے کرتے تھک کر بیٹھ جائیں اس لیے میں نے اللہ سے استخارہ کیا......‘‘ تا آخر کلام ۔

المحیوی ابو زکریا یحییٰ بن شرف النّوَوی[٣] ’ طبقات الفقہا ‘ کے شروع میں — جو انہوں نے ابن الصلاح[٤] کی کتاب سے نقل کی ہے

١ - لحظ ص ٥ و ١٦ سبق ۔
٢ - قرآن ١١ / ١٠٠
٣ - ف ٦٧٦ھ ۔
٤ - عثمان بن عبدالرحمٰن بن الصلاح ، ف ٦٤٣ھ ۔

Marfat.com

اور حروف تہجی کے مطابق مرتب ہے ۔ فرماتے ہیں :۔ انسان کا علما کے حالات سے واقف ہونا موجب کمال و زینت ہے اور طلبا اور اہل علم کا ان سے بے خبر رہنا عیب اور ننگ ہے ۔ جو بیدار مغز ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ معلومات بڑی ہی مفید اور کار آمد ہیں اور ان سے ناواقفیت نقص اور فساد کا سبب بنتی ہے ۔ اس لیے کہ علما دین کے محافظ ہوتے ہیں اور دین ہی ابدی سعادت کی بنیاد ہے ، نیز وہ علم کے راوی ہوتے ہیں اور علم ہی بلند مراتب کے حصول کا زینہ ہے ۔ ان کا کمال دوسروں میں بھی جن تک ان کا علم پہنچتا ہے ، کمال پیدا کرتا ہے ۔ ان کی کوتاہی دوسروں کے لیے خلل اور خرابی عقل کا باعث بنتی ہے ۔ جب علما میں اختلاف ہو تو علم کے خوشہ چینوں سے ان کے تمام اچھے برے حالات پوچھے جاتے ہیں ۔ جو شخص ان کے بارے میں کچھ نہ جانتا ہو وہ کھرے کھوٹے میں تمیز کرنے سے عاجز رہتا ہے ۔ صحیح کے مصنف مسلم سے ہمیں روایت پہنچی ہے کہ انھوں نے فرمایا : " علم کے خواستگار اور طلبگار کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ جانے کہ علم میں مختلف علما کا کیا درجہ ہے اور ان میں سے کس کو کس پر فضیلت حاصل ہے ۔ خواص کے احوال سے آگاہی ان کے ساتھ رشتے اور نسبی تعلق کے [ص : ۲۷] مرادف ہے جو قیامت کے روز ان کی شفاعت کا ذریعہ و وسیلہ ہوگا ۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک عالم اپنے طالب علم کے لیے بمنزلہ والد کے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے ۔ پس اگر وہ عالم کی بابت کچھ نہ جانے تو ایسا ہی ہوگا جیسے اپنے باپ کی بابت کچھ نہ جانے بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ کہلائے گا ۔ بخدا اگر کسی فقیہ سے مثال کے طور پر مُزنی[1] اور غزالی[2] کی بابت پوچھا جائے اور اسے یہ پتا نہ ہو کہ دونوں میں زمانے اور رتبے کے لحاظ سے کیا فرق ہے تو اس کو رسوا کن حد تک قصور وار گردانا جائے گا ، اس کی یہ کوتاہی

---

۱ - اسمٰعیل بن یحییٰ ، ف ۲۶۴ھ -

۲ - محمد بن محمد ، ف ۵۰۵ھ -

Marfat.com

اس کو داغدار کر دے گی۔ اہل حدیث نے اپنے راویوں کے متعلق اس بات کا حق ادا کر دیا ہے، جرح و تعدیل پر ان کی کتابیں اسی سے بھری پڑی ہیں، نیز سب معلومات ترتیب کے ساتھ ان تالیفات میں جمع ہیں جنھیں 'تواریخ' کہا جاتا ہے۔ البتہ فقہا نے اس کی طرف سے بے پروائی برتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں وہ پہلی سی خصوصیت باقی نہ رہی کہ تحقیق اور علمی کاوش و امتیاز کے لحاظ سے اپنے ائمہ کے فرق مراتب کو پہچانیں۔ مجھے نوجوانی ہی سے ان چیزوں کا خاص اہتمام رہا۔ جہاں خیال جاتا ہے وہاں سے بھی اور جہاں خیال نہیں جاتا وہاں سے بھی میں نے ان کو ڈھونڈ نکالا، نوادر کو اپنی گرفت میں لیا اور تتر بتر چیزوں کو جمع کیا۔ اس کے بعد میں نے ان کتابوں کو لیا جو اہل حدیث نے مشرق و مغرب کے بڑے بڑے شہروں کی تاریخ پر لکھی ہیں اور جن میں ان شہروں کے رہنے والوں اور وہاں آ کر بسنے والوں میں سے خاص خاص لوگوں کا تذکرہ پایا جاتا ہے، پھر میں نے بہت سی قاموسیں دیکھیں جن میں شیوخ حدیث کے نام تھے۔ چند (شیوخ کی سلسلہ وار) فہرستیں اور تواریخ بھی دیکھیں۔ رہیں وہ کتابیں جو فقہا کے تذکرے پر مشتمل ہیں تو ان میں گنتی کے فقہا مذکور ہیں، کتابیں بھی کم ہیں اور ان کا مضمون اور حاصل بھی بہت کم ہے۔ البتہ ان میں غیر صحیح اور ناقابل اعتماد روایتیں بہت ہیں۔ میں نے فقہ کی بڑی بڑی کتابیں بھی چھان ڈالیں اور بے شمار ایسی چیزیں ڈھونڈ نکالیں جو کونوں کھدروں میں دبی چھپی پڑی تھیں..........'' تا آخر کلام۔

ابوالعباس احمد بن علی بن ابی بکر بن عیسی بن محمد بن زیاد المیورقی[۱] 'اعمال الاحتمال' میں، جو میرے خیال میں کتاب کا نام ہے، لکھتے ہیں: جو اللہ کی خاطر محبت کے ساتھ کسی ولی اللہ کا ذکر تاریخ میں کرے گا وہ قیامت کے دن اس ولی اللہ کا ہم درجہ ہوگا اور جو

۱۔ ف ۶۷۸ھ یا اس سے کچھ پہلے۔

Marfat.com

کسی ولی اللہ کے نام کا محبت کے ساتھ تاریخ میں مطالعہ کرے گا تو گویا کہ اس نے زیارت کر لی اور جو کسی ولی اللہ کی زیارت کرے اللہ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے بشرطیکہ وہ ولی اللہ کو اپنی زیارت سے کوئی تکلیف نہ پہنچائے اور نہ وہ اس زیارت کے لیے جاتے ہوئے راستے میں کسی مسلمان کے آزار کا باعث ہو۔ اس لیے کہ ایذا سے عمل باطل ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ (صلعم) نے فرمایا ہے: " جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے وہ کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے اور انسان جس سے محبت کرتا ہے اسی کا ساتھی ہوتا ہے، ایک شخص جن لوگوں سے محبت کرے گا انھیں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا "۔

وَرِّخْهُمْ تحظی بأجر وافر
اذ ذِکْرُهم دینٌ و تقوی واعتصام

ان کی تاریخ لکھو، بڑا اجر پاؤ گے، اس لیے کہ ان کا تذکرہ دین تقویٰ اور پابندیٔ مذہب میں شمار ہوتا ہے

الحبُّ فی المولیٰ ملائم سَعدنا
والبغضُ فیه مَخالفُ احکام الانام

اللہ کی خاطر محبت ہماری سعادت کے لیے سازگار ہے اور اللہ کی خاطر بغض یہ ہے کہ مخلوق کے احکام کی مخالفت کی جائے

[ص : ۲۸] نیز رسول اللہ سے مروی ہے: " جس نے کسی مومن کا تذکرہ لکھا گویا اس نے اسے زندہ کر دیا اور جس نے کسی کا تذکرہ پڑھا گویا اس کی زیارت کی، اور جس نے تذکروں کو زندہ کیا گویا کہ اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی[1] "۔ جو کسی ولی اللہ کی زیارت کرے وہ جنت کے محلوں میں اللہ کی خوشنودی کا مستحق قرار پاتا ہے، اور میزبان کا یہ فرض ہے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ رسول اللہ سے یہ بھی مروی ہے: " جو نیک لوگ مر چکے ہیں ان کا ذکر ایسا ہی

---

۱ - لحظ ص ۱۹ سبق -

Marfat.com

ہے جیسے زندوں میں محبت کرنے والوں کی رحمت و مہربانی ۔ جس نے ایک گروہ کی تاریخ لکھی توقع یہ ہے کہ ان میں سے جو نیک ہوں گے وہ بدوں کے حق میں شفاعت کریں گے ۔ حدیث میں آیا ہے '' ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملے گا اور اعمال کا دار و مدار نیت پر ہی ہے ''۔ ایک قول یہ بھی ہے '' جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو خوشنودی نازل ہوتی ہے ، اور جب رسول اللہ (صلعم) کا ذکر ہوتا ہے تو محبت نازل ہوتی ہے ، اور جب نیک بندوں کا ذکر ہوتا ہے تو رحمت نازل ہوتی ہے ، جو ان کا ذکر کرے اس کو وہ سعادت کی منزل میں اپنے ساتھ بٹھاتے ہیں ۔ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے وہ کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے اور انسان جس سے محبت کرتا ہے اسی کا ساتھی ہوتا ہے[1] اور اس کو وہی ملتا ہے جس کی وہ نیت کرے ''۔

التاج ابو طالب علی بن انجب الخازن[2] کہتے ہیں : جس کے پڑھنے اور سننے سے تھکے ہوئے ذہن کو سب سے زیادہ راحت میسر آئے ، جس کے فائدے اور نفع سے تمام غم دور ہو جائیں ، جو حد درجہ دلچسپ بات چیت اور بہترین خبروں کا سرمایہ ہو ، وہ وہی ہے جس سے نصیحت اور عبرت دونوں حاصل ہوتی ہیں یعنی علم تاریخ یا اخبار ۔ اسی علم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حکومتوں کے الٹ پھیر کیسے ہوتے ہیں ۔ ان میں جلد جلد تبدیلیاں کیونکر ہوتی ہے اور حالات کس طرح پلٹا کھاتے ہیں تاآنکہ ان کا زوال اور خاتمہ ہو جاتا ہے '' ۔ نیز اپنی کتاب '' اخبار الوزراء فی دُوَل الائمۃ الخلفاء '' میں وہ کہتے ہیں کہ ان کے خیال میں یہ کتاب تاریخ کی کتابوں میں سب سے زیادہ مفید ہے ، اس کا حاصل سب سے زیادہ اور اثر سب سے نمایاں ہے ، اس کی خبریں سب سے دلچسپ ، اس کی باتیں سب سے اچھی اور اس کا پھل سب سے میٹھا ہے اس لیے کہ اس سے فضیلتوں کے حاصل کرنے اور برائیوں سے بچنے کی

۱ - لحظ ص ۲۷ سبق ۔

۲ - معروف بہ ابن الساعی ۵۹۳ - ۶۷۴ھ ۔

Marfat.com

تحریک ہوتی ہے۔ بلا شبہ بڑے بڑے لوگ جو اقبال مند ہوں اور کاشانوں کے مالک ہوں ان کی اکھاڑ پچھاڑ ایک نصیحت پذیر شخص کے لیے سامان عبرت اور غور و فکر کرنے والے کے لیے کار آمد تجربہ ہے۔ ہر عقل مند فرد جب نیک اخلاق دیکھتا ہے تو انھیں پسند کرتا ہے، برے اعمال دیکھتا ہے تو انھیں ناپسند کرتا ہے، بھلائی کے فائدے دیکھتا ہے تو ان کا طلب گار بن جاتا ہے، برائی کے نتائج دیکھتا ہے تو ان سے دور بھاگتا ہے۔ بلند ہمت اور عزت نفس والے لوگ ہمیشہ اچھی خبروں کا شوق رکھتے ہیں تاکہ ان کا پیوند لگا کر اپنی سمجھ کی کار کردگی میں اضافہ کریں، اُن سے اپنے ذہن کو جلا دیں، دل بیدار رکھیں اور عقل کی تربیت کریں۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ اس غور و فکر سے توحید اور باری تعالیٰ کی وحدانیت کے اعتراف کا جذبہ ابھرتا ہے، اس لیے کہ جب بنظر غائر دیکھا جائے کہ تقدیر کی کار فرمائی کس طرح ہوتی ہے، زمانہ کس طرح پلٹے کھاتا ہے، رات دن کس طرح ادلتے بدلتے رہتے ہیں، قومیں کس طرح پے در پے ایک دوسرے کی جگہ لیتی ہیں اور حکومتیں [ص : ۲۹] کس طرح دست بدست گردش کرتی اور چکر کاٹتی رہتی ہیں تو اس سے سبق سیکھنے والے کو عبرت حاصل ہوتی ہے، جو غفلت میں ہو وہ بیدار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''و تِلک الایّامُ نُداوِلُہا بین النّاس''[1] (زمانے کا ہم نے یہی حال بنایا ہے 'آج کسی کا کل کسی کا') اور اگر ایک سبق سیکھنے والے کو صرف اتنا ہی فائدہ حاصل ہو جائے کہ وہ اس دار فانی پر کم بھروسہ کرنے لگے اور اس کے دل میں آخرت جاودانی کی رغبت بڑھ جائے تو ضمیر کے نیک کاموں کی طرف متوجہ ہونے اور صالح کردار پر کمر بستہ ہونے کے لیے یہی کافی ہے۔

ابو زید عبدالرحمٰن بن محمد بن علی الانصاری القیروانی[2] اس شہر

---

۱ - قرآن ۳/۱۴۰ -

۲ - ف ۶۹۶ھ -

Marfat.com

(قیروان) کی تاریخ میں کہتے ہیں کہ انھوں نے صرف اہل علم ، دیندار اور اللہ کے نیک بندوں کا ذکر کیا ہے ۔ یہ مناسب اور ہر لحاظ سے بہتر ہے ، نیز شرف اور کمال کا موجب ہے ۔ اس کے ذریعے بڑا اجر اور گراں قدر ثواب جلد از جلد حاصل کیا جا سکتا ہے ۔ اس لیے کہ ان کا تذکرہ بڑی برکتوں کے نزول کا باعث ہے اور تقرب کا اعلیٰ سبب ہے ۔ نیکوں کے ذکر سے ضرور رحمت نازل ہوتی ہے ۔

البہاء ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن یعقوب الجنَدی[1] کا قول وہی ہے جو ہم ابن جریر کی عبارت کے ضمن میں اوپر درج کر آئے ہیں ۔

العلَم ابو محمد القاسم بن محمد البیرزالی[2] کہتے ہیں : یہ بہترین اور سب سے پسندیدہ علم ہے ، اس کے فائدے سب سے بڑھ کر اور سب سے نمایاں ہیں ، اس کی باتیں سب سے زیادہ کمال اور درخشانی رکھتی ہیں ، یہ عبرت حاصل کرنے کا وسیلہ اور بصیرت بڑھانے کا طریقہ ہے ۔ یہ ایک تحفہ ہے جو تمہیں گزری ہوئی قوموں کے روبرو لاتا ہے ۔ یہ ایک تفریح ہے جس کی بدولت مطالعہ کرنے والے کا دل خوش ہو جاتا ہے اور زبان رواں ہو جاتی ہے '' ۔

الکمال جعفر الاُدفُوی[3] ' الطالع السعید ' کے مقدمے میں لکھتے ہیں : '' یہ ایسا فن ہے کہ اس کی بہت ضرورت رہتی ہے ، اس کی بڑی ہی قدر کی جانی چاہیے ۔ اس کی بدولت بعد میں آنے والے اگلوں کے حالات سے واقف ہوتے ہیں اور پہچان لیتے ہیں کہ کون تعظیم و اکرام کا مستحق ہے اور کون ایسا ہے کہ دھیلے کے برابر قیمت نہیں رکھتا ، کس پر جرح اور کس پر تعدیل لاگو ہے ، کون کن طریقوں پر کار بند رہا ہے ، کون کن اخلاق سے متصف ہے اور کس نے کون سے حقائق دنیا کے سامنے رکھے ہیں ۔ نیز یہ علم انساب کو محفوظ کرنے کا بہترین ذریعہ

---

۱ - لحظ ص ۱۶ سبق ۔

۲ - ۶۶۵ - ۷۳۰ھ ۔

۳ - جعفر بن ثعلب (؟) الادفوی ، ف ۷۳۸ھ ۔

Marfat.com

ہے تاکہ ان کا عمل جاری رہے - بڑے بڑے حفاظ حدیث اور بیدار مغز علما نے اس پر اتنی کتابیں لکھی ہیں کہ ان کی تعداد آسمان کے ستاروں کے برابر ہے - یقیناً ان میں سے بعض نے سنہ کے لحاظ سے ترتیب رکھی ہے اور بعض نے ناموں کے لحاظ سے تاکہ زیادہ نمایاں اور درخشاں رہے - کسی نے مخصوص طور پر کسی ایک ملک کو لیا ہے اور کسی نے ہر ملک اور ہر معاشرے سے بحث کی ہے[۱] -

[ص : ۳۰] محمد بن ابراہیم بن ساعد بن الاکفانی[۲] '' ارشادُ القاصد الی أسنی المقاصد '' میں جو ایک نفیس کتاب ہے ، رقمطراز ہیں : تاریخ کی کتابوں کا فائدہ یہ ہے کہ بادشاہوں کا ، عالموں اور بڑے بڑے لوگوں کا اور گزشتہ زمانے کے واقعات کا علم حاصل ہو جاتا ہے - اس سے دل بھی خوش ہوتا ہے اور اہل بصیرت کو عبرت بھی حاصل ہوتی ہے - ہمارے زمانے میں صحیح ترین تاریخ وہ ہے جو ابن الاثیر الجزری[۳] نے تالیف کی ہے بعض کتابیں ایسی بھی ہیں جن میں اچھی اچھی خبروں کے ساتھ پسندیدہ اشعار بھی جمع کر دیے گئے ہیں ، بدیں وجہ ان تالیفات کا حسن بہت بڑھا ہؤا ہے ، مثلاً ' التذکرة الحمدونية '[۴] و ' ریحانة الادب ' از ابن سعید[۵] و ' العقد ' از ابن عبدربہ[۶] و ' فصل الخطاب '

---

۱ - الطالع السعید (مصر ، ۱۳۳۳ھ) میں ' ناد ' (معاشرہ) کے بجائے ' واد ' (وادی) ہے -

۲ - ف ۷۴۹ھ -

۳ - عز الدین ابن الاثیر مصنف ' الکامل فی التاریخ ' -

۴ - محمد بن الحسن بن حمدون ف ۵۶۲ھ -

۵ - علی بن موسیٰ بن سعید ، ساتویں صدی ھ - ان کی تصنیف کا نام ' تجارب الامم ' جیسا کہ متن میں اس جگہ ہے ، غلط ہے - ص ۱۶۲ لحق میں صحیح نام درج ہے -

۶ - احمد بن محمد ، ف ۳۲۸ھ -

Marfat.com

از التیفاشی[۱] و ' نشر الدّرر ' از الابی[۲] وغیرھا ۔

میری نظر سے گزرا ہے کہ کسی نے اپنی کتاب ' الدرّ المنظم فی العلم والتعلیم ' میں ابن الاکفانی سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کی ہے :
" تاریخ کی کتابوں سے فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ عالموں اور عاقلوں کی خبریں اور ان کے حالات ، زمانے کے حادثات اور لوگوں کی سیرتیں نیز ان کی وہ خوبیاں اور برائیاں جو زمانے نے ان کی موت کے بعد باقی رکھی ہیں سب معلوم ہو جاتی ہیں " ۔

مشہور ولی اللہ العفیف الیافعی[۳] نے اپنی تاریخ کا جو کہ ہجری سنوں کے مطابق مرتب کردہ ہے ، یوں نام رکھا ہے " مرآۃ الجنان و عبرات الیقظان ...... " ۔ دل کا آئینہ اور بیدار مغز کے لیے سامان عبرت ، جو معتبر حوادث ، کوائف انسانی کے الٹ پھیر ، اور نامی گرامی لوگوں کی موت کی تاریخ جاننے سے فراہم ہوتا ہے " ۔ اس کے شروع میں انھوں نے مندرجہ ذیل ابیات درج کیے ہیں : ۔

أیا طالباً علمَ التواریخ لم یشن
با خلال تفریطٍ و إملال افراطٍ

اے علم تاریخ کے شوقین ، اس میں کوئی عیب نہیں ہے نہ تو تو اختصار کی الجھن کا اور نہ طولانی باتوں سے اکتانے کا

تلاقَ کتابا قدأتتی متوسطا
وخیرُ امورٍ حلّ منھا بأوساطِ

---

۱ ۔ احمد بن یوسف ، ۵۸۰ ۔ ۶۵۱ھ ۔ متن میں ' للسفانسی ' غلط ہے ۔

۲ ۔ منصور بن الحسین ، ف ۴۲۱ھ ۔ متن میں ' ھودرر اللالی ' غلط ہے ۔ یہ غلطیاں ویسی کی ویسی ص ۱۶۲ لحق میں بھی پائی جاتی ہیں ۔

۳ ۔ عبداللہ بن اسعد ، ف ۷۶۸ھ ۔

Marfat.com

یہ لو ، ایک ایسی کتاب جو درمیانی ہے اور اچھی چیزیں وہی ہوتی ہیں جو درمیانے درجہ کی ہوں

مُحلّی باشعارٍ زَھَتْ و نوادرٍ
وما لاقٌ من اِثبات ذکرٍ و اسقاطِ

یہ آراستہ ہے خوبصورت اشعار اور نوادر سے اور جو بات جس لائق ہو اس کے ذکر یا حذف سے

ومِن دُرَرِ الالفاظ غُرٌّ معانی (؟)
و نُخشَباتِ جودات نقاوة لقّاطِ

اور موتی جیسے الفاظ سے جن کے معانی چمکتے ہیں اور ایسی منتخب اور نفیس چیزوں سے جنھیں نہایت توجہ سے چن کر جمع کیا گیا ہو

بِذاک اعتبارٌ واطّلاع مطالعٍ
علی علم دھرٍ رافع الخَلق[1] حطّاطِ

پڑھنے والے کو اس سے عبرت ہوتی ہے اور وہ خوب جان جاتا ہے کہ زمانہ کیسا ہے جو انسانوں کو کبھی اوپر اٹھاتا اور کبھی نیچے گرا دیتا ہے

و تصریف ایام حکیم مُداولٍ
بھا مقسطٍ فی خلقہ غیر قسّاطِ

اور کس طرح ایک حکمت والا زمانے کو گردش میں لاتا ہے اور ایک دوسرے کو منتقل کرتا ہے - وہ جو اپنی مخلوق کے ساتھ انصاف ہی کرتا ہے اور کبھی ظلم نہیں کرتا

فکم فی تواریخ الوقائع عبرة
لمعتبرٍ خاشی العواقب مُحتاط

تاریخی واقعات میں کس قدر سامان عبرت ہے اس شخص کے لیے جو

---

۱ - اصل متن ' الدھر ' — تصحیح از مرآة الجنان -

Marfat.com

سبق سیکھے ، عواقب سے ڈرے اور احتیاط سے کام لے

فتیً من صروف الدھر حزمٍ مُجانبٍ
تعاطی اُمورٍ معطیات لمتعاطٍ

جو باکمال ہو اور زمانے کی اونچ نیچ سے اتنا باخبر ہو کہ باز رہے اُن کاموں میں دخل دینے سے جو کسی دوسرے کے حصے کے ہوں

قنوعٍ بما فیہ الخبیرُ اقامہ
وقدّرہُ راضی القضا غیر مسخاطٍ

جو مطمئن ہو اُس مقام میں جہاں کہ خدائے خبیر نے اُسے رکھا ہے اور جو اس کے لیے مقدر ہے اس سے راضی رہے بغیر اس کے کہ قضا و قدر کے خلاف غم و غصہ رکھے

[ص : ۳۱]

أجِرْ ربِّ من کلّ البلایا و فتنۃٍ
بدُنیا بھا کم ذی افتتانٍ وکم خاطیِ

اے رب ! تو پناہ میں رکھ تمام مصیبتوں اور فتنوں سے اس دنیا میں جو فتنہ پروروں اور خطا کاروں سے بھری پڑی ہے

وکم غارقٍ فی بحرھا جاشطیہ
فکیف بمن للبحر قد جاوزَ الشاطیِ

ایسے تو بہت سے ہیں جو اس کے سمندر میں غرق ہوتے ہوتے پھر کنارے کو آ لگے لیکن کیا ہوگا اُس کا جو سمندر میں دور نکل جائے اور کنارہ اس کی نظروں سے بالکل اوجھل ہو جائے

البدر ابو محمد بن عبداللہ بن محمد بن فرحون المدنی المالکی۱ '' نصیحۃ المُشاورِ و تعزیۃ المُجاوِر '' میں ان لوگوں کا رد کرتے ہیں جو اس کو برا سمجھتے تھے کہ مسجد نبوی میں حاکم یا مفتی یا عالم کے بیٹھنے کی جگہ پتھر یا ایسی ہی اور کوئی علامت نصب کی جائے۔

۱ - ف ۸ ویں صدی ھ کے اواخر میں۔

Marfat.com

اسی ضمن میں وہ اپنے بہت سے معاصرین کا اور ان کی بعض کرامات کا ذکر کرتے ہیں تاکہ ان کی یاد زندہ رہے اور ان کے علم کا حلقہ وسیع ہو ۔ ساتھ ہی وہ بہت سی اچھی باتیں اپنے پیشرو ثقہ علما کی تواریخ سے لے کر شامل کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں '' جس شخص تک یہ باتیں پہنچیں لیکن وہ ان کی روایت کی صحت کی بابت کچھ نہ معلوم کر سکا وہ ان باتوں کو اس جگہ مندرج پا کر خوش ہو گا ۔ یہ بھی توقع کی جاتی ہے کہ شاید کوئی انصاف پسند ان باتوں کو پڑھ کر یہ کوشش کرے کہ اُن علما کے روشن اخلاق خود اس میں بھی پائے جائیں اور وہ بھی ان کے بلند اخلاق کا خوشہ چیں بن جائے '' ۔ مزید وہ کہتے ہیں کہ '' اللہ علما کے اجر میں اضافہ کرتا ہے بایں طور کہ جاہل لوگوں کو ان پر مسلط کر دیتا ہے ، خاص طور سے ایسے لوگوں کو جو اپنی بابت یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اس درجے کو پہنچ گئے ہیں کہ شکوک رفع کر سکیں حالانکہ وہ اس درجہ سے بہت پست ہوتے ہیں ۔ اللہ نے کیسی خوبی عطا کی تھی مالک (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو جن کا ارشاد ہے کہ '' کوئی بھلائی نہیں اس شخص میں جو اپنے تئیں ایسے مرتبے کا مالک جانے جس کا لوگ اسے اہل نہیں سمجھتے ۔ میں تو مسجد میں (تدریس کے لیے) اس وقت تک نہیں بیٹھا جب تک ستّر شیوخ اہل علم نے اس بات کی شہادت نہ دی کہ میں اس کا اہل ہوں '' ۔ اللہ ان پر اور ہم سب پر مہربانی کرے ۔

الحافظ المحیوی ابو محمد عبدالقادر القرشی الحنفی[1] ' طبقات الحنفیّۃ ' میں کہتے ہیں : '' علماء کے سوانح یعنی ان کے حالات ، ان کے مناقب ، ان کے زمانہ ہائے حیات اور ان کے مراتب بیان کرنے میں بڑے قیمتی فائدے اور اہم نکتے مضمر ہیں : ایک یہ کہ دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے چنانچہ بہت سے بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کے قول '' اَلاَ بذکر اللہ تطمئنّ القلوب ''[2] (یاد رکھو کہ اللہ کے ذکر سے

---

۱ - عبدالقادر بن محمد ، ف ۷۷۵ھ ۔

۲ - قرآن ۲۸/۱۳ ۔

Marfat.com

دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے) سے نبی (صلعم) کے صحابہ کا ذکر مراد لیا ہے اور اس سے اختلاف کی کوئی وجہ نہیں اس لیے کہ صحابہ بہت سی باتوں کا شرف رکھتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انھوں نے نبی (صلعم) کو دیکھا، بحسن و خوبی ان کا اتباع کیا اور ان سے علم حاصل کیا۔ دوسرے یہ کہ ان علما کے کردار کی پیروی کی جاتی ہے اور ان کی اچھی باتوں کو اخذ کیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ ان میں سے ہر ایک کو اس کا صحیح مرتبہ دیا جاتا ہے: جو بلند ہو اس کو عظمت کے صحیح مرتبہ سے نیچے نہیں گرایا جاتا اور کسی کو اس کے مرتبے سے اونچا نہیں اٹھایا جاتا، اس لیے کہ "فوقَ کلِّ ذی علمٍ علیم" (ہر علم والے سے بڑھ چڑھ کر خدا ہے جو سب سے زیادہ جاننے والا ہے)۔ اسی کی طرف رسول اللہ (صلعم) نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے: "لیَلِنِی منکم أُولو الأحلامِ والنُّہیٰ" (میرے قریب تم میں سے اُن لوگوں کو ہونا چاہیے جو عقل اور سمجھ والے ہوں)[1] چوتھے یہ کہ جب 'معارضہ' ہو (یعنی دو عالم ایک دوسرے کے خلاف جائیں) تو ان میں سے جو علم اور تقوی کی رو سے برتر ہو اس کو ترجیح دی جائے۔ پانچویں [ص : ۳۲] یہ کہ ان علما کی تصنیفات بیان کی جائیں اور یہ بتایا جائے کہ ان میں کون سی اس قابل ہیں کہ ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ ان سب کے علاوہ ایک اور فائدہ یہ ہے کہ علما کے مجہول ہونے سے جو داغ لگتا ہے وہ زائل ہو جاتا ہے اور کسی کے لیے یہ گنجائش نہیں رہتی کہ ان کو مجہول قرار دے۔ (ع ق باختصار)

سفیان بن عُیَینۃ کا قول ہے "جب نیک لوگوں کا ذکر ہوتا ہے تو رحمت نازل ہوتی ہے"[2]۔ ابو حنیفۃ (رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں

---

۱ - فتح الملہم شرح صحیح مسلم (بجنور) ۲/۶۵ - نماز میں اور اسی طرح دیگر مجالس میں شرکا کو علم و فضل کے مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے امام یا صدر کے قریب جگہ دینا چاہیے۔

۲ - لحظ ص ۲۰ سبق۔

Marfat.com

’’ علما کے اور ان کی خوبیوں کے تذکرے مجھے فقہ سے کہیں زیادہ پسند ہیں اس لیے کہ وہ تذکرے عبارت ہیں قوم کے اخلاق سے ‘‘ بسا اوقات تاریخ میں جو ان لوگوں کے مصائب کا ذکر آتا ہے جو آزمائشوں میں ڈالے گئے تو اس سے ہر اس شخص کی جو آزمائش میں ڈالا جائے دل جمعی ہوتی ہے - ساتھ ہی ساتھ اس بارے میں بھی دلیل حاصل ہو جاتی ہے کہ نیکوں کے زمرے میں وہ لوگ کتنا بلند پایہ رکھتے ہیں - اسی طرح علما کے وطن اور ملک کے تذکرے سے بھی بہت سے فوائد مترتب ہوتے ہیں -

البرھان ابو اسحق ابراہیم بن علی بن فرحون[1] ، جو بھتیجے ہیں اُن ابن فرحون کے جن کا اوپر ذکر ہؤا ، وہ اپنی کتاب ’طبقات المالکیہ‘ کے خطبے میں لکھتے ہیں : ’’ اس علم کو جاننے کی فضیلت بخوبی واضح ہے ، اس کا نہ جاننا عیب کی بات ہے - یہ جو مقولہ ہے کہ اس کا ’’ علم بے سود اور جہل بے ضرر ہے ‘‘ تو یہ اس کی بابت نہیں بلکہ علم الانساب کی بابت ہے اور ظاہر ہے کہ وہ ایک الگ فن ہے (۵ ق) نہیں بلکہ انساب پر بھی توجہ ضروری ہے اور اس کے بھی بہت سے فائدے ہیں - ابن عبدالبر[2] نے اس کا ذکر کیا ہے اور الشہاب القلقشندی[3] نے بھی اس کا بہت سا حصہ اپنی کتاب میں درج کیا ہے - ولی الدین بن خلدون المالکی[4] اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں :[5]

الموفق ابو الحسن علی بن الحسن بن ابی بکر الخزرجی[6] ’’ تاریخ

---

۱ - ف ۷۹۹ھ -

۲ - یوسف بن عبداللہ ، ف ۴۶۳ھ -

۳ - احمد بن علی ، ف ۸۲۱ھ - ان کی مشہور کتاب ’ صبح الاعشیٰ ‘ ہے - ایک اور کتاب ’ نہایۃ الارب فی انساب العرب ‘ بھی ہے -

۴ - عبدالرحمٰن بن محمد ، ۷۳۲ - ۸۰۸ھ -

۵ - اصل نسخے میں مصنف نے اقتباس کے لیے جگہ خالی چھوڑی ہے جسے وہ پر نہ کر سکے -

۶ - ف ۸۱۲ھ -

Marfat.com

الیمن ' کے مقدمے میں لکھتے ہیں '' میرے لیے اس تاریخ کی تالیف کا باعث یہ ہؤا کہ میں نے لوگوں کو فن تاریخ سے بے توجہی برتتے دیکھا حالانکہ اس کی سخت ضرورت ہے اور اس پر بہت سے کاموں کا دار و مدار ہے۔ اس کے ضمن میں بہت سی نصیحتیں اور اخلاق باتیں بھی آ جاتی ہیں اور ملے جلے رشتوں اور قرابتوں کا بھی تفصیلی تذکرہ ہو جاتا ہے ''۔ اُن کا کہنا ہے کہ '' اگر تاریخ سے واقفیت نہ ہو تو کسی بعد میں آنے والے کو اگلوں کی کوئی خبر نہ ملے ، نہ تو یہ معلوم ہو سکے کہ کون زیادہ فضیلت رکھتا تھا اور کون کم ، اور نہ مشہور و معروف ہستیاں گمنام اشخاص سے ممتاز ہو سکیں '' ۔

الشمس محمد بن عمار المصری المالکی کہتے ہیں : '' اگر اس علم کا صرف اتنا ہی فائدہ ہو تو بہت ہے کہ زمانہ' گزشتہ کی باتیں اور مسلسل روایتیں سامنے آ جانے سے ناخوشگوار زمانے کے بیشتر غم دور ہو جائیں ۔ یہ جان کر کہ غم کا معاملہ بہت پرانا ہے '' ۔ [ص : ۳۳] چنانچہ اندلسی ادیب ، استاد ابو عبداللہ بن الابنار[۱] ' التحفۃ ' میں یہ قصہ لکھتے ہیں کہ امیر تمیم بن یوسف بن تاشفین[۲] ایک مرتبہ غزوہ پر روانہ ہوئے ۔ ان کے ساتھ جو لوگ تھے ان میں ایک میمون الھَوّاری تھے جو قرطبہ کے بڑے فقیہ اور غیر معمولی سمجھ بوجھ کے آدمی تھے اور دوسرے ابوالولید بن رُشد[۳] تھے جن پر سارے کاموں کا دارومدار تھا اور سارے اختیارات بھی انھیں کو سونپے ہوئے تھے ۔ جب انھوں نے مرسیہ کے باہر پڑاؤ کیا تو وہاں ابو محمد بن ابی جعفر ملے اور ان کی مجلس میں گفتگو اس مسئلے پر ہونے لگی کہ '' لا الہ الا اللہ '' اور '' الحمد للہ '' میں فضیلت کس کو ہے ؟ ابو الولید کہتے تھے کہ '' لا الہ الا اللہ '' افضل ہے اور ابو محمد کہتے تھے کہ '' الحمد للہ '' افضل ہے ۔ اس پر میمون نے یہ

۱ - محمد بن عبداللہ ، ف ۶۵۸ھ ۔

۲ - ف ۵۲۰ھ ۔

۳ - محمد بن احمد ، ف ۵۲۰ھ ۔

Marfat.com

بیت لکھ کر بھیجے جن میں وہ ابو محمد کی طرف رخ کر کے برا بھلا کہتے ہیں :

أعِدْ نظرا فیما کتبتَ ولا تکُنْ
بِغیر سِهام للنضال مُسارعَا

تم نے جو کچھ لکھا ہے اس پر نظرثانی کرو اور ایسا نہ کرو کہ بغیر تیر و تفنگ جھٹ لڑائی میں کود پڑو

فد و نک تسلیم العلوم لاَ هلها
و حسبک منها ان تکون متابعا

تمھارے لیے مناسب یہی ہے کہ علم کی باتیں علم والوں پر چھوڑ دو اور تم محض ان کی پیروی پر اکتفا کرو

اخلتَ ابن رشد کالّذین عهد تَهم
و من دونه تلقَی الهِزَبْرَ مُدافِعها

کیا تم سمجھتے ہو کہ ابن رشد بھی انھیں جیسے ہیں جن سے تمھیں پہلے کبھی سابقہ پڑا ہے ۔ درآنحالیکہ تم شیر ببر کو جو پوری طاقت سے مقابلہ کر رہا ہو ان کے مرتبے سے فروتر پاؤ گے

اس کا جواب ابو جعفر بن وضاح[1] نے ابو محمد کی حمایت میں ان کی طرف سے یوں دیا :

رُوَیدَک ما نبَّهتَ مِنّیَ نائما
و دونک فاسْمَعْها اذا کنتَ سامِعا

ذرا ٹھہرو ! تم نے جو مجھے چھیڑا ہے تو یہ نہ سمجھنا کہ میں غافل تھا ۔ لو ! اگر تم سننا ہی چاہتے ہو تو سنو

فلو سلّمتُ تلک العلومُ لاَهلها
لما کنتَ فیما تدّعیهُ منازعا

---

۱ - احمد بن مسلمة ، ف ۵۳۰ھ تقریباً ۔

Marfat.com

اگر علوم علم والوں کے حق میں محفوظ ہوتے تو تم کبھی دخل نہ دیتے ان باتوں میں جن کی بابت تم جھوٹے دعوے کرتے ہو۔

ولو ضمّنا عندالتناظر مجلسٌ
سقیناک فیہ السّمّ لکنّ ناقعا

اگر ہم تم مجلس مناظرہ میں کبھی اکٹھا ہو جائیں تو ہم تمھیں ایسا زہر پلائیں جو ہلاہل ثابت ہو

ابن عمار نے یہ قصہ ایک اور مناسبت سے نقل کیا ہے۔ البتہ میرا مقصد اس کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ غم دور کرنے کی پوری شہادت پیش کروں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں '' بے شک ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے کہ علم میں نااہل شریک ہو جاتے ہیں۔ ان کی شرکت سے میری مراد یہ نہیں کہ وہ علما کے ساتھ ساتھ طلب علم میں مستعدی دکھانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ انھیں جیسے بلند مراتب حاصل کریں بلکہ وہ جاہ کی تلوار اور مال کی دھونس سے ناحق اور زبردستی ان مراتب میں شریک ہو جاتے ہیں جو شرعاً علما کا حق ہے اور ان کے طیلسان کا خرقہ پہنے اور انھیں جیسا عمامے کا پلو ڈالے پھرتے ہیں، لیکن جوں ہی پردہ اٹھاؤ اور حق کی روشنی میں دیکھو تو تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ اس چیز کی نمائش کرتے ہیں جو ان کے پاس نہیں اور جھوٹ اور مکر کے لبادے اوڑھتے ہیں یہاں تک کہ دیکھنے والے ان پر ہنستے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں بلکہ وہ تو تاریخ کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں جس کی یاد کو بار بار تازہ کیا جاتا ہے اس غرض سے کہ دشمنوں کے دفعیے کے لیے ضروری آگاہی میسر رہے ''۔ مزید وہ کہتے ہیں کہ '' گزشتہ و حال سب ہی زمانوں میں لوگوں کی اس حد تک حق تلفی ہوئی ہے کہ [ص: ۳۴] وہ واقعی مر گئے۔ اگرچہ علمی حیثیت سے تصنیف و روایت کی بدولت زندہ و باقی رہے مثلاً سیبویہ جو نحو کے امام تھے، انھوں نے براہ راست عرب سے سن کر یہ علم حاصل کیا تھا، پھر جو علوم ان کے دل پسند تھے اور ان کی تحقیقات کا موضوع تھے ان

Marfat.com

کے بیان میں وہ سب پر فوقیت لے گئے تھے ، ان کو بھی حق تلفی نے مار ڈالا ۔ ان کے مد مقابل اور ان سے مناظرہ کرنے والے کسائی تھے جب برامکہ نے ان دونوں کو بلایا اور '' مسألة الزنبور '' کی بابت پوچھا تو سیبویہ نے ٹھیک ٹھیک جواب دیا جو عرب کے سلیقے اور ان کی زبان کے طریقے کے عین مطابق تھا لیکن کسائی نے اس کو نہ مانا وہ زبردستی کرتا رہا محض اس بل پر کہ وہ الرشید کا چہیتا اور اس کا منظور نظر تھا ۔ بالآخر بدو عرب بلائے گئے تا کہ وہ یہ بتائیں کہ دونوں میں کون صحیح ہے ۔ عربوں نے محض یہ سن کر کہ یہ کسائی کا قول ہے اس کی تایید کر دی اس لیے کہ کسائی کا درجہ بڑا تھا یا اس لیے کہ بعض روایات کے مطابق ان کو پہلے سے اس بات کی رشوت دے دی گئی تھی حالانکہ وہ اس طریقے پر بولنے سے عاجز تھے اور سیبویہ ، یحیی بن خالد برمکی سے کہتے ہی رہ گئے کہ ان عربوں سے کہیے کہ بول کر دکھائیں ، ان کی زبانیں اس طرح رواں ہی نہ ہوں گی[1] ۔ اس کے بعد سیبویہ کے بس میں اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ وہ مجبوری اور حق تلفی کا احساس لیے بصرہ چھوڑ کر فارس چلے جائیں ، چنانچہ وہ مرتے دم تک وہیں رہے ۔ ابن حازم الاندلسی[2] نے اس مسئلہ (الزنبور) کا ذکر کرتے ہوئے اس واقعہ کو اپنے '' المنظومة النحوية '' میں درج کیا ہے ، چنانچہ وہ کہتے ہیں ..... '' اس کے بعد [ابن عمار نے] ابیات نقل کیے ہیں ۔

'' ایسے ہی لوگوں میں سے جنھوں نے حق تلفی کے سبب حال میں جان دی الجمال بن مالک[3] ہیں جو سارے جزیرہ عرب میں نحو اور لغت

---

۱ ۔ سیبویہ کا کہنا تھا کہ اس مثال میں '' قد کنتُ اظنُّ انّ العقربَ اشدّ لسعةً من الزّنبور فاذا هُوَ هِيَ '' صحیح یونہی ہے فاذا هُوَ هِيَ '' اس کے مقابلے میں کسائی کو '' فاذا هُوَ ایّاها '' (منصوب) کی صحت پر اصرار تھا ۔

۲ ۔ حازم بن محمد ، ف ۶۸۴ھ ۔

۳ ۔ بظاہر محمد بن عبداللہ ، ف ۶۷۲ھ ، مصنف ' الالفية ' مراد ہیں ۔

Marfat.com

کے مانے ہوئے راوی تھے باوجودیکہ وہ بڑی اچھی صفات کے مالک تھے اور ان کو بہت کچھ ضرورت اور تنگی بھی لاحق تھی مگر جب وہ دمشق کے ایک گاؤں میں خطیب ہوئے تو ایک جاہل نے ان کی مخالفت کی اور خطابت ان سے چھین لی ۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ وہ مرنے کے قریب ہو گئے ۔ خاص وجہ یہ ہوئی کہ وہ جمعہ کی نماز کو آئے اور خطبہ اور نماز سے فارغ ہو کر اُس جاہل سے پوچھ بیٹھے کہ ' الف ' کا مخرج تو بتاؤ ۔ وہ چکرا گیا ، اسے یوں معلوم ہؤا جیسے ابن مالک کوئی عجمی زبان بولے ہوں ۔ پھر اس نے سارے حروف تہجی گنا ڈالے اور الف سے شروع کرتے ہوئے سب کے سب بتا دیے ۔ لیکن وہ عوام جو اس جاہل کے ساتھ تھے خوشی سے چیخ پڑے کہ پوچھی تو ایک بات اور جواب ملا ۲۹ کا ۔ جاہل کی کسی نے نہ سنی چنانچہ وہ خاموش ہو گئے اور چند ہی دن بعد انتقال کر گئے '' ۔

ابن عمار نے یہ قصہ اور اس جیسے اور بہت سے قصے بڑی تفصیل سے درج کیے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن الرفعة[1] جو بہت بڑے عالم تھے '' مُعِید '' (مددگار مدرس) کے منصب تک بھی نہ پہنچ پائے درآنحالیکہ بہت سے جاہل مال و دولت کے ذریعے یا کمینے جاہ طلب لوگوں کے ساتھ میل جول گانٹھ کر ' مدرّس ' کے مراتبے کو جا پہنچے ۔ ابن الحاجب[2] جب دمشق سے واپس آئے تو قاہرہ اور اسکندریہ میں ان کی سب سے بڑی عزت افزائی یہ ہوئی کہ انھیں '' شاہد '' [3] مقرر کر دیا گیا ، چنانچہ ابن خلکان[4] اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ [ص : ۳۵] '' وہ متعدد بار میرے پاس شہادت دینے آئے ، میں نے ان

---

۱ ۔ بظاہر احمد بن محمد ف ۷۱۰ھ ۔ اتنا ضرور ہے کہ وہ خاصے کامیاب تھے ۔

۲ ۔ عثمان بن عمر ، ف ۶۴۹ھ ۔

۳ ۔ Notary = قانونی کاغذات کی تصدیق کا مجاز ۔

۴ ۔ احمد بن محمد بن خلکان ، ف ۶۸۱ھ ۔ مصنف '' وفیات الاعیان '' ۔

Marfat.com

سے بہت سے عربی زبان کے مشکل مسائل پوچھے اور انھوں نے پورے سکون اور وثوق کے ساتھ شافی جواب دیا ''۔ ابن عمار نے اس قسم کی بہت سی باتیں لکھی ہیں جو سب کی سب ہمارے سفید مطلب نہیں تاہم بات سے بات نکل آتی ہے ۔ میں نے اس قسم کی سب باتیں اپنی ایک اور کتاب میں جس کا نام ' الفُرجة ' ہے تفصیل سے درج کر دی ہیں ۔

تقی (الدین) مقریزی[1] کہتے ہیں : '' فی الجملہ علم کی دو قسمیں ہیں : عقلی اور نقلی ۔ انسان کو چاہیے کہ جب دونوں علوم حسب ضرورت اچھی طرح سیکھ لے تو تمام تر تاریخ کے مطالعے میں کھو جائے اور اس کی عبرتوں پر غور کرے ۔ اللہ تعالیٰ جس کے دل کا پٹ کھول دیتا ہے اور آنکھوں کے پردے ہٹا دیتا ہے اس کو اس غور و فکر کے نتیجے میں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ دوسرے انسانوں کو جو دولت اور فوجی طاقت پر اکڑتے تھے بالآخر کس ہلاکت و بربادی سے دو چار ہونا پڑا ۔ اس طرح اسے دنیا سے کنارہ کشی کرنے اور آخرت پر دھیان دینے کی توفیق ہوتی ہے '' ۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں : '' کتنی بری بات ہے کہ ایک شخص عالم کہلائے اور سمجھ بوجھ کا دعویٰ کرے ، پھر جب اس سے اللہ تعالیٰ کے ان رسولوں کی بابت پوچھا جائے جن پر ایمان لانے کا حکم ہے تو وہ جواب میں صرف ناموں کی فہرست گنا دے اور ان ہستیوں کی بابت کچھ نہ بتا سکے جو ان ناموں کی حامل تھیں ۔ اسی طرح یہ کتنی بری بات ہے کہ ایک شخص درس دینے اور فتویٰ دینے کی طرف پیش قدمی کرے ، لوگوں کے جھگڑے چکائے اور فیصلے دے لیکن یہ نہ جانے کہ مصطفیٰ (صلعم) کے احوال کیا تھے ، آپ کا نسب کیا تھا اور آپ کی پاکیزہ سیرت ، آپ کا بلند مرتبہ اور آپ کی ذاتی اور عرضی خوبیاں کیا تھیں ۔ یہ باتیں تو وہ ہیں کہ ہر ایمان والے کے لیے ان کا جاننا ضروری ہے اور جو عالم کہلائے اس کے لیے تو ان سے پوری واقفیت

---

۱ ۔ احمد بن علی المقریزی ۷۶۶ ۔ ۸۴۵ھ مصنف '' المواعظ و الاعتبار بذکر الخطط والآثار '' ۔

Marfat.com

لابدی ہے - جس کی نا واقفیت کا یہ حال ہو اُس سے تو یہی بن پڑے گا کہ جب قبر میں منکر و نکیر اس سے پوچھیں کہ تم اس ہستی (محمد صلعم) کی بابت کیا جانتے ہو تو وہ یہ جواب دے کہ 'مجھے خود تو کچھ نہیں معلوم' دوسروں کو جو کہتے سنا وہی میں نے بھی کہا ، اللہ ہمیں اس صورت حال سے محفوظ رکھے''۔

اسی لیے ابو الحسین بن فارس[1] جو نحو اور لغت کے بڑے امام گزرے ہیں فرماتے ہیں : '' یہ سب باتیں خاص طور پر ایسی ہیں کہ تمام مسلمانوں کو ان سے واقف ہونا چاہیے - بڑا افسوس ہے اس شخص پر جو عالم ہونے کا دعویٰ کرے اور یہ نہ جانے کہ مہاجرین میں سبقت و اولیت کس کس کو حاصل تھی ، اسے یہ بھی تمیز نہ ہو کہ کن لوگوں نے فتح مکہ سے قبل مال خرچ کیا اور جانیں دیں اور کن لوگوں نے فتح کے بعد - نہ یہ معلوم ہو کہ وہ اہل بدر کون سے ہیں جن کی بابت یہ کہا گیا ہے : '' اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم [2]'' (تمہارا جو جی چاہے کرو ، ہم نے تمہاری خطائیں معاف کر دی ہیں) نہ یہ کہ 'بیعۃ الرضوان' میں شریک وہ کون لوگ تھے جن کو آگ نہیں چھوئے گی[3] اور نہ یہ خبر ہو کہ انصار کون تھے جن کی بابت ہم کو یہ حکم ہے کہ ان میں سے جو بھلائی کرے اس کے ساتھ بھلائی کریں اور جو برائی کرے اس سے درگزر کریں اور ان کی محبت کو اپنا ایمان سمجھیں''۔

مقریزی کا ایک اور قول یہ ہے جو نجم الدین بن فہد[4] نے خود ان کے ہاتھ کی تحریر سے نقل کیا ہے : '' جو تاریخ لکھتا ہے وہ سارے (گزشتہ) زمانے کو [ص : ۳۶] اپنی عمر کے حساب میں شامل کر لیتا ہے اور جو اپنے زمانے کے واقعات قلمبند کرتا ہے وہ اپنا زمانہ ان

۱ - احمد بن فارس ، ف بعد ۳۹۰ھ -

۲ - مشکوٰۃ : باب جامع المناقب -

۳ - حدیث ہے '' لا یدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرۃ '' -

۴ - عمر بن محمد ۸۱۲ - ۸۸۵ھ -

Marfat.com

لوگوں کے روبرو رکھ دیتا ہے جو اس زمانے کے نہیں ہیں ۔ اس طرح وہ پڑھے لکھے لوگوں کو عمروں کا ہدیہ پیش کرتا ہے اور ان کے کانوں اور آنکھوں کو ان ملکوں سے آشنا کر دیتا ہے جو خود ان کے ملک نہیں ہیں :

غرّنی ان اریٰ الدّیارَ بعینی[1]
ولعلّی اریٰ الدّیار بسمعی

یہ محض دھوکا ہے کہ یہ گھر بار میری نظروں کے سامنے رہیں گے ہو سکتا ہے کہ میں اس گھر بار کو صرف اپنے کانوں سے دیکھ پاؤں ۔

پاک ہے وہ ذات جس کی ہر روز ایک نئی شان ہوتی ہے[2] ۔

نیز وہ (مقریزی) اپنی کتاب 'العقود الفریدۃ' میں لکھتے ہیں : '' اللہ تعالیٰ مخلوق کو نسلاً بعد نسل پیدا اور پے در پے قبیلوں میں آباد کرتا چلا جاتا ہے ۔ اس کی غرض یہ ہے کہ اگلے لوگ پچھلوں کے لیے اپنے قصے بطور عبرت و نصیحت چھوڑ جائیں اور پچھلے لوگ اگلوں کی یاد تازہ کرتے رہیں اور ان کی خبریں پھیلاتے رہیں تا کہ سمجھدار لوگ مذموم باتوں سے باز رہیں اور ان سے نفرت کریں اور با ادب حضرات ان اخلاق کی پیروی کریں جو اچھے اور پسندیدہ ہوں '' الخ ۔

تقی الدین بن قاضی شُہبۃ[3] کہتے ہیں : '' جو لوگ پچھلے دور کے ہیں ان کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ ان کی خبروں کے سننے کا شرف حاصل

---

۱ ۔ الشریف الرضی محمد بن الحسین ، ف ۴۰۶ھ کا بیت ہے ۔ دیوان (بیروت ، ۱۹۶۱ء) ۶۵۸/۱ میں '' فاتنی.....بطرف '' ہے یعنی میرے لیے ناممکن ہو گیا ہے کہ میں اس گھر بار کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں...،

۲ ۔ آیت قرآنی '' کلّ یوم ھُو فی شأن '' ۔ ۲۹/۵۵ ۔

۳ ۔ ابو بکر بن احمد ، ف ۸۵۱ھ ۔

Marfat.com

ہو کیونکہ ان کے حالات زندگی بہت کم ملتے ہیں اور یہ اس (تاریخ) کے فائدوں میں سے ایک بڑا فائدہ ہے ''۔

البدر حسین الاہدل[۱] '' تحفۃ الزمن فی تاریخ سادات الیمن '' کے شروع میں لکھتے ہیں : '' یہ بڑا مفید علم ہے ، اس کے ذریعے خلف کو سلف کے حالات معلوم ہوتے ہیں اور راست باز لوگ ظالموں سے ممتاز ہو جاتے ہیں ، مطالعہ کرنے والے کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ عبرت حاصل کرتا ہے اور گزشتہ لوگوں کی عقل و دانش کی قدر پہچانتا اور بہت سے دلائل کا پتا لگا لیتا ہے ۔ اگر یہ علم نہ ہوتا تو تمام حالات ، مختلف حکومتیں ، حسب و نسب اور سبھی علل و اسباب نامعلوم رہتے اور جاہلوں اور عقلمندوں کے مابین تمیز ہی باقی نہیں رہتی ۔ چنانچہ مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توراۃ کی ایک پوری کتاب ایسی اتاری ہے جس میں گزشتہ قوموں کے حالات اور ان کی زندگی کی مدت اور نسب کا بیان ہے ''۔

العالم المحیوی (محی الدین) الکافیا جی الحنفی[۲] جو از راہ نوازش میری بابت یہ فرماتے ہیں کہ '' تم معقول و منقول ......[۳]...... میں اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم ہو '' انہوں نے تاریخ کے موضوع پر اپنی ایک تصنیف مجھے بھیجی جسے انہوں نے رجب سنہ ۶۷ (۸)ھ میں مکمل کیا ۔ وہ اس کے شروع میں لکھتے ہیں : '' یہ علم دنیا اور آخرت اور سارے درمیانی زمانے میں نفع دینے والا ہے ، اس کے فائدے عجیب و غریب اور بے شمار ہیں ، یہ تو موتی اور مرجان کا سمندر ہے ، اس کے فائدوں کا ٹھیک ٹھیک بیان ناممکن ہے ، یہ دونوں جہان (مُلک و ملکوت) کے عجائب پر مشتمل ہے اور ذات حق کے حضور میں جو بڑی عظمت و شوکت والی ہے ، [ص : ۳ے] پہنچا دیتا ہے ۔ لیکن چونکہ اس کے موتی بحر عمان کی گہرائیوں میں بکھرے ہوئے تھے اور قواعد اور بیان کی

۱ - الحسین بن عبدالرحمٰن ، ف ۸۵۵ھ -

۲ - محمد بن سلیمان ۷۸۸ - ۸۷۹ھ -

۳ - اصل نسخے میں جگہ خالی ہے -

Marfat.com

لڑی میں پروئے ہوئے نہ تھے اس لیے اہل طلب اور اہل ادب پر رحم کھا کر میں نے طاقت و امکان کی حد تک اس کو ترتیب اور بیان کے قاعدوں میں سمو دیا ہے۔ اگرچہ میں اس عظیم الشان کام کے لیے پیش قدمی کرنے سے کوسوں دور تھا پھر بھی میں نے یہ کتاب ''المختصر فی علم التاریخ'' تصنیف کر کے اپنے بھائیوں کو ویسا ہی تحفہ دیا ہے جیسا چیونٹیوں نے حضرت سلیمان کو دیا تھا''۔ اس کے بعد انھوں نے بتایا ہے کہ علم تاریخ تدوین کا کس قدر مستحق ہے اس لیے کہ اس کی کتابیں ساری دنیا میں مقبول عام ہیں، چنانچہ انھوں نے بھی، ان کے اپنے قول کے مطابق، تاریخ کو بحسن و خوبی مدّون کیا ہے تاکہ کھلے طور پر مقبول ہو اور سینہ بہ سینہ لوگوں میں منقول ہو، ماہ و سال کی گردش کے باوجود باقی رہے، زبان پر اس کا ذکر ہو اور دل میں اس کی جگہ ہو۔ ہر زمانے میں ہر جگہ اس کے ذریعے یاد تازہ ہوتی رہے اور لوگوں میں شوق پیدا ہوتا رہے تاکہ اس میں جیسا درج ہے ویسا ہی ان کا عمل ہو اور اس مشہور عام مقولے کا مصداق سامنے آ جائے کہ ''جو لکیر کاغذ کے حوالے نہ کی جائے وہ باقی نہیں رہتی اور جو بات دو سے تیسرے کے کانوں تک پہنچے وہ عام ہو جاتی ہے''۔ الغرض تاریخ بڑی اہمیت رکھتی ہے اور پسندیدۂ خلائق ہے، اس میں عبرت اور غور و فکر کا سامان ہے، بہت سی نیک اور اچھی باتیں معتبر طور پر اس میں درج ہوتی ہیں، اگر تاریخ نہ ہو تو کوئی خبر اور اچھی بات ہم تک کبھی نہ پہنچے۔ وہ تو جسم اور روح دونوں کی غذا ہے، خاص و عام سب کی خبروں کا خزانہ ہے، عجیب و غریب باتوں روایتوں اور مثالوں کی کان ہے، ادیب کے لیے زینت، دانشمند کے لیے سہارا، محدث کے لیے باعث تقویت اور عقلمند کے لیے کارآمد ذخیرہ ہے۔ بادشاہ، وزیر، سمجھ بوجھ والے سپہ سالار اور تمام عالی مرتبہ لوگ اس علم کے محتاج ہیں۔ بادشاہ ان حکومتوں اور قوموں سے عبرت حاصل کرتا ہے جو پچھلے زمانے میں گزریں، وزیر ان لوگوں کے اعمال سے سبق لیتا ہے جو اس سے پہلے سیف و قلم دونوں میں امتیاز رکھتے تھے۔ سپہ سالار تاریخ کے ذریعے لڑائی

Marfat.com

کی چالوں اور نیزہ و تلوار کے استعمال کے صحیح مقامات سے واقف ہوتا ہے۔ دوسرے لوگ اس کو دلچسپ گفتگو کی طرح سنتے ہیں اور فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مختلف قسم کی بھلائیوں کی طرف بڑھتے اور برائیوں سے باز رہتے ہیں۔ اسی لیے یہ کہا جاتا ہے کہ ایک بادشاہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ پیش رو بادشاہوں کے راستے پر چل کر ان جیسے نیک کام تو کرے البتہ وہ کام نہ کرے جس کی بدولت اُنھیں ندامت اٹھانی پڑی۔ اُسے یہ بھی چاہیے کہ ان کتابوں کا مطالعہ کرے جو پیش رو بادشاہوں کے وعظ و نصیحت پر مشتمل ہوں، نیز ان کے احکام و مسائل پر غور کرے اس لیے کہ بعد میں آنے والوں کی بہ نسبت وہ زیادہ تجربہ رکھتے تھے اور زیادہ سبق سیکھے ہوئے تھے۔ بیشتر یہی پایا گیا ہے کہ وہ کھلی اور مخفی باتوں کی بابت زیادہ [ص: ۳۸] بصیرت رکھتے تھے چنانچہ اچھے اور برے میں تمیز کر لیتے تھے اور ظاہر اور پوشیدہ باتوں کو جان لیتے تھے۔ انوشروان اپنی سیرت کی عمدگی کے باوجود گلے لوگوں کی کتابیں پڑھا کرتا تھا اور ان کے قصے سننے کی خواہش کرتا تھا نیز ان کے طریقے اختیار کرتا تھا۔ الغرض تاریخ لابدی ہے اور چاہیے کہ اس کا پورا پورا اہتمام کیا جائے، سے لکھا جائے اور ایک دوسرے تک پہنچایا جائے بایں طور کہ قیاس آرائی اور اٹکل پچو باتیں جگہ نہ پائیں اور اوپر جو کچھ گزرا وہ پوری طرح ملحوظ رہے۔ قابل غور ہے یہ مقولہ جو بعض انبیا علیہم الصلوۃ و السلام) کے صحیفے سے منقول ہے: "عقلمند کو چاہیے کہ اپنے کام سے کام رکھے، اپنے زمانے کے لوگوں کو جانے اور اپنی زبان کو قابو میں رکھے"۔ اسی جیسے ایک موقع پر نبی (صلعم) نے فرمایا تھا "کُفَّ علیک ھذا" (اپنی اس چیز - زبان ؟ کو قابو میں رکھو)۔ از اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد قابل غور ہے " لَقَدْ کَانَ فِی قَصَصِہِمْ عِبْرَۃٌ لِاُولِی الْاَلْبَابِ، مَا کَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَ لٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَ تَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَّ ھُدًی وَّ رَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ"[۱] (گزشتہ لوگوں کے

۱۔ قرآن ۱۲/۱۱۱۔

Marfat.com

قصے عقلمندوں کے لیے باعث عبرت ہیں۔ یہ کوئی من گھڑت بات نہیں ہے بلکہ عین مطابق ہے ان واقعات کے جو رسول اللہ سے پہلے رونما ہوئے۔ اس میں ہر بات کو کھول کر بیان کیا گیا ہے اور یہ ایمان والوں کے لیے موجب ہدایت و رحمت ہے) ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''نحن نقص علیک احسن القصص بما آوحینا الیک ھذا القرآن''[1] (ہم تم کو اچھے اچھے قصے سناتے ہیں اس قرآن کو تم پر نازل کر کے) اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے ''منھم من قصصنا علیک و منھم لم نقصص علیک'' ''وکلا نقص علیک من انباء الرسل مانثبت بہ فؤادک''[2] (بعض ایسے ہیں جن کے قصے ہم نے تم کو سنائے ہیں اور بعض ایسے ہیں جن کے قصے ہم نے تم کو نہیں سنائے۔ اور ہم تم کو انبیا سے متعلق وہ سب خبریں سناتے ہیں جن سے تمھارے دل کو مضبوط کر دیں'' اقتباس ختم ہوا تھوڑے سے الٹ پھیر کے ساتھ۔

ہمارے با فیض دوست اور حدیث کے مانے ہوئے جید عالم النجم عمر بن فہد الہاشمی المکی اپنی کتاب '' الدر الکمین بذیل العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین '' جو ان کے شیخ الحافظ التقی الفاسی[3] (رح) کی کتاب کا ذیل ہے ، اس کے مقدمے میں بایں الفاظ رقمطراز ہیں: ''تاریخ بڑے اچھے اور مفید علوم میں سے ہے۔ اس سے بڑی ضروری اور لازمی تنبیہ حاصل ہوتی ہے اور بعد میں آنے والے اگلے لوگوں کے حالات کا علم حاصل کرتے ہیں۔ اگر تاریخ نہ ہو تو اُن کے حالات کبھی نہ جانے جا سکیں اور عالموں اور جاہلوں کے درمیان فرق معلوم نہ ہوسکے۔ ہر زمانے میں لوگوں کی یہی متفقہ رائے رہی ہے اور انہوں نے اس (فن) میں انواع و اقسام کی تصانیف کی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے توراۃ کا ایک پورا باب نازل کیا جس میں جداگانہ طور پر گزشتہ امتوں کے حالات، ان کے زمانوں کی مدت اور ان کے نسب کا بیان ہے۔''[4] اس کے

---

۱ - قرآن ۳/۱۲ -
۲ - قرآن ۱۱/۷۸، ۱۲۰/۱۱ -
۳ - محمد بن احمد ۷۷۵-۸۳۲ھ -
۴ - لحظ ص ۱۶ سبق -

بعد انھوں نے ''الدّر النّظیم'' سے ابن الاکفانی کے الفاظ [1] اور العز الحنبلی [2] کے فتوی سے اقتباس درج کیا ہے -

نیز النجم اپنی کتاب ''حوادث حکمہ'' جس کا پورا نام ہے 'اتحاف الوریٰ باخبار ام القریٰ'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں : ''اس علم کے مرتبے کی بلندی اور درجے کی رفعت میں کوئی شک نہیں - اس کا فائدہ یہ ہے کہ زمانے کے واقعات، (ص : ۳۹) لوگوں کی سیرت اور ان کی وہ خبریں جو مرنے کے بعد دنیا میں باقی رہ جاتی ہیں سب معلوم ہو جاتی ہیں ، عبرت حاصل کرنے والے کو عبرت اور غور و فکر کرنے والے کو بیداری نصیب ہوتی ہے - جو لوگ گزر گئے اور فنا ہو گئے ان کے حالات سے آگاہی ہوتی ہے اور یہ بات اچھی طرح معلوم ہوجاتی ہے کہ دنیا میں بسنے والا پا بہ رکاب ہے - تاریخ کو سنہ وار درج کرنے میں بہت بڑے فائدے اور اہم مصلحتیں ہیں جن کو فاروق اور صحابہ (رض) نے تاریخ وضع کرتے وقت لحاظ کیا'' - اس کے بعد انھوں نے اپنے شیخ المقریزی کے وہ مختصر الفاظ نقل کیے ہیں جو ہم نے ان کے مفصل اقتباس کے بعد درج کیے - [3] اسی ذیل میں اور بہتوں کے اقتباس ہیں مثلاً ابوعلی احمد بن محمد بن یعقوب الرازی مسکویہ کا کہنا ہے کہ 'جب انھوں نے قوموں کے حالات اور بادشاہوں کی سیرت کا غور سے مطالعہ کیا اور شہروں کی خبریں اور تاریخ کی کتابیں پڑھیں تو دیکھا کہ ان سے متعدد ایسے امور کا تجربہ حاصل ہوتا ہے جو بار بار رونما ہوتے ہیں اور جن سے ملتے جلتے واقعات کا ظہور پذیر ہونا کسی بھی وقت متوقع ہے - اسی لیے انھوں نے اپنی کتاب ''تجارب الامم و عواقب الہمم'' تصنیف کی - یہ چار جلدوں میں ہے اور وزیر الحضرتین ابوشجاع محمد بن الحسین بن عبداللہ البغدادی [4] نے اس کا ذیل لکھا ہے -

---

۱ - لحظ ص ۳۰ سبق -
۲ - بظاہر احمد بن ابراہیم الکنانی، ف ۸۷۶ھ، مراد ہیں -
۳ - لحظ ص ۳۵-۳۶ سبق -
۴ - ف ۴۸۸ھ -

Marfat.com

دوسرے ابوالفتح احمد بن مُطَرِّف الکنانی کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنی بہت سی تصانیف سے اخذ کر کے ایک ایسی کتاب جمع کی ہے جس میں صرف خاص خاص تواریخ ہیں اور بہت ہی واضح طریقے پر لکھی ہوئی ہیں ۔ وہ ایسی ہیں کہ اہل علم کے لیے ان کا جاننا' ان سے بخوبی آگاہ ہونا اور ان کی بابت انجان نہ رہنا از بس ضروری ہے ۔ تمام وہ لوگ جو مذاہب کا اور ذاتی سیرتوں کا علم رکھتے ہیں اور زمانے اور اس کے تقلبات کو جانتے ہیں ان کو یہ باتیں درکار ہیں ۔

ایک اور مورّخ ابوالحسین علیؒ بن احمد السلاؔمی[1] ہیں ۔ میں نے حافظ الجمال ابوالمحاسن الیغموری[2] کے ہاتھ کی تحریر پڑھی ہے جس میں انھوں نے موصوف کی کتاب ''اخبار وُلاۃ خراسان'' سے اقتباس کرتے ہوئے لکھا ہے : ''علوم کی بہت سی قسمیں مختلف سلسلے'' اور رنگا رنگ اصناف ہیں ۔ جو ادیب کہلائے اور ادب سے وابستہ ہو ، اسے چاہیے کہ مختلف انواع کے علوم سے کچھ نہ کچھ بہرہ ور ضرور ہو ، دوسرے لوگوں کے ساتھ جو ان پر ٹوٹے پڑتے ہوں مقابلے میں شریک ہو اور جس حد تک بھی ہو اُن علوم کی زینت سے آراستہ ہو ۔ علم تاریخ علوم رئیسیہ میں سے ہے ۔ ہر زمانے کے بڑے لوگوں کی نشاندھی کا یہی ایک راستہ ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کونسے واقعات ہوئے، کونسی تاریخی باتیں وقتاً فوقتاً رونما ہوئیں اور کیا اسباب پیش آئے ۔ تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ دنیا کے مختلف ادوار اور ہر وقت اور ہر زمانے کے بڑے لوگوں کی زندگی کے حالات سے واقف ہو جاتا ہے ، چنانچہ وہ اُن کی بابت جو کچھ کہتا ہے اور جو خبر بھی ان سے متعلق نقل کرتا ہے اس میں غلطی کرنے اور دوسرے کو غلطی میں ڈالنے کے عیب سے محفوظ رہتا ہے ۔ بسااوقات ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ بعض باتیں بیان

---

۱ - ۹۵۰ھ کے آس پاس زندہ تھے ۔ ان کا صحیح نام ابوعلی الحسین بن احمد السلاؔمی ہے ۔

۲ - یوسف بن احمد ف ۶۷۳ھ ۔

Marfat.com

تو کر دیتے ہیں لیکن ان کے ظہور و وقوع کے زمانے سے واقف نہیں ہوتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو بعد میں ہوتا ہے اسے پہلے کر دیتے ہیں اور جو [ص : ۴۰] پہلے ہوتا ہے اسے بعد میں رکھ دیتے ہیں۔ خاص طور سے جن کا تعلق ملک خراسان سے ہو ان کا یہی حال ہے۔ اہل خراسان کے ہاتھوں وہ بڑے بڑے کارنامے انجام پائے ہیں جو کسی اور نے انجام نہیں دیے۔ ان میں جو اہل علم ہوں ان کا فرض ہے کہ ملک کی تاریخ سے پوری طرح واقف ہوں اور مقامی امیروں کے معرکے یاد رکھیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی عیب نہیں کہ وہ خود اپنے ملک کی خبروں سے تو ناواقف ہوں اور دوسرے ملکوں کی خبروں کی تلاش میں رہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی فرض چھوڑ کر نوافل میں لگ جائے۔ اسی کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک شخص تھا جو بَرید (خبر رسانی) کے کام پر متعین تھا۔ اس کی لونڈی حمّام کے بہانے اپنے ایک آشنا سے ملنے چلی گئی اور اسے پتا بھی نہ چلا، چنانچہ اس کے بارے میں کسی نے کہا[۱] :

دَھَتْکَ بِعلّۃ الحمّامِ نُعمٌ
و مال بِھا الطّریقُ الی سعید

نُعم نے حمام کا بہانہ کرکے تجھے دھوکا دیا وہ تو اس راستے پر گئی جو اُسے سعید کے پاس لے گیا

اریٰ اخبار دارک عنک تخفیٰ
فکیف وَلیتَ اخبارَ البرید

میں دیکھتا ہوں کہ اپنے گھر کی خبریں تم سے پوشیدہ

---

۱ - یہ بیت ابو علی البصیر (الاشباہ و النظائر الخالدیین، قاہرہ، ۱۹۵۸، ۱/۶۴) نیز البحتری (دیوان، الجوائب ۱۳۰۰، ۲۰۵) اور ابن المعذّل (الجاحظ : القول فی البغال، مصر ۱۹۵۵) کی طرف منسوب ہیں۔

Marfat.com

رہتی ہیں - پھر تم کس طرح برید کی خبروں پر متعین کیے گئے ہو!

ایسا ہی ابن هَرْمة[1] کا قول ہے:

فانّی و ترْکِی ندَی الاکثرِ مین
و قدْحِی بکفّیَ زَنْداً شحاحا

میں نے جو اہل کرم کی بخشش چھوڑ دی اور اپنے ہاتھوں بخیلوں کے چقماق سے آگ نکالنی چاہی

کتارِکةٍ بَیضَها فی العراء
و مُلبِسةٍ بَعضَ اُخریَ جناحا

تو میری مثال ایسی ہی ہے جیسے مادہ شتر مرغ جو اپنے انڈے تو صحرا میں چھوڑ دیتی ہے اور کسی دوسری کے انڈوں کو اپنے پروں میں ڈھانپ لیتی ہے

اسی بدولت مادہ شترمرغ کو بہت زیادہ احمق کہتے ہیں - محاورہ ہے ''انّه لاَمْوَقُ من نَعامة '' (وہ تو مادہ شتر مرغ سے بھی زیادہ احمق ہے) اس لیے کہ اکثر اوقات جب کھانے پینے کی تلاش میں انڈوں پر سے اٹھی اور کسی دوسری کے انڈے نظر پڑ جائیں تو ان کو سینے لگ جاتی ہے، خود اپنے انڈے چھوڑ بیٹھتی ہے یہاں تک کہ وہ خراب ہو جاتے ہیں - ''بَیضةُ البلَد'' (بلَد یعنی ریگستان) سے بھی یہی مراد ہوتی ہے - الراعی[2] کا قول ہے:

تابیَ قُضاعةُ لمْ[3] تعرِفْ لکم نسَبا
وا بْنا نِزارٍ فأنتم بیضة البلَدِ

---

۱ - ابراهیم بن هَرْمة - اوائل عہد عباسی کا شاعر -
۲ - عُبید بن حُصَین - اموی عہد کا شاعر -
۳ - اصل کتاب میں ''لم'' کے بجائے ''ان'' ہے - تصحیح لسان العرب ۸۹۴/۸ سے کی گئی ہے -

Marfat.com

قضاعہ بھی اور نزار کے دونوں بیٹے بھی تمھارا نسب ماننے سے انکار کرتے ہیں، پس تم 'بیضۃ البلد' ہو۔

'بیضۃ البلد' سے مراد یہی ہے کہ نہ ان کو کوئی پہچانتا ہے نہ ان کے والد کو کوئی جانتا ہے جس طرح شترمرغ کے انڈے صحرا میں بے توجہ پڑے ہوتے ہیں اور ان کی بابت کوئی کچھ نہیں جانتا۔ ایسے انڈے 'تریکہ' کہلاتے ہیں۔

(تریکہ بمعنی متروکہ)، جمع: ترائک ــ اعشی[1] کا قول ہے:-

و یہماءَ قفرٍ تائہ العَیر وسطَہا
و یُلتقی بہا البَیضُ الحِسانُ ترائکا

یہماء ایسا ریگستان ہے کہ اس کے اندر حمار وحشی بھٹکتے پھرتے ہیں اور خوبصورت انڈے ایسے پڑے رہتے ہیں (ترائکا) کہ کسی کو ان کی پروا نہیں ہوتی۔

اسی طرح کے ایک مورخ المصری[2] مصنف "کتاب الدولتین" ہیں۔ کتاب کا پورا نام "زہرۃ العیون و جلاء القلوب" ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں: تاریخ اور جو کچھ اس کے ذیل میں ہو وہ سب بڑے کارناموں کی نشاندہی کرتی ہے اور نیک اخلاق [ص: ۱۰۳] اور اعمال کی طرف رہنمائی کرتی ہے، بُری اور ذلیل باتوں سے روکتی ہے اور صحیح صحیح تدبیر، ٹھیک ٹھیک اندازہ اور نرمی کی سیاست پر آمادہ کرتی ہے۔ ادیب کو اس سے بصیرت حاصل ہوتی ہے اور ہوشمند عالم کو یاد دہانی ہوتی ہے۔ عام لوگ اس سے ادب سیکھتے ہیں، بادشاہوں کا دل بہلتا ہے، مجلسیں، سنجیدہ ہوں یا ہنسی

۱- میمون میں قیس۔ دیوان (طبعۃ جیئر، ص ۶۵) میں ابوعبیدہ کی روایت "تائہُ العینُ" (بجائے "تائہ العیر") ہے یعنی نظر حیران ہو جاتی ہے۔

۲- لحظ ص ۱۵۹ لحق۔

Marfat.com

مذاق کی ، دونوں اس سے آباد رہتی ہیں - اس کی مثالوں سے دلیلیں روشن ہو جاتی ہیں اور ارادوں میں بآسانی کامیابی ہوتی ہے اور سب باتیں ایسی گرفت میں آ جاتی ہیں جیسے وہ آنکھوں دیکھی ہوں - حضرت علیؓ کا قول ہے : آخر دل بھی اسی طرح اکتا جاتے ہیں جس طرح کہ بدن تھک جاتا ہے ، اس لیے تم ان کے لیے دلچسپ حکمت کی باتوں کی تلاش میں رہا کرو"۔ اور بھلا کتاب سے بڑھ کر کون انیس جلیس اور باتوں سے دل بہلانے والا ہو سکتا ہے - کتاب عقلمند کے لیے باعث تقویت اور ادیب کے لیے موجب تازگی ہوتی ہے - ابن عباس سے مروی ہے کہ جب کوئی ان کی مجلس میں قرآن اور تفسیر کے بعد عام باتیں کرنے لگتا تو وہ کہتے " ذرا زبان کا چٹخارہ بدلو " یعنی شعر وغیرہ کا سلسلہ چلاؤ - کسی اور کا قول ہے دل بھی اسی طرح زنگ آلود ہو جاتے ہیں جیسے لوہا ، اس لیے تم ذکر سے انھیں جیلا دیا کرو" - ابوالدرداءؓ سے منقول ہے " میں تھوڑے بہت ہنسی مذاق سے اپنا دل خوش کرلیتا ہوں تا کہ اس طرح حق کے لیے مزید کمر بستہ ہو جاؤں " (ھ ق) تاریخ کے اور فوائد جو ہم نے ذکر کیے ہیں وہ اس کے ساتھ شامل کر لیے جائیں تو پھر کیا ہی کہنے ہیں -

ایک اور ہستی کا جس کے دین اور علم پر ابوالعباس المیورقی کو پورا بھروسہ ہے ، کہنا ہے : " زمانے کے اہل فضل کی خبروں کا پھیلانا ، خواہ ان سے متعلق تاریخیں ہی کیوں نہ ہوں، دنیا اور آخرت کی سعادت کی علامت ہے ، اس لیے کہ ایسے لوگ زمین پر اللہ کے گواہ ہوتے ہیں، وہ نفرت کرتے ہیں تو اس وجہ سے کہ اللہ نفرت کرتا ہے ، ان کی محبت اور اللہ کی محبت دونوں ایک ہیں ، نیز کسی بد کردار سے ان کو نفرت ہونا علامت ہے اس بات کی کہ اللہ کو اس سے نفرت ہے - اللہ ان سب کو ، اگلوں کو بھی اور پچھلوں کو بھی - اپنی رحمت ، خوشنودی ، برکتوں اور مغفرت سے نوازے -

Marfat.com

اسی طرح ہمارے شیوخ ہیں :- القایاتی،[۱] استاذنا (ابن حجر)، العینی[۲]، ابن الدیری[۳]، الیعز الحنبلی، جن کے تذکرے کے ساتھ ساتھ ان کے ارشادات بھی میں آیندہ نقل کروں گا[۴] بلکہ وہ تمام لوگ جنھوں نے اس سلسلے میں کچھ لکھا ہے یا جرح و تعدیل سے بحث کی ہے (ہر دو فریق کی ایک خاصی تعداد کا تذکرہ آگے آئے گا) اگر وہ تاریخ کے دنیوی اور اُخروی فائدوں سے با خبر نہ ہوتے تو کبھی اس کی طرف توجہ نہ کرتے۔ اتنا تو واضح ہو ہی گیا کہ تاریخ کے ذریعے بہت کچھ معلوم ہو جاتا ہے کہ کیا مفید ہے اور کیا مضر۔ استاد ابوالقاسم جنید رح[۵] نے تو قصص کی بابت یہاں تک فرمایا کہ یہ بھی اللہ کا ایک لشکر ہیں جن کے ذریعے اللہ عزّ و جلّ اپنے ولیوں کے دل مضبوط کرتا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ اے استاد! آپ یہ کس بنیاد پر فرماتے ہیں ؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''و کُلاًّ نقصّ علیک مِن أنباء الرُّسُل ما نُثَبِّتُ بہ فؤادک''[۶] (ہم تم کو رسولوں کے متعلق وہ تمام باتیں سناتے ہیں جن سے تمہارے دل کو مضبوط کر دیں)۔

[ص:۲۴] علاوہ ازیں جو تاریخ سنہ وار ہو اس کے فائدے یہ ہیں کہ حقوق کی مدّت، سکّوں کے اختلاف اور اوقاف کے وقف کا، جن سے بہت سے حقوق وابستہ ہوتے ہیں، ذکر کیا جا سکے۔ نیز ان بہتر زمانوں کو پہچانا جا سکے جن کی طرف رسول اللہ (صلعم) نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے : ''خیرُ النّاس قرنی ثمّ الّذین یلونھم'' (بہترین لوگ وہ

۱ - محمد بن علی ۷۸۵—۸۵۰ھ۔
۲ - محمد بن احمد ۷۶۲—۸۵۵ھ۔
۳ - سعد بن محمد، ف ۸۶۷ھ۔
۴ - لحظ ص ۵۴—۱۵۵ لحق۔
۵ - مشہور صوفی الجُنید بن محمد، ف ۲۹۸ھ۔
۶ - لحظ ص ۵ سبق۔

Marfat.com

ہیں جو میرے زمانے میں ہیں ، پھر وہ جو اُن کے بعد آئیں ، پھر وہ جو اُن کے بعد آئیں) ۔ غرض یہ ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ کون پیروی کے لائق ہے اور کون نہیں ۔ اس قول کی رو سے اگر چند افراد کے عمل میں کوتاہی ہو بھی تو ایک زمانے کی بہتری دوسرے کے مقابلے میں بحیثیت مجموعی دیکھی جائے گی ۔ خلفاء راشدین جن کی سنت کی پیروی پر ہم مامور ہیں ان کے مخصوص زمانے کا اختتام بھی تاریخ سے معلوم ہو جاتا ہے اور اس وقت کا بھی پتا چل جاتا ہے جب بدعتوں اور نئی نئی باتوں کا ظہور ہوا ۔ باقی تاریخ کے فائدے تو اتنے ہیں کہ ان کا شمار نہیں، بقول عینی کے (جیسا آگے آتا ہے)[1] تاریخ کے فوائد کے لیے کئی جلدیں درکار ہیں ۔ الغرض اس کا ثمرہ یہ ہے کہ رغبت اور خوف؛ رشک اور جوش عمل ، تنبیہ اور عبرت، تسلّی اور دل جمعی، نصیحت اور کامیابی ، تکلیف اور افاقہ سب کچھ حاصل ہوتا ہے ۔ اس ثمرے سے انکار نہیں ہو سکتا خواہ عبرت حاصل کرنے والے اتنے کم کیوں نہ ہو جائیں کہ کوئی پرانا شاعر یہ کہنے پر مجبور ہو :

لقد اسمعتَ لو نادیتَ حیّا
و لکن لا حیاۃ لِمن تُنادی

اس میں شک نہیں کہ تم نے خوب سنایا بشرطیکہ مخاطب میں زندگی ہو مگر بات تو یہ ہے کہ تمہارے مخاطب میں زندگی ہی نہیں

و نار لونفختَ بہا اَضاءَت
و لکن انتَ تنفخُ فی الرّماد

اگر آگ ہوتی تو تمہارے پھونکیں مارنے سے ضرور بھڑک اٹھتی مگر وہ تو راکھ ہے جس میں تم پھونکیں مار رہے ہو

بہر حال کسی نہ کسی شوق رکھنے والے، عبرت حاصل کرنے والے ، غور و فکر پر آمادہ ، صاحب بصیرت کا وجود ضروری ہے ۔ اللہ سے

---

۱ ۔ لحظ ص ۵۵ لحق ۔

Marfat.com

دعا ہے کہ ہمیں باشعور دل اور سچی زبان عطا کرے جو مشکلات کے بارے میں پوچھ گچھ کی عادی ہو، نیز ہم کو قول اور عمل میں نیکی کی توفیق دے اور جب ہم آخر عمر کو پہنچیں تو ہماری مراد پوری کر دے۔

جب اتنی بات ذہن نشین ہوگئی تو اب کہنا یہ ہے کہ گو تاریخ کی خوبیاں اتنی ہی نہیں جتنی کہ ہم نے اوپر بیان کی ہیں تاہم جو بھی ہیں وہ ایسی نہیں کہ علما کے ساتھ مخصوص ہوں، بلکہ تاریخ کی کان سے گُہر رولنے میں ماہرین فن کے ساتھ سبھی علم و فہم رکھنے والے شریک ہیں۔ اسی لیے علما کو اس کا شوق ہوتا ہے اور علما کے علاوہ بادشاہوں اور منتظمین کو بھی۔ سالک اور مُناظر (صوفی اور متکلم) بھی اہل تاریخ کی صحبت کے خواہشمند ہوتے ہیں، چنانچہ وہ تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں، اہل تاریخ کے پاس بیٹھتے اٹھتے ہیں اور فی الجملہ اس کی اتنی قدر کرتے ہیں کہ معمولی اور واضح باتوں میں بھی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ علامہ، مجتہد التقی بن دقیق العید[1] تو جب درس دیتے دیتے تھک جاتے تھے تو اپنے شاگرد ابن سیّد النّاس[2] سے فرمائش کرتے تھے کہ "اے شیخ فتح الدین! بزرگوں کے سوانح سنا کر ذرا ہمیں خوش کرو"۔ یہ بھی روایت ہے، اللہ جانے کہاں تک صحیح ہے، [ص: ۳۴] کہ قاضی ابو یوسف اتنا بے پایاں علم رکھنے کے باوجود، مغازی اور 'ایام العرب' (عربوں کی لڑائیاں) وغیرہ کو جو از قسم تاریخ ہے حفظ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ کچھ عرصہ مغازی سننے یا سنانے میں لگے رہے اور اپنی روزمرہ کی مجالس سے غائب رہے۔ جب واپس آئے تو (کسی نے؟) پوچھا "بتائیے، جالوت کا علمبردار کون تھا؟" وہ سمجھ گئے کہ اس کا مقصود مذاق یا اسی قسم کی کوئی بات ہے چنانچہ انہوں نے غصے میں جواب دیا: "اگر تم

۱ - محمد بن علی ۶۲۵—۷۰۲ھ۔

۲ - فتح الدین محمد بن محمد بن محمد ۶۷۱—۷۳۴ھ۔

Marfat.com

اس قسم کی باتوں سے باز نہ آئے تو میں سب کے سامنے تم سے پوچھوں گا کہ بتاؤ بدر کی لڑائی پہلے ہوئی یا اُحد کی۔ تم تو اتنا بھی نہیں جانتے ہو حالانکہ یہ تاریخ کا سب سے آسان مسئلہ ہے"۔

بلکہ یہاں تک اتفاق ہؤا کہ امیر سنجر دواداری[۱] نے حافظ شرف الدین دمیاطی[۲] سے جن کے متعلق سب جانتے ہیں کہ وہ کتنے بڑے آدمی تھے، پوچھا کہ بخاری[۳] کا سنہ وفات کونسا ہے تو اتفاق سے انھیں بر وقت یاد نہ آیا۔ اس کے ذرا دیر بعد ابن سیّد النّاس ان سے ملنے گئے، ان سے پوچھا تو انھیں فوراً یاد آ گیا۔ اس کی بدولت دواداری کے یہاں ان کا مرتبہ بہت بلند ہو گیا اور اس نے نہایت عزت کے ساتھ ان کو اپنا مقرب بنا لیا۔

ایک روز قاضی جلال الدین بُلقینی اپنے گھر سے برآمد ہوئے اور بلند آواز سے اپنے ایک خاص آدمی سے کہا کہ تقی مقریزی کے پاس جا کر اُن سے تاریخ کا فلاں مسئلہ پوچھو۔ بلقینی جیسے مرتبے والے سے یہ بات مقریزی کے لیے فخر کا موجب ہوئی۔ اس سے بھی زیادہ فخر کی بات ان کے لیے یہ تھی کہ ہمارے شیخ (ابن حجر) خاص طور پر علمی گفتگو کے لیے ان کے گھر جایا کرتے تھے حالانکہ تقی کا آنا جانا ان کے پاس بہت تھا اور دونوں کے اپنے اپنے مقاصد تھے۔

ہمارے شیخ (ابن حجر) نے بیان کیا کہ الظاہر ططر نے ان کو بتایا کہ جس رات المویّد[۴] کا انتقال ہؤا میرا ہاتھ بہت تنگ تھا۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے مجھے کچھ کھانے کی چیز دی تو میرے بٹوے میں پانچ دینار بھی نہ نکلے جو میں اس کے عوض میں دے سکتا، نہ ہی کوئی ایسا نظر آیا جو مجھے یہ رقم قرض دیتا، لیکن زیادہ دیر نہ

---

۱ - ف ۶۹۹ھ ۔ دوادار ۔ وزیر داخلیہ (عہد ممالیک میں)

۲ - عبدالمومن بن خلف ۶۱۳-۷۰۵ھ ۔

۳ - محمد بن اسمٰعیل البخاری، ف ۲۵۶ھ ۔

۴ - المویّد، ف اوائل، و ططر، ف اواخر ۸۲۴ھ ۔

Marfat.com

لگی کہ میں حکومت اور اس کے مال دولت پر قابض ہو گیا، نیز الظاہر نے ابن حجر کو تاکید کی کہ وہ یہ قصہ اپنی تاریخ میں درج کریں اس لیے کہ یہ ندرت رکھتا ہے۔

ہمارے شیخ البدر العینی، اشرف برسباى وغیرہ کو تاریخ اور اسی قسم کی چیزیں پڑھ کر سناتے تھے اور اشرف کہا کرتا تھا (مفہوم یہ تھا) کہ مجھے تو اسلام انھیں[1] سے ہاتھ آیا ہے۔ عینی اور ان کے علاوہ ابن ناھض[2] وغیرہ نے بادشاہوں کے لیے سیرتوں کا مجموعہ بھی تیار کیا اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ بادشاہ اس کے شوقین ہوتے ہیں۔

دوادار کبیر یعنی فقیہ یشبک المؤیدی[3]، جو بڑے جلیل القدر امیر تھے اور نیک مقصد کے ساتھ مجھ سے پڑھتے تھے، مجھ سے خواہاں ہوئے کہ میں الظاہر خشقدم[4] کی خاطر وہی کروں جو عینی نے کیا مگر میں نے ان کا کہا نہ مانا۔ البتہ ان کے بعد جو دوادار ہوئے یعنی یشبک بن مہدی عظیم الدولة[5] [ص: ۴۴] وہ خاص طور پر اس فن کا اچھا ذوق رکھتے تھے، انھوں نے جب مجھ سے مقریزی کی تاریخ 'السلوک' کا ذیل لکھنے کو کہا تو میں نے استخارے اور مشورے کے بعد مان لیا اور 'التبیبر المسبوک' تصنیف کی۔ چنانچہ وہ اس کو اتنا پسند کرتے تھے کہ اس کے جتنے بھی حصے ان کے پاس ہوتے وہ سب سفر میں اپنے ساتھ رکھتے اور جو بھی ان کے سامنے آتا اسے دکھاتے اور تمام رؤساو منتظمین اور بڑے بڑے لوگوں کے سامنے اس پر اظہار فخر کرتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو تعریف اور ذکر خیر کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ رہے وہ جن سے ان کو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ ان کا تذکرہ لکھتے

۱۔ انھیں (عینی) سے یا اسی (تاریخ) سے ؟؟

۲۔ محمد بن ناھض، ف ۸۴۱ھ۔ مصنف سیرت المؤید

۳۔ یشبک بن سلمان شاہ، ف ۸۷۸ھ۔

۴۔ ف ۸۷۲ھ۔

۵۔ ف ۸۸۵ھ۔

Marfat.com

وقت برائیاں نکالیں گے تو یہ اُن کو اپنی طرف کھینچتے ہیں ۔ لیکن اب یہ سب باتیں ختم ہو گئیں، اب تو صرف جہل باقی ہے، ادب کا فقدان ہے اور دنیا کا کاٹھ کباڑ ہی توجہ کا مرکز ہے، آگے خیر سلا" ۔

' الیتبر ' کے مقدمے میں میں نے جو کچھ کہا ہے منجملہ اس کے یہ بھی ہے کہ "علم تاریخ حدیث نبوی کے فنون میں سے ہے، ایسی خوبصورتی کی چیز ہے کہ اس سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں بشرطیکہ اس میں سیدھا اور مناسب راستہ اختیار کیا جائے ۔ جہاں تک دین کا تعلق ہے اس کا اثر بہت گہرا ہے اور شریعت کے لیے اس کا فائدہ مسلم اور اتنا معروف ہے کہ مزید بیان کرنے اور سمجھانے کی ضرورت نہیں ۔ بڑے پائے کے لوگ اسی کے ذریعے ناسخ اور منسوخ کو پہچانتے ہیں ، اسی سے ملاقات کا دعوی کرنے والے کا جھوٹ کُھلتا ہے اور اوپر تک سلسلہ قائم کرنے میں وہ جس تحریف کا مرتکب ہوتا ہے وہ سامنے آ جاتی ہے ۔ بایں طور کہ یہ پتا چل جاتا ہے کہ جس شیخ سے وہ روایت کرنے کی ٹھانے ہوئے ہے وہ خود اس کی پیدائش سے پہلے ہی مر چکا تھا یا خلل دماغ میں مبتلا ہو چکا تھا اور بہکی بہکی باتیں کرنے لگا تھا یا یہ کہ وہ اپنے شہر سے باہر نہیں گیا اور جو اس سے روایت کرنے کا مدّعی ہے وہ کبھی اس کے شہر میں داخل نہیں ہوا ۔ نیز تاریخ کے ذریعے نسب محفوظ رہتا ہے جس پر صلہ رحم کا مدار ہے اور وہی وراثت اور ہمسری کی علّت بھی ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر طے ہے اور ذہن نشین کیا جا چکا ہے ۔ تاریخ ہی کے ذریعے حقوق کی ادائی کے اوقات، سکّوں کے اختلاف، اور اوقاف کا علم حاصل ہوتا ہے جن سے بہت سے جانے پہچانے حقوق وابستہ ہوتے ہیں ۔ تاریخ سے ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ عالموں ، زاہدوں ، فاضلوں کی اور خلفا ، سلاطین ، اُمرا اور شُرفا کی خبریں ، سیرتیں، صلح و جنگ میں ان کے کارنامے، اور اُن کی خوبیاں اور بُرائیاں جو دنیا میں باقی رہ جاتی ہیں بعد اس کے کہ وہ خود زمانے کے ہاتھوں فنا ہو جاتے ہیں اور گردش ایام ان کی تازگی کو پژمردگی میں بدل دیتی ہے ۔ سب کی سب معلوم ہو جاتی ہیں ۔ چنانچہ ان کے اچھے کارناموں کی

Marfat.com

تقلید کی جاتی ہے البتہ جو باتیں ایسی ہوں کہ نیک طاب عقلیں ان سے دور بھاگیں وہ نہیں سنی جاتیں - اس میں جو مفید نصیحتیں ہوتی ہیں وہ قبول کی جاتی ہیں اور اچھے اچھے لطیفوں سے ذوق و شوق رکھنے والوں کی دلبستگی کا سامان ہوتا ہے - اس ذیل میں بہت سے علمی مسائل، نظری مباحث اور اشعار بھی آ جاتے ہیں جو لغت، معانی اور عربی زبان سے [ص : ۳۵] متعلق ادبی علوم کا سب سے بڑا سرمایہ ہیں - اسی بنا پر بہت سے دیانت دار فقہا نے صاف طور سے کہا ہے کہ تاریخ ایک فرض کفایہ تو ہے لیکن ایسا فرض کفایہ جو بلندئ مرتبہ کے لحاظ سے فرض عین پر فوقیت رکھتا ہے - اس لیے کہ جو یہ فرض انجام دیتا ہے اس کی بدولت دوسروں کے سر سے بہت سے الزام ٹل جاتے ہیں بلکہ بسا اوقات تو تمام مضامین چھوڑ کر اس میں لگ جانا واجب ہو جاتا ہے ، جیسا کہ سمجھ بوجھ والوں پر عیاں ہے، گو اس میں شک نہیں کہ تاریخ منجملہ دیگر علوم کے ایک علم ہے اور معلومات اور نقوش کی ایک لڑی ہے - اس کی مدح میں جو بہترین شعر میرے علم میں آیا اور جو مجھے سب سے زیادہ پسند اس لحاظ سے ہے کہ وہ اس علم کو نظر انداز نہ کرنے اور اس کے اہتمام کا شوق دلانے میں بالکل صریح ہے وہ قاضی ارّجانی[1] کا قول ہے جو معنی اور لفظ دونوں کے حسن کا جامع ہے :

إذا علِمَ الانسانُ اخبارَ مَن مَضىٰ
توهّمتَهُ قد عاشَ من اوّلِ الدهرِ

جب انسان گزرے ہوؤں کی خبریں جان لے تو تم یہ سمجھو کہ وہ آغاز زمانہ سے جی رہا ہے

و تحسَبُه قد عاش آخرَ عُمرِه
اذا كان قدابقىٰ الجميلَ من الذِّكرِ

اسی طرح یوں سمجھو کہ وہ آخر وقت تک زندہ رہے گا اگر وہ اپنے بعد ذکر خیر چھوڑ جائے

۱ - احمد بن محمد، ف ۵۴۴ھ -

Marfat.com

فقد عاش کلّ الدّھر مَن کان عالیما
حلیما کریماً فاغتنِم اطول العُمر

ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ملے گی اسے جو عالم حلیم اور شریف ہوگا، اس لیے تم بھی ایسی زندگی کو غنیمت جانو جو سب سے زیادہ لمبی زندگی ہے۔

اس فن کی برتری کے لیے تو صرف اتنا کافی ہے کہ بخاریؒ نے اپنی 'تاریخ' مدینۃ النبی میں نبی علیہ السلام کی قبر کے پاس تصنیف کی۔ آپ چاندنی راتوں میں لکھا کرتے تھے اور 'تاریخ' کو اور 'صحیح' کو برابر درجہ دیتے تھے، وہی 'صحیح' جس کے ابواب قبر نبوی اور منبر شریف کے مابین جگہ بدل بدل کر لکھتے تھے اور ہر عنوان پر دو رکعت ادا کرتے تھے۔ میرا کہنا ہے کہ دونوں کا برابر ہونا تو کھلی بات ہے اس لیے کہ حدیث کی قدر و قیمت پہچاننے کا تاریخ کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں۔

اس فن کی معلومات کے ضمن میں بہت سی ایسی باتیں ہاتھ آ جاتی ہیں جن کا تعلق دوسرے علوم سے ہے مثلاً سیاست یعنی وہ علم جس میں ریاست اور سیاست کی قسمیں اور اچھے اور بُرے معاشرے اور متعلقہ امور کا ذکر ہوتا ہے یا علم الاخلاق جس کے ذریعے فضیلتوں کی قسمیں اور ان کے حصول کے طریقے اور برائیوں کی قسمیں اور ان سے بچنے کی صورتیں معلوم ہوتی ہیں، یا علم تدبیر منزل جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ انسان اور اس کے بیوی بچوں اور نوکروں کے باہمی حالات کیا ہوتے ہیں اور ان کی صحیح شکل کیا ہونی چاہیے۔

ہم نے سنا ہے کہ اشرف برسبای کے کسی ندیم نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے فقیہوں کو مالدار بنا دیا ہے اور ایسے ایسے کام کیے ہیں جو آپ سے پہلے بہتوں سے بن نہ پڑے یعنی قاہرہ، صحراء، خانقاہ[1] وغیرہ میں مدرسے قائم کیے۔ اس پر اُس نے جواب

۱۔ خانقاہ سریا قوس۔

دیا کہ ہمارے پیشروؤں کا ، فقہا ساتھ نہ دیتے تھے اس لیے وہ ان کے حق میں کوتاہی کرتے تھے - ہمارے فقہا ہمارے خلاف نہیں جاتے اس لیے کم از کم اتنا تو ہو کہ ہم دنیا کا کاٹھ کباڑ ان کو دیدیں'' - میں کہتا ہوں کہ یہ تو گئی گزری بات ہے - اب تو یہ حال ہے [۴۶] کہ تائید بہر حال حاصل ہے اور اطاعت نکیل (خِطام) کے ذریعے کرائی جاتی ہے نہ کہ کاٹھ کباڑ (حُطام) کے بدلے ، بلکہ وہ گزارے کی رقمیں جو اگلے وقتوں سے فقہا کے لیے مخصوص ہیں ان میں بھی دوسروں کو شریک بنایا جاتا ہے - اللہ ہماری اور ان کی مغفرت کرے -

تتمہ جو دو فائدوں پر مشتمل ہے :-

اول : العز بن جماعۃ[1] کا کہنا ہے : ''ایک چیز جو مشکل بھی ہے اور ضروری بھی وہ یہ کہ علم تاریخ اور علم طبقات کا فرق جانا جائے اور ان دونوں کے موضوع اور مقصود میں جو تفاوت ہے وہ بھی معلوم رہے - آگے چل کر وہ کہتے ہیں - ''میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اصل میں تو دونوں ایک ہی چیز ہیں البتہ مختلف اعتبار سے وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں - میں کہتا ہوں کہ دونوں میں عموم و خصوص وجہی کی نسبت ہے - راویوں کا حال بیان کرنے کی حد تک دونوں ایک ہیں ، اس کے بعد تاریخ صرف واقعات کو لیتی ہے اور طبقات میں یہ ہوتا ہے کہ مثال کے طور پر ایک بدری (جنگ بدر میں شریک) ہے جس کی وفات اس شخص کے بعد ہوئی جو بدر میں شریک نہ تھا تاہم اس بعد میں مرنے والے کا ذکر پہلے ہوگا - اصول تو یہی ہے لیکن پرانے لوگوں کے بعد جو مصنفین ہوئے ہیں انھوں نے ، مثلاً طبقات الشافعیہ میں ، اس اصول کو نظر انداز کر دیا ہے اور وہ طبقے میں شمولیت کے لیے وفات کے قرب کا لحاظ کرتے ہیں - بسااوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک طبقے میں وفات کے مقدم ہونے کی وجہ سے رکھا جا

۱ - عبدالعزیز بن محمد ، ف ۷۶۷ھ مراد ہو سکتے ہیں نہ کہ محمد بن ابی بکر ، ف ۸۱۹ھ -

Marfat.com

ہے اگرچہ تحصیل علم کے لحاظ سے اس کا زمانہ بعد کا ہوتا ہے لہٰذا درحقیقت وہ بعد والے طبقے میں ہوتا ہے۔ بعض متاخرین نے فرق یوں بیان کیا ہے کہ تاریخ اصل میں پیدائش اور وفات بتانے کا اہتمام کرتی ہے اور ضمنی طور پر حالات زندگی کا۔ اس کے برخلاف طبقات میں اصل اہتمام حالات زندگی کا ہوتا ہے اور ضمنی طور پر پیدائش اور وفات کا لیکن پہلی بات زیادہ قرین صحت ہے۔

دوم: اکثر بولا جاتا ہے 'فلان المتوفّی' اس میں تمھیں اختیار ہے کہ ف کو زبر دو (متوفَّی) یا زیر (متوفِّی)۔ زیر کی توجیہ یوں ہے کہ "مدت عمر کو پورا لے لینے والا"۔ اس کی سند اللہ تعالیٰ کا قول ہے "والذین یتوفّون منکم"[1] یاء کے زبر کے ساتھ (یَتوفّون) علیؓ کے قرأت کے مطابق جس کا مطلب ہے "جو اپنی مدت پوری لے لیتے ہیں"۔ یہ ضرور ہے کہ ابو الاسود الدؤلی[2] کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جنازے کے ساتھ جا رہے تھے، کسی نے پوچھا "مَن المتوفّی؟" ف کے کسرہ کے ساتھ (کون پورا لے لینے والا ہے؟) تو انھوں نے کہا "اللہ"۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ منجملہ دیگر اسباب کے یہ واقعہ سبب بنا اس بات کا کہ علیؓ نے ابوالاسود کو نحو [وضع کرنے] کا حکم دیا۔ اگر اس حکایت کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ انھوں نے صرف اس کا لحاظ کیا کہ پوچھنے والے کی سمجھ میں کیا بات آ سکتی ہے اور اس کی عقل کی رسائی کہاں تک ہے، بالخصوص اس وجہ سے کہ انھیں کا مقولہ ہے "لوگوں سے وہی باتیں کرو جو وہ سمجھتے ہوں"۔[3]

۱۔ قرآن ۲/۲۳۴۔

۲۔ ظالم بن عمرو، ف ۶۹ھ، علم نحو کا بابا آدم۔

۳۔ یہ قول "حدِّثوا الناس بما یعرِفون" رسول اللہ کی طرف منسوب ہے۔ لحظ ص ۶۴ لحق۔

Marfat.com

۴ - تاریخ کی غایت

اس کی غایت یہ ہے کہ اللہ کی خوشنودی کی امید قائم ہو اس لیے کہ، وہ کسی نیک کام کرنے والے کو اجر دینا بھولتا نہیں، [1] اور 'اعمال کا دار و مدار تو نیت ہی پر ہے' ۔ [2]

۵ - تاریخ کا حکم

[ص : ۴۷] اس کا حکم ہر حال میں ایک نہیں ہے، کبھی تو واجب ہے یعنی اس صورت میں جب یہ ذریعہ قرار پائے حدیث کے اتصال [راویوں کا سلسلہ پورا ہونے] اور اس جیسی باتوں کے معلوم کرنے کا، اور نسخ کے پہچاننے کا، اور انساب کو جاننے کا، جس پر وراثت اور کفو (شادی بیاہ میں ہمسری) کی بنا ہے، چنانچہ بعض نے صاف طور سے کہا ہے کہ اس پر احکام کا دار و مدار ہے اور ایک سے زیادہ لوگوں نے اسے فرض کفایہ بتایا ہے - بعض کا کہنا ہے کہ 'ضروری' تو ہے لیکن صریحاً واجب نہیں، مناسبت اور سیاق کے لحاظ سے 'مستحب' بھی اس کے ضمن میں آتا ہے اور کبھی 'مباح' پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے - خطیب نے ایک باب باندھا ہے اس بارے میں کہ کذابین (جھوٹے راویوں) کا حال بیان کرنا، ان کی پول کھولنا اور بادشاہوں تک ان کی شکایت پہنچانا واجب ہے - امام احمد (بن حنبل) کی بابت انھوں نے نقل کیا ہے کہ وہ اس کا شدید اہتمام کرتے تھے، چنانچہ جب ابو علی الحسن بن الربیع [3] کو رخصت کرنے لگے تو ان کے پاس (؟) تختیاں نکالیں اور ان سے درخواست کی کہ ابن المبارک [4] کی وفات

۱ - اشارہ بآیت قرآنی "فان" اللہ لایُضیع اجرالمحسنین" - ۱۲/۹۰ -

۲ - مشہور حدیث "الاعمالُ بالنیّات" - لحظ ص ۸ سبق -

۳ - ف ۲۲۰ھ تقریباً -

۴ - عبداللہ بن المبارک -

Marfat.com

لکھوائیں، چنانچہ انھوں نے لکھوا دی ۔ وفات سنہ ۸۱ [۱] میں واقع ہوئی ۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ اس سے آپ کا مقصد کیا ہے تو انھوں نے کہا (الفاظ جو بھی رہے ہوں) میں چاہتا ہوں کہ اُس کی بنا پر جھوٹے راویوں کو پہچان لوں ۔''

ابوالحسین بن فارس کا یہ قول اوپر گزر چکا ہے کہ ''علم تاریخ میں سے خاص طور پر سیرت نبویہ ایسی ہے کہ ہر مسلمان پر اس کا حفظ کرنا واجب ہے اور ہر دیندار کے لیے اس کا جاننا ضروری ہے''[۱] اس کی تائید میں کسی اور کا قول بھی ہے کہ جو سیرت نہ جانے اس کی بابت اندیشہ ہے کہ جب اس سے پوچھا جائے کہ ''تم اس ہستی (محمد صلعم) کی بابت کیا جانتے ہو تو وہ یہ جواب دے کہ مجھے خود تو کچھ نہیں معلوم ، دوسروں کو جو کہتے سنا وہی میں نے بھی کہا'' اللہ ہمیں اس صورت حال سے محفوظ رکھے[۲] ۔ اسی طرح مقلّـِد کے ایمان کو صحیح نہ ماننے والا قول ہے ۔

ابو محمد بن حزم[۳] کا یہ قول بھی سند مانا گیا ہے جو ان کی کتاب ' مراتب العلوم ' میں ہے : موجودہ وقت میں علوم کی سات قسمیں ہیں جو ہر قوم ، ہر زمانے اور ہر ملک میں رائج ہیں ۔ علم شریعت ، اس سے متعلقہ اخبار کا علم جس میں فن تاریخ بھی شامل ہے، نیز اس سے متعلقہ لغات کا علم ۔ اس کے بعد انھوں نے باقی علوم کا ذکر کرکے انھیں واجب بتایا ہے ۔

العز بن عبدالسلام[۴] اپنی کتاب ' القواعد ' میں لکھتے ہیں : جو بدعتیں واجب ہیں ان کی ایک مثال جرح و تعدیل کی بحث ہے جس سے صحیح اور سقیم [حدیث] پہچانی جاتی ہے ۔ شریعت کے اصول عامہ

---

۱ ۔ لحظ ص ۳۵ سبق ۔
۲ ۔ ایضا ۔
۳ ۔ علی بن أحمد ، ف ۴۵۶ھ ۔
۴ ۔ عبدالعزیز بن عبدالسلام ، ف ۶۶۰ھ ۔

Marfat.com

کا منشا بھی یہی ہے کہ ایک معینہ حد سے زائد [جو سب کے لیے لازمی ہے] شریعت کا تحفظ فرض کفایہ ہے اور شریعت کا تحفظ صرف اسی ذریعے سے ہو سکتا ہے جو ہم نے بیان کیا ۔ (ہ ق) انھوں نے جو جرح و تعدیل کو بدعتوں میں شمار کیا ہے یہ چنداں درست نہیں اس لیے کہ رسول اللہ (صلعم) نے اس قسم کی دونوں متقابل حالتوں میں ''نِعمَ الرجلُ عبدُ اللہ''[1] (عبداللہ کیا خوب آدمی ہے) اور ''بِئسَ اخوالعشیرۃ''[2] (یہ کیا ہی بُرا فرد خاندان ہے) [ص : ۸ء] ارشاد فرمایا ہے ۔ اسی ذیل میں یہ ہے کہ دار قطنی[3] نے 'العِلَل' میں ابن المُسیّب سے روایت کی ہے جو ابو ہریرۃ[4] کے واسطے سے اس کی سند رسول اللہ تک پہنچاتے ہیں : اذاعلم احدُکم من اخیہ خیرا فلیخبرہُ بہ فانّہ تزدادُ رغبتُہ فی الخیر'' (جب تم میں سے کسی کو اپنے بھائی کی اچھائی کا علم ہو تو چاہیے کہ اسے بتا دے اس لیے کہ اس سے وہ بھلائی کی طرف اور زیادہ راغب ہوگا) ۔ دار قطنی کے کہنے کے مطابق زُہری[5] سے اس کی روایت صحیح نہیں ہے ۔ ابن المسیّب سے ان کا روایت کرنا ارسال[6] کے طریقے پر ہے ۔ ایسی ہی اُسامۃ بن زید کی وہ مرفوع حدیث ہے جو

---

۱ - عبداللہ بن عمر نے ایک خواب دیکھا تھا ۔ حضرت حفصہ نے یہ خواب رسول اللہ کو سنایا تو آپ نے فرمایا ''نعم الرجل عبداللہ - - -''۔ طبقات ابن سعد چہارم ۱/۱۰۸ ۔ دوسری حدیث کی کتابوں میں ''تیرا بھائی مرد صالح ہے'' بھی مروی ہے ۔

۲ - مشکوٰۃ (باب حفظ اللسان، الفصل الاول) : ایک شخص نے رسول اللہ سے ملاقات کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا : اسے اندر آنے دو فبئس اخوالعشیرۃ - - -'' اس طرح آپ نے اس کے اندر آنے سے پہلے اپنے اصحاب کو اس کی سیرت کی برائی سے آگاہ کرنا ضروری سمجھا۔ لحظ ص ۵۳ نحو ۔

۳ - علی بن عمر، ف ۳۸۵ھ ۔

۴ - ف ۵۷ھ ۔

۵ - محمد بن مسلم بن شہاب، ف ما بین ۱۲۳-۱۲۵ھ ۔

۶ - لحظ ص ۸ سبق ح ۱ ۔

Marfat.com

طبرانی[۱] نے ضعیف سند کے ساتھ نقل کی ہے : ''إذا مُدِحَ المومن ربا الایمان فی قلبه'' (جب مومن کی مدح ہوتی ہے تو اس کے دل میں ایمان بڑھتا ہے) ۔

تاریخ کی ایک قسم وہ ہے جو حرام ہے مثلاً وہ ساری باتیں جو جاہل مورخوں کے ہاتھ لگتی ہیں اور وہ انھیں درج کر دیتے ہیں ۔ بیشتر ان کا دار و مدار پرانے لوگوں کی کتابوں سے نقل پر ہوتا ہے مثلاً ''مبتدا'' (ابن منبہ)[۲] جس کا مصنف کہتا ہے کہ میں نے تیس نبیوں پر اتری ہوئی تیس کتابیں پڑھی ہیں ، مزید یہ کہ عبداللہ بن سلام اور ان کے بعد کعب الاحبار[۳] اس زمانے کے سب سے بڑے عالم ہیں اور ان دونوں کا علم میں نے اپنے اندر سمیٹ لیا ہے ۔ اسی طرح اور بہت سی خبریں ہیں جو خرافات کے درجے کی ہیں لیکن انھیں وثوق کے ساتھ لکھ جاتا ہے ، نہ تو یہ بتاتا ہے کہ یہ جھوٹی ہیں نہ یہ کہ پرانے لوگوں کی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں ، بالخصوص وہ باتیں جو نبیوں کے حالات میں بڑھا دی جاتی ہیں یا خبریں سنانے والوں (اخباری) کی جانب سے صحابہ کے باہمی اختلافات کی بابت بیان کی جاتی ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ ان (اخباری) لوگوں کو بولنے اور گڈ مڈ کرنے کی لت ہے ۔

اسی ذیل میں وہ باتیں ہیں جن کا ذکر کرنا عقلمندوں کے نزدیک معیوب ہے مثلاً ایسے واقعات جن کی کوئی اہمیت اور افادیت نہیں ، جس طرح بادشاہوں اور بڑے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کو شراب خواری اور بیہودگیوں کا مرتکب بتانا درآنحالیکہ ان لوگوں کے بارے میں ایسی باتوں کی حقیقت دریافت کرنا سخت دشوار ہے ، اس کی دو ہی صورتیں ہیں : اگر صحیح نکلے تو ایک عیب کی تشہیر ہے اور غلط ہو تو قذف ہے ۔ خصوصیت کے ساتھ یہ پہلو قابل لحاظ ہے کہ اس سے دوسرے

---

۱ ۔ سلیمان بن احمد، ف ۳۶۰ھ ۔

۲ ۔ ف ۱۱۴ھ غالباً ۔

۳ ۔ ف ۳۲ یا ۳۴ھ ۔

Marfat.com

انسانوں کی نظر میں ان کی اپنی لغزشوں کی برائی کم ہو جاتی ہے ، مگر کیا کیا جائے کہ خبروں میں اس قسم کی کوئی نہ کوئی چیز ہوتی ضرور ہے ۔

بادشاہوں اور حاکموں کی سب سے بڑی خطا یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے پیشرووں کی سیاست کی دیکھا دیکھی عمل کرنے لگ جاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اس بارے میں شریعت کا کہنا کیا ہے ، پھر وہ اپنے خارج از شریعت اعمال کو سیاست کا نام دیتے ہیں درآنحالیکہ حقیقت میں شریعت ہی سیاست ہے نہ یہ کہ بادشاہ اپنی ذاتی خواہش اور رائے پر چلے ۔ ان کی خطا یوں دیکھی جا سکتی ہے کہ ان کے قول کا جو حاصل ہے اس سے لازم آتا ہے کہ شریعت میں وہ سب کچھ نہیں ہے جو سیاست کے لیے کافی ہو اس لیے ہمیں ضرورت پڑی کہ ہم اپنی رائے سے اس میں اضافہ کریں ، چنانچہ وہ یہ کرتے ہیں کہ جس کا قتل جائز نہ ہو اسے قتل کر دیتے ہیں اور جو فعل حلال نہ ہو اس کے مرتکب ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سیاست ہے ۔ یہ شریعت کے ساتھ دست درازی ہے اور اس کی توہین کے مترادف ہے ۔ یہ تو وہی ہوا کہ "انّا وَجدنا آباءَنا علیٰ امّۃٍ و اِنّا علیٰ آثارِھم مُقتَدُون"[1] (ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک ڈھنگ پر پایا ہے اور ہم انھیں کے نشانات قدم پر چل رہے ہیں) ۔

[ص : ۹۴] حرام کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ برائیوں کا وضاحت کے ساتھ بیان ہو اور ان کی حرمت کا خیال کیے بغیر کسی بڑے آدمی سے متعلق مدح ، اچھائی اور عظمت کے پیرائے میں پیش کیا جائے ۔

اسی طرح یہ بھی حرمت کا سبب بنتا ہے کہ ضرورت سے زیادہ جرح میں تجاوز کیا جائے اور مدح میں کمی کی جائے ۔

تاریخ کی ایک اور قسم وہ ہے جو مستحب ہے ۔ یہ وہ صورت ہے جب تاریخ وسیلہ ہو اچھائیوں کی پیروی کرنے کا ، بدنما عیوب سے بچنے

۱ ۔ قرآن ۴۳/۲۳ ۔

Marfat.com

کا ، ذہن کو انجام کی بابت غور و فکر کی زحمت دینے کا ، عزیزوں دوستوں کی دائمی رفاقت پر بھروسا نہ کرنے کا ، اور ایسے ہی بہت سے امور کا جن کی طرف ہم فوائد کے ذیل میں اشارہ کر آئے ہیں ۔

تاریخ کی ایک قسم مکروہ ہے مثلاً بہت سے لوگ کثرت سے اوراق سیاہ کیے چلے جاتے ہیں ۔ ابن الاثیر کے قول کے مطابق ، ان میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جن سے غافل رہنا ہی بہتر ہے اور جن کا تحریر میں نہ لانا ہی مناسب اور موزوں ہے جیسا یہ کہ فلاں ذمّی کو خلعت بخشی گئی ، روزمرہ کے نرخ میں زیادتی ہوئی ، یا یہ کہ فلاں شخص جو مجرم تھا اس کی عزت ہوئی اور فلاں جو مسلمانوں کا امام تھا اور قابل اعتبار طبقے سے تھا اس کی توہین ہوئی ۔ اس سے ، جیسا کہ آگے آئے گا[1] ، اوروں کے ساتھ دست درازی کرنے کی شہ ملتی ہے ۔

ایک قسم مباح ہے یعنی وہ جس سے کوئی فائدہ نہیں نہ دین کا نہ دنیا کا ۔ حجۃ الاسلام الغزالی نے ' الاحیاء ' میں اس کی تصریح کرتے ہوئے لکھا ہے : '' علم کی وہ قسم جو مباح ہے اس میں اشعار کا علم ہے بشرطیکہ ان میں کوئی رکاکت نہ ہو ۔ تاریخی خبریں اور ایسی ہی اور چیزیں بھی اسی میں شامل ہیں '' ۔ ایک اور جگہ پر یہاں تک کہہ دیا ہے ، اور نووی نے بھی ' الروضۃ ' باب الصدقات میں اس کی تصدیق کی ہے ، کہ '' کتاب کی ضرورت تین غرض سے ہوتی ہے : تعلیم ، تفریحی مطالعہ اور استفادہ ۔ تفریح کا شمار تو ضرورت میں نہیں چنانچہ کتب شعر و تواریخ وغیرہ جمع کرنے سے نہ تو کوئی دنیوی فائدہ ہے اور نہ اخروی ۔ کفارہ اور صدقہ فطر کے لیے انہیں فروخت کر دیا جاتا ہے اور ان کے ہوتے ہوئے مسکینی کا اطلاق نہیں ہوتا '' ۔ اسی سے ملتا جلتا ان کا یہ قول ہے جو ان کی کتاب '' فضائح الباطنیۃ '' کے باب اول میں ہے کہ '' انھوں نے اس فن کی تصانیف کا مطالعہ کیا تو دیکھا کہ وہ دو قسم کی باتوں سے بھری پڑی ہیں : ایک تو ان

---

۱ - لحظ ص ۰ ۷ لحق ۔

Marfat.com

(باطنیوں) کی تاریخی خبریں ہیں اور ابتدا سے لے کر ان کی گمراہی آشکارا ہونے تک کے حالات کا بیان ہے ، ایک ایک کر کے مختلف ممالک میں ان کے داعیوں کے نام ہیں اور گزشتہ زمانوں میں ان کو جو واقعات پیش آئے ان کی تفصیل ہے ۔ جہاں تک اس فن کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس میں مشغولیت ایسی ہی ہے جیسے گپ شپ میں وقت گزارنا اور یہ تو مورخین اور خبریں سنانے والوں ہی کے شایاں شان ہے..... الخ ۔ دوسرے فن کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے صاف [ص : ۵۰] لکھا ہے کہ اس میں وقت نہیں صرف کرنا چاہیے ۔ اس سے لازم آیا کہ پہلا فن مباح ہے اگرچہ یہ تسلیم ہے کہ اس کے خلاف بھی کہا جا سکتا ہے ۔

٦ ۔ دلائل تاریخ کے حق میں

اوپر جو فوائد بیان ہوئے اور آگے عنقریب جو امور بیان ہوں گے انہیں سے وہ دلیلیں بھی اخذ کی جا سکتی ہیں جو تاریخ کے حق میں ہیں ۔

۷ ۔ تاریخ کو برا کہنے والوں کی مذمت

تاریخ کو برا کہنے والے کچھ ایسے ہیں جو ایک خاص پہلو کو اور کچھ ایسے ہیں جو سارے کے سارے فن کو لپیٹ میں لے لیتے ہیں :

(ا) تخصیص کرنے والے صرف ان مورخین کو لیتے ہیں جنہوں نے اپنی کتابوں میں ایسی باتوں کی بھرمار کر رکھی ہو جن کا ذکر ناپسندیدہ ہے اور جن کو ہم نے حرام کے ذیل میں درج کیا ہے ۔

(ب) جو ساری کی ساری تاریخ کی تحقیر کرتے ہیں اور اس کو برا کہتے ہوئے اور یکسر باطل قرار دیتے ہوئے اس سے منہ موڑتے ہیں وہ وہ ہیں جو علم اور سنجیدگی کے دعویدار ہیں اور اپنے آپ کو علم کی گہرائی اور دیانت داری سے متصف سمجھتے ہیں ۔ ان کا خیال ہے کہ تاریخ کا بڑے سے بڑا فائدہ قصے اور خبریں ہیں اور مجلسی گفتگو اور تفریحی بات چیت ہی اس کی معلومات کی انتہا ہے ۔

Marfat.com

(ج) کچھ لوگ چند مخصوص مؤرخین کو اس بنا پر قصور وار بتاتے ہیں کہ انھوں نے جرح اور اس کی ضد (تعدیل) سے کام نہیں لیا حالانکہ تاریخ کا یہی سب سے بڑا فائدہ ہے۔ نیز انھوں نے اماموں، زاہدوں اور عالموں کی خبریں درج نہیں کیں جن کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے، نہ ہی لوگوں کے فقہی مذاہب بیان کیے جن کی بابت سبھی کو جستجو رہتی ہے، بلکہ صرف لڑائیوں اور فتوحات پر اکتفا کی۔ جس میں ذرا بھی انصاف ہو گا وہ یہ مان لے گا کہ علم اس کا نام نہیں کہ فلاں شہر کس سنہ میں فتح ہوا یا یہ کہ لشکر کی تعداد کتنی تھی۔

(د) بعض ایسے بھی ہیں جو بعد کے دور میں جرح سے کام لینے والوں کو حرام کا مرتکب قرار دیتے ہیں اس لیے کہ یہ غیبت میں داخل ہے اور چونکہ وہ خبریں جن کی خاطر اس امر کی اجازت تھی ان کے جمع کرنے کا کام پہلے ہی انجام پا چکا ہے لٰہذا اب یہ سب بے فائدہ ہے۔ منجملہ ان لوگوں کے جنھوں نے صاف صاف یہ بات کہی ابو عمرو بن المرابط[1] ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ چوتھی صدی (ھ) کے اختتام سے جرح لا حاصل ہو کر رہ گئی ہے، وہ اور ان کے علاوہ دوسرے بغیر سوچے سمجھے بولنے والے لوگ بڑی بے باکی سے محدّثین پر عیب لگاتے ہیں، بعض تو صاف کہتے ہیں کہ بہت سے بعد کے مورخین اور انھیں جیسے لوگ جیسے ذہبی یا ہمارے استاد (ابن حجر) ہیں، ان کے یہاں جو معائب کا ذکر ہے، خواہ وہ راوی ہی ہو جس میں کہ عیب نکالا گیا ہے، یہ محض غیبت ہے۔ اسی انداز سے تقی بن دقیق العید نے ابن السمعانی کی یہ بات پکڑی ہے کہ انھوں نے ایک شاعر کا ذکر کرتے ہوئے اس کے عیوب بیان کیے۔ بقول ان کے جب تک روایت کے ذیل میں قدح یعنی عیب بیان کرنے کی مجبوری نہ ہو یہ فعل ناجائز ہے۔

(ھ) کچھ لوگ مخصوص مؤرخین پر تعصب اور یک طرفہ بات

---

۱ - محمد بن عثمان ۰۸۰ - ۲۵۲ھ۔

Marfat.com

کرنے کا الزام لگاتے ہیں ، وہ یوں کہ جس سے متنفر ہوئے اس کی بابت پورا بیان دینے کی بجائے یہ کیا کہ تعریف کے پہلو کو حذف کر دیا اور دوسروں کے بارے میں بغیر کانٹ چھانٹ کے لمبی چوڑی باتیں بیان کر دیں ۔

(و) بعض ایسے بھی ہیں جو محض جہالت کی بنا پر تاریخ کی برائی کرتے ہیں ۔

[ص : ۵۱] (ا) کی بابت تو یہ ہے کہ صرف اسی ایک قسم کی باتوں کی بھرمار بے شک حرام ہے جیسا کہ ہم پہلے بتا بھی چکے ہیں ۔

(ب) کی بابت ابن الاثیر کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ رائے اسی کی ہو سکتی ہے جو چھلکے تک ہی رہے اور مغز کو نہ پہنچے ، جو ادھورا کام کرے اور تعصب کی وجہ سے تاریخ کے جواہر کو نہ دیکھ پائے ۔ ورنہ جن کو اللہ نے طبع سلیم سے نوازا ہے اور سیدھا راستہ دکھایا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس کے فائدے بے شمار ہیں اور دین و دنیا میں اس کی منفعت ۔ یعنی وہی جو ہم بیان کر چکے ۔ بڑی زبردست اور بھرپور ہے ۔

(ج) کی بابت یہ ہے کہ صرف مذکورہ باتوں پر اکتفا کرنا کوئی عیب نہیں ۔ مؤرخوں کے مقاصد الگ الگ ہوتے ہیں ۔ بعض ابتدائے آفرینش یا خلفاء اور بادشاہوں کے ذکر کو کافی سمجھتے ہیں ۔ مگر حدیث سے دلچسپی رکھنے والے عالموں اور زاہدوں کے تذکرے کو ترجیح دیتے ہیں اور صالحین کی باتیں پسند کرتے ہیں ۔ ادب کے شوقین عربی زبان کے ماہروں اور شاعروں کی طرف مائل ہوتے ہیں ۔ یہ تو کھلی بات ہے کہ سبھی باتوں کی تلاش ہوتی ہے اور سبھی باتیں پسند کی جاتی ہیں اور مقبول ہوتی ہیں ۔ پھر جو شخص بھی کسی ایک بات کو اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے وہ اکثر اوقات اپنے اس موضوع سے ادھر اُدھر نہیں ہوتا خواہ اس پر بھی وہ اس کا پورا پورا احاطہ نہ کر سکے ۔ خوش نصیب ہے وہ جو اپنے موضوع کو ایک جگہ اکٹھا کر دے اور بغیر کسی نمایاں کمی یا نقصان کے محفوظ کر دے ۔ رہا کمال تو صرف خدا کے لیے ہے ۔

Marfat.com

(د) کے ذیل میں ہمارا جواب یہ ہے کہ اس (جرح) کے جواز میں صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ مبنی بر نصیحت ہو ۔ اس کو روایت تک بھی محدود نہیں رکھا جا سکتا اس لیے کہ بہت سے ایسے مواقع بتائے گئے ہیں جہاں کسی شخص کی بابت اس کو بری لگنے والی بات کہی جا سکتی ہے بغیر اس کے کہ اس کا شمار غیبت میں ہو ، بلکہ وہ تو فرض نصیحت کے درجے میں ہوگی ، مثلاً یہ کہ ایک شخص کو کچھ اختیاراتِ حکومت حاصل ہوں اور وہ ان کو صحیح طریقے پر انجام نہ دیتا ہو ، یا اہلیت ہی نہ رکھتا ہو ، یا یہ کہ فاسق اور بے پروا ہو یا کوئی اور ایسی ہی بات ہو تو اس کا ذکر کیا جائے گا تاکہ وہ شخص ہٹایا جائے اور اس کی جگہ کوئی دوسرا آئے جو صلاحیت رکھتا ہو یا مثلاً ایک شخص بدعتی ہو ، خواہ صوفی ہو خواہ غیر صوفی ، یا فاسق ہو اور اس کے پاس کسی کو علم یا ارشاد کے لیے آتا جاتا دیکھا جائے اور ڈر ہو کہ اس پر برا اثر پڑے گا تو اس کو ضرور ایسے شخص کا حال بتایا جائے گا ۔ اسی ذیل میں وہ شخص بھی آتا ہے جو فتویٰ میں یا تصنیف میں یا احکام صادر کرنے میں اور شہادت کے بارے میں یا کسی کی بات دہرانے یا کسی کو نصیحت کرنے میں سہل انگاری سے کام لیتا ہو ، مثلاً جھوٹی اور بے اصل باتیں عام لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہو ، یا علماء کے تذکرے یا رشوت دینے لینے میں محتاط نہ ہو ، خواہ وہ خود رشوت لے یا روک تھام پر قدرت رکھنے کے باوجود اسے گوارا کرے ، یا مکر اور دغا بازی سے لوگوں کا مال خورد برد کرے ، یا ایسا ہو کہ مالکوں سے یا مسجدوں سے علمی کتابیں لے کر غصب کر جاتا ہو ۔ اوقاف کا معاملہ اس سے بھی بڑھ کر ہے اس لیے کہ اس میں کھانے پینے کا کوئی جواز نکل ہی نہیں سکتا ۔ اس کے علاوہ اور بہت سی حرام باتیں ہیں ۔ ان [ص : ۵۲] سب کا ذکر کرنا جائز یا واجب ہے تاکہ ان کے نقصانات سے بچا جا سکے ۔ اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ جرح کا سلسلہ ختم نہیں ہوا اور ان جیسے حالات میں اس کی حیثیت ایک واجب نصیحت کی ہے ، جس کی ادائی ایک شخص کو ثواب کا مستحق بنا دیتی

Marfat.com

ہے - چنانچہ ایک ایسی ہستی جس کی پرہیز گاری میں کسی کو شک نہیں یعنی امام احمدؒ ، انھیں جب ابو تُراب نخشبی[۱] نے ملامت کی اور جرح سے روکتے ہوئے کہا کہ '' دوسروں کی غیبت نہ کیجیے '' تو انھوں نے جواب دیا : '' خدا تمھیں سمجھے ، یہ نصیحت ہے نہ کہ غیبت ، بلکہ انھوں نے کہا کہ یہ تو روزہ و نماز سے کہیں بڑھ کر ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے '' و قُلِ الحقُّ من ربّکم ''[۲] (اور کہہ دیجیے کہ یہ حق بات ہے جو تمھارے رب کی طرف سے آئی ہے) اسی طرح جب کوئی فاسق خبر لائے تو اللہ تعالیٰ نے چھان بین کرنے اور تحقیق کرنے کو واجب قرار دیا ہے ، فرماتا ہے '' انْ جاءَکم فاسقٌ بنبأٍ فتبیّنوا ''[۳] (اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح دیکھو بھالو) - جرح کے ذیل میں رسول اللہ کا قول ہے '' بئس اخوالعشیرۃ ''[۴] (یہ کیا ہی بُرا فرد خاندان ہے) تعدیل کے ذیل میں آپ کا فرمانا ہے کہ '' انّ عبداللہ رجل صالح ''[۵] (کوئی شک نہیں کہ عبداللہ نیک آدمی ہے) - اس کے علاوہ دونوں قسم کی اور بہت سی صحیح حدیثیں ہیں - بدیں وجہ جرح ، حرام غیبت سے مستثنیٰ ہے ، بلکہ مسلمانوں کا اس کے جواز پر اجماع ہے - یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ اس کو ضرورت کے پیش نظر واجبات میں شمار کیا گیا ہے - نووی اور عز بن عبدالسلام نے ، جن کا قول آگے بھی آ رہا ہے اور گذر بھی چکا ہے اس کی تصریح کی ہے - متاخرین میں سے بھی جو تقوی میں بڑا درجہ رکھتے تھے جیسے حافظ عبدالغنی مقدسی تو انھوں نے بھی جرح کے سلسلے میں لب کشائی کی ہے - یہی حال متقدمین میں سے احمد (ابن حنبل)

---

۱ - ف ۲۴۵ھ - ان کے نام میں شک ہے - غالباً عسکر (ابن محمد) بن حسین -

۲ - قرآن ۲۹/۱۸ -

۳ - قرآن ۶/۴۹ -

۴ - لحظ ص ۴۷ سبق -

۵ - لحظ ص ۴۷ سبق و ص ۵۵ لحق -

Marfat.com

کا ہے ، جیسا کہ ابھی ذرا اوپر مذکور ہوا ، نیز ابن المبارک کا جن کا کہنا ہے کہ " میرا یہ حال تھا کہ اگر مجھے اختیار دیا جاتا کہ یا تو جنت میں داخل ہو جاؤ یا عبداللہ بن المحرر[1] سے مل لو تو میں اس کو ترجیح دیتا کہ پہلے ان سے مل لوں پھر جنت میں داخل ہوں ، لیکن جب میں ان سے ملا تو ایک مینگنی بھی مجھے ان کی بہ نسبت زیادہ عزیز معلوم ہونے لگی ۔ " اسی طرح ابن معین[2] ہیں جو صاف صاف کہتے ہیں کہ ہم تو ان لوگوں کی بابت گفتگو کرتے ہیں جو جنت میں اپنا ٹھکانا بنا چکے ہیں ۔ نیز بخاری جن کا کہنا ہے کہ "جب سے میں نے یہ سنا کہ غیبت حرام ہے ، کسی کی غیبت نہیں کی " خطیب نے اپنی تاریخ میں بکر بن منبہ (منیر)[3] کی روایت نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں "میں نے بخاری کو کہتے سنا کہ مجھے امید ہے جب میں خدا سے ملوں گا تو مجھ سے کسی کی غیبت کرنے کی بابت کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی " نیز جب بخاری کے وراق ، محمد بن ابی حاتم ، نے ان کو یہ کہتے سنا کہ " آخرت میں مجھ سے جھگڑنے والا کوئی نہ ہوگا " تو انھوں نے بخاری سے بعینہ یہ لفظ کہے : "بعض لوگ آپ کی تاریخ سے خوش نہیں ہیں ، کہتے ہیں اس میں لوگوں کی غیبت پائی جاتی ہے "۔ بخاری نے اس پر یہ کہا کہ " ہم تو صرف ان باتوں کے روایت کرنے والے ہیں ۔ اپنی طرف سے تو ہم نے کچھ نہیں کہا ہے ۔ اور خود نبی (صلعم) نے فرمایا تھا " بئس اخو العشیرۃ " (یہ کیا ہی برا فرد خاندان ہے) ۔ ہ ق ۔ آگے[4] یہ ذکر آنے والا ہے کہ بخاری (رض) ان باتوں کے بارے میں بہت سوچ بچار کرتے تھے اور بہت زیادہ احتیاط برتتے تھے ۔ بیشتر [ص : ۵۳] وہ

---

۱ - ف مابین ۱۵۰ و ۱۶۰ ھ ۔

۲ - یحیی بن معین ، ف ۲۳۳ ھ ۔

۳ - بخاری کے تذکرہ میں "منیر" ملتا ہے نہ کہ "منبہ" جیسا کہ متن میں ہے ۔

۴ - لحظ ص ۶۹ لحق ۔

Marfat.com

اتنا ہی کہتے ہیں "یہ محل نظر ہے"۔ "اس کے بارے میں لوگ خاموش ہیں"۔ "اس کو لوگوں نے نظر انداز کر دیا ہے"۔ یا ایسی ہی کوئی اور بات۔ بہت کم وہ یہ کہتے ہیں "جھوٹا ہے، حدیثیں گھڑتا ہے" بلکہ یوں کہتے ہیں "فلاں نے اس کو جھوٹا بتایا ہے، فلاں نے اس پر الزام رکھا ہے" یعنی جھوٹ کا۔ میں کہتا ہوں کہ اسی لیے تو انھوں نے کہا "ہم تو صرف ان باتوں کے روایت کرنے والے ہیں، اپنی طرف سے تو ہم نے کچھ نہیں کہا ہے" ان کی حجت یہ ہے کہ یہ تو شریعت کی حفاظت کا ایک وسیلہ ہے اور اللہ اور اس کے رسول کا حق بہر حال مقدم ہے۔ چنانچہ یحیی بن سعید القطان[1] نے اس کی تصریح کی ہے بایں طور کہ کسی نے ان سے کہا "کیا آپ کو اس بات کا ڈر نہیں کہ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے سامنے آپ سے جھگڑیں گے؟" اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا "یہ لوگ مجھ سے جھگڑیں یہ میرے نزدیک کہیں بہتر ہے اس سے کہ نبی (صلعم) مجھ سے جھگڑیں اس بات پر کہ میں نے ان کی حدیث کا بچاؤ نہیں کیا"۔ ابن معین کی موت پر ایک شخص نے نبی (صلعم) اور آپ کے اصحاب کو اکٹھا دیکھا اور اجتماع کا سبب پوچھا تو نبی (صلعم) نے فرمایا "میں اس شخص کے لیے دعا کرنے آیا ہوں اس لیے کہ یہ میری حدیثوں کو جھوٹ سے بچایا کرتا تھا"۔ ان کے جنازے کے آگے آگے بھی یہ صدا بلند ہوئی کہ "یہ وہ ہیں جو رسول اللہ (صلعم) سے جھوٹ کو منسوب نہ ہونے دیتے تھے"۔ پھر وہ خواب میں نظر آئے اور ان سے پوچھا گیا "اللہ نے تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟" تو انھوں نے کہا: "مجھے بخشدیا، بہت کچھ عطا کیا، انعام سے نوازا، تین سو حوریں زوجیت میں دیں، دو بار شرف باریابی بخشا"۔ انھیں (ابن معین) کے بارے میں لکھا گیا ہے:

ذهب العليم بعيب كلِّ محدّثٍ
و بكل مختلفٍ من الاسنادِ

۱۔ ف ۱۹۸ھ۔

Marfat.com

چل بسا وہ جو واقف تھا ہر محدّث کے عیب سے، اور اسناد کے
تمام اختلافات سے،

و بکلّ وھم فی الحدیث و مشکل
یعنّی بہ علماء کلّ بلاد

اور حدیث کے ان تمام شبہات اور مشکلات سے جن سے سارے ملکوں
کے علما بحث کیا کرتے ہیں -

اسی طرح جو شخص مذکورہ بالا یا اُنھیں جیسے اعمال کا علانیہ ارتکاب کرے تو، جیسا کہ ہم متعدد جگہ وضاحت کر چکے ہیں، اس کی بابت دوسروں کو بتا دینا بدرجہ اولی فرض ہے، چنانچہ ہم تک یہ حدیثیں پہونچی ہیں: ''کیا تم فاجر کی بابت کچھ کہتے ہوئے ڈرتے ہو ؟ وہ جیسا ہے سب کو جتا دو تاکہ لوگ اس سے خبردار ہو جائیں'' اور ''فاسق سے متعلق کوئی غیبت غیبت نہیں''۔ ہر دو قول کی دلیلیں بھی لکھی جا چکیں، البتہ ان کا موقع محل جبھی ہوگا کہ خود اس کے یا اس کے مماثل اور ہم پلہ کسی اور فرد کے برائی سے باز رہنے کی توقع ہو -

ہمارے دوستوں میں سے چند اماموں نے تو ہمارے متعدد شیوخ سے فتوی پوچھا - اس شخص کے بارے میں جو محدّث کو اس (جرح کی) بناء پر عیب لگائے - چنانچہ ہمارے شیخ اور مرشد (ابن حجر) کا کہنا یہ تھا کہ ''محدّث کے فن کا تو اصل کام ہی جرح و تعدیل ہے - جو اس بات پر محدّث کو برا کہے کہ وہ کھلم کھلا فسق کرنے والوں کی برائی جتاتا ہے یا ان لوگوں کی برائی جتاتا ہے جو مذکورہ صدر عیوب میں سے کسی عیب کے حامل ہوں تو وہ جاہل ہے یا دھاندلی باز ہے یا بے حیاؤں کے ساتھ ان کی برائیوں میں شریک ہے اور ڈرتا ہے کہ ان کی بابت جو کچھ کہا جائے اس کا [ص: ۵۴] اطلاق خود اس پر نہ ہو'' میں کہتا ہوں کہ یہ بات عام مشاہدے کی ہے کہ بیشتر وہ لوگ جو اس (جرح) کو اور اس جیسی باتوں کو برا کہتے ہیں وہ گندگیوں

Marfat.com

میں لت پت ہوتے ہیں یا بغض ، حسد اور اسی قسم کی بلاؤں میں گرفتار ہوتے ہیں - اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ علما کے اقوال سے ناواقف ہوتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اس کا شمار نصیحت عامہ میں ہے -

بعض لوگوں نے ہمارے شیخ (ابن حجرؒ) کو غیبت کا مرتکب قرار دیا اس لیے کہ انھوں نے اپنے ایک خاص دوست ، صدر الدین ابن الآدمیؒ[1]، کے بارے میں یہ الفاظ کہے : " وہ اپنے آپ پر بڑی زیادتی کرتے تھے ، کھلم کھلا ایسی باتیں کرتے تھے جو فقہا کے شایان شان نہیں ، کئی بار وہ مصائب میں گرفتار ہوئے اور آزمائشوں سے گذرے لیکن جب اللہ نے ان کو بہت کچھ دیا اور ان کے لیے نعمتوں کی فراوانی کر دی تو انھوں نے اس کا جواب شکر سے نہ دیا "- ان لوگوں کی تردید میں ہمارے شیخ نے کہا کہ جرح و تعدیل کی باتیں غیبت میں داخل نہیں، بلکہ ایک مرتبہ تو انھوں نے کہا کہ ایسا شخص جو اس کو غیبت کہتا ہے اگر وہ جاہل ہے تو اس کو تعلیم دینا چاہیے ، پھر بھی اگر وہ یہی کہتا رہے تو مناسب سزا دے کر اسے ادب سکھانا چاہیے ، تاآنکہ وہ بے گناہوں پر معترض ہونے اور قصورواروں کی حمایت سے باز رہے- جس کو اختیارات حاصل ہوں (خدا اس کی مدد کرے) اس کی جانب سے ایسا اقدام موجب ثواب ہوگا " - ہ ق - یہ قول بھروسے کے قابل ہے- قایاتی نے اسی کی پیروی میں فتویٰ دیا ہے کہ یہ تو نصیحت میں داخل ہے اور اس پر عمل کرنے والے کو ثواب ملے گا بلکہ وہ تو فرض کفایہ ادا کرے گا اور اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو کر دوسروں کو گناہ سے بچائے گا - وہ کہتے ہیں اسی سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ فرض کفایہ کی ادائگی فرض عین کی ادائگی سے کہیں افضل ہے -

ایسے ہی ابن التدیری الحنفی کا کہنا ہے کہ " اس (جرح) میں کوئی بری بات نہیں ہے اس شخص کے لیے جو صحت اور باریکی کا خیال رکھے، اٹکل پچو سے کام نہ لے، اور جہاں تک اس کی اپنی ذات کا تعلق

---

۱ - علی بن محمد، ف ۸۱۶ھ - آدمی نسبت بہ آدم = چمڑا، چمڑے کا سامان۔

Marfat.com

ہے پوری پوری احتیاط ملحوظ رکھے، اس لیے کہ دراصل یہ ان فرائض میں سے ہے جن کی بابت کوتاہی روا نہیں ، نیز یہ ایسی بنیادی بات ہے کہ اس کا خیال رکھنا اور اس کو برقرار رکھنا عین ضروری ہے، اس لیے کہ دین کا نقصان دنیا کے نقصان کی بہ نسبت کہیں زیادہ اہم ہے۔ جب مالی معاملات میں اہلیت کا ثبوت اور پاکیزگیٔ سیرت (عدالت) کا لحاظ شرط ہے تو شرعی امور میں تو بدرجۂ اولی اس کا لحاظ کیا جانا چاہیے تاکہ شریعت کے احکام تبدیلی اور تحریف سے محفوظ رہیں ، خاص طور سے ان لوگوں کے ہاتھوں جو اپنی خواہشات سے مغلوب ہو کر صحیح راستے سے بھٹک جاتے ہیں جیسے بدعتی اور گمراہی کی طرف لے جانے والے لوگ ۔ چنانچہ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ خبروں کے راویوں کے حالات کھول کر بیان کیے جائیں اور جن کا قول قابل وثوق اور روایت باعث اطمینان ہو اور جن کے حال کی تشہیر ضروری ہو ، دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے۔ نتیجہ یہ کہ جرح کوئی عیب نہیں اس شخص کے لیے جو مشہور و معروف اور تعصبات سے مبرّا لوگوں کے اقوال پر بھروسہ کرتے ہوئے کچھ کہے، بلکہ ایسا کرنے والا قابل تعریف اور مستحق ثواب ہے بشرطیکہ اس کی نیت نیک اور مسلک راستبازی ہو ۔

[ص : ۵۵] عینی بھی جو ایک بہت بڑے مورخ ہیں اس کے قائل ہیں کہ جو اس (جرح) کو عیب گردانے اس کی سرزنش کرنی چاہیے ۔ وہ کہتے ہیں : جہاں تک بعد میں آنے والے مورخین کا تعلق ہے ان میں سے خطیب ، ابن الجوزی، اور ان کے پوتے (سبط ابن الجوزی) اور ابن عساکر[1] جیسے لوگ جنھوں نے تاریخیں لکھی ہیں ان کا مقصد تو صرف اتنا تھا کہ اہل علم کو آگاہ کر دیں تاکہ وہ پاکیزہ سیرت والوں (مُعدّل) اور قابل اعتراض کردار والوں (مجروح) کو ایک دوسرے سے جدا رکھ سکیں ۔ رہے وہ لوگ جو ہمارے زمانے میں تاریخ لکھتے ہیں

۱ - علی بن الحسن، مصنف تاریخ دمشق، ۴۹۹-۵۷۱ھ ۔

Marfat.com

تو اگر وہ مشاہدے اور چشم دید یا قابل اعتماد لوگوں کی خبر کی بنا پر کچھ لکھیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس میں تو بہت سے فائدے ہیں جو کسی بھی غور و فکر کرنے والے سے مخفی نہیں۔ ان کے بیان کے لیے تو کئی جلدیں درکار ہیں۔"

العز الکنانی الحنبلی جو یگانۂ روزگار تھے فرماتے ہیں: "اس میں شک نہیں کہ علم تاریخ بہت بڑا علم ہے، دین میں اس کا بلند مقام ہے اور شرع میں اس کی بڑی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لیے کہ عقائد سے متعلق احکام اور فقہی مسائل اس راہ دکھانے والے کے کلام سے ماخوذ ہیں جس نے گمراہی سے نکالا اور جہل اور اندھے پن کے بجائے بینائی عطا کی۔ اس کلام کی روایت کرنے والے ہمارے اور راہ دکھانے والے کے درمیان واسطہ ہیں، لہٰذا ان کی بابت چھان بین کرنا اور ان کے احوال کا کھوج لگانا ضروری ہے۔ اس امر پر سبھی کا اتفاق ہے۔ جو علم اس ضرورت کو پورا کرتا ہے وہ علم تاریخ ہے۔ اسی لیے اس کو فرض کفایہ شمار کیا گیا ہے۔ فرض کفایہ کی بابت اختلاف ہے کہ آیا وہ فرض عین سے افضل ہے اس لیے کہ اس کی ادائی سے نہ صرف ادا کنندہ بلکہ اس کے ساتھ دوسرے بھی سبکدوش ہو جاتے ہیں، فرض عین کا حال اس سے مختلف ہے۔"

اس کے بعد انھوں نے اس کے بہت سے فائدے گنائے ہیں اور اس فن کے ان مصنفوں کے نام دیے ہیں جو راہ دکھانے والے ستارے اور اندھیرے کے چراغ ہیں، ان کے حق میں نہ کسی اعتراض کی گنجائش ہے نہ ان کا کوئی عیب نکالا جا سکتا ہے۔ اس طویل فہرست کو انھوں نے ذہبی، ہمارے شیخ ابن حجر، اور العینی کے ناموں پر ختم کیا ہے۔ پھر جو لوگ اس (جرح) کو غیبت میں شمار کرتے ہیں ان کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ "بالفرض یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے تو ہر غیبت حرام نہیں ہے"۔ چنانچہ انھوں نے بتایا ہے کہ کن مواقع پر غیبت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس کا ماخذ ایک تو نووی کا وہ قول ہے جو انھوں نے اپنی کتاب "ریاض" میں درج کیا ہے، دوسرے ابن مُفلح[۱]

۱ - محمد بن مفلح، ف ۷۶۳ھ۔

Marfat.com

وغیرہ کے اقوال ہیں جو دراصل حجۃ الاسلام غزالی سے لیے گیے ہیں، نیز العزؒ بن عبدالسلام کا قول ہے '' القواعد '' میں کہ: راویوں کے عیب پکڑنا واجب ہے، اس لیے کہ اس کی بدولت شریعت صحیح بنیادوں پر استوار ہو جاتی ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو حرام حلال اور دیگر احکام کے سلسلے میں لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے اور شریعت کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ ہر بھلائی کو اختیار کرنے اور کام میں لانے کو جائز قرار دیتی ہے۔ گواہوں کی جرح بھی جملہ حاکموں کے نزدیک، نیز مصلحت کی خاطر، واجب ہے، اس لیے کہ اس سے جان مال، جائداد، عزت وناموس، حسب نسب اور اس سے بھی بڑے عام حقوق کا تحفظ عمل میں آتا ہے۔ [ص: ۵۶] نصیحت کے بارے میں دلیل کے طور پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول موجود ہے '' و قل الحق من ربکم''[1] (اور کہہ دیجیے کہ یہ حق بات ہے جو تمھارے رب کی طرف سے آئی ہے)۔ نیز فاطمۃ بنت قیسؓ[2] سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں: میں نبی (صلعم) کے پاس گئی اور عرض کیا کہ ابوجہم[3] اور معاویہؓ دونوں نے مجھے پیام دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ معاویہؓ تو فقیر ہے، اس کے پاس کچھ روپیہ پیسہ نہیں، رہا ابوجہم تو وہ ہر وقت ڈنڈا سنبھالے رہتا ہے''۔ متفق علیہ روایت یونہی ہے البتہ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ '' وہ تو عورتوں کو خوب مارتا پیٹتا ہے''۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس سے حسن بصری کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ ''کیا تم فاجر کا حال بیان کرنے سے جھجکتے ہو؟ اس کی بابت جو کچھ ہو کہہ دیا کرو تاکہ لوگ اس سے ہوشیار رہیں۔'' دنیا کی بہ نسبت دین کے بارے میں سچا مشورہ نہیں زیادہ اہم ہے۔ جب نبی (صلعم) نے ایک عورت کو دنیاوی

---

۱ - قرآن ۱۸/۲۹ - لحظ ص ۵۲ سبق -

۲ - اِن کی شادی پہلے ابوعمرو بن حفص اور اُن کے بعد اسامۃ بن زید سے ہوئی -

۳ - ابوجہم (نام یقین سے نہیں معلوم) بن حذیفۃ -

Marfat.com

معاملے میں سچا مشورہ دیا تو دین کے بارے میں تو سچا مشورہ اور بھی زیادہ اہم ہے۔ اس کے بعد انھوں نے بہت سے ان مواقع کا ذکر کیا ہے جہاں غیبت جائز ہے۔ آخر میں نوّوی کا قول نقل کرنے کے بعد وہ کہتے ہیں: "اس مورّخ کا حال نیکی پر محمول کیا جائے گا اس لیے کہ کوئی دوسرا پیرایہ متعین نہیں ہے جس کا اعتبار ضروری ہو، اس کے برعکس حُسن ظن کا پہلو متعین ہے۔ اپنی نیت کا حال وہ خود ہی جان سکتا ہے[1]۔ ہمارے پاس تو اس کی نیت سے واقف ہونے کا خود اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں لہٰذا اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ مستحب واجب نہ سہی کم از کم اتنا تو ہے کہ اس کی بات مباح ضرور ہے۔ اگر نیت سچے مشورے کی ہو تو اس پر ثواب اور اجر ملے گا۔ اعمال کا دار و مدار تو نیت ہی پر ہوتا ہے[2]۔ ہاں! قابل ملامت ہے وہ شخص جو اس علم سے نفرت دلائے اور اس میں عیب نکالے۔ بھلا یہ کیونکر مناسب ہے کہ ایک ایسے شرعی علم کو برا کہا جائے جو، ابن حزم کے لکھنے کے مطابق[3]، ہر دور اور ہر مقام کے لوگوں کے نزدیک متفق علیہ رہا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان ہدایت کے اماموں کو کیونکر برا کہا جاسکتا ہے جن کی پاکیزگی سیرت پر اور قابل پیروی ہونے پر سب کا اتفاق ہے (ھ ق)۔

(ھ) کی بابت یہ ہے کہ ذھبی کو ان کے شاگرد التاج السُبکی[4] اس امر کا مرتکب بتاتے ہیں۔ اگر بالفرض ان کی بات صحیح ہو جب بھی ذھبی کا فعل بہت معمولی ہے (؟) خود التاج نے ان سے بھی بڑھ کر بری باتیں کہی ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کے ہاتھ کی تحریر پڑھی ہے۔ سلامۃ الصیّاد المنبجی الزاھد کے سوانح میں حرف بحرف لکھتے ہیں:

۱ - "ھواخبر بنیتہ" اس جگہ چند جملوں کا متن مشکوک ہے۔

۲ - لحظ ص ۲۸ سبق۔

۳ - لحظ ص ۷۴ سبق۔

۴ - عبدالوھاب بن علی ۷۲۷ یا ۷۲۸–۷۷۱ھ۔

Marfat.com

"اے مسلم! کچھ تو خدا کی شرم کر! تو کتنی بڑھ بڑھ کر باتیں کرتا ہے اور اہل سنت کو جو اشعری ہیں رسوا کرتا ہے! آخر حنابلہ کس کھیت کی سولی ہیں؟ کیا کبھی حنبلی سر بلند تھے بھی؟"۔ یہ انتہائی عجیب بات ہے اور اس میں تعصب حد سے زیادہ ہے، اس سے بڑھ کر تو بد نما انداز کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی لیے ان کی تحریر کے نیچے ایک مدت کے بعد ہمارے ہم عصر قاضی اور شیخ مذہب (حنبلی) العز الکنانی نے یہ الفاظ لکھے: [ص: ۵۷] "بخدا بالکل اسی طرح جیسے معطلہ[۱] کبھی سر بلند نہیں ہوئے"۔ اس کے بعد التاج کی شان میں انہوں نے لکھا: ان میں ادب کی کمی ہے اور انصاف سے بے بہرہ ہیں، اہل سنت اور ان کے مرتبے کو نہیں پہچانتے۔ اتنا ان کے کلام سے صاف ظاہر ہے (ھ: ق)۔

(و) کی بابت یہ ہے کہ جو شخص جس چیز کو نہیں جانتا اس سے عداوت رکھتا ہے۔ جاہل اہل علم کے دشمن ہوتے ہیں۔ البتہ یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ بیشتر لوگ جو اس (تاریخ) کو برا کہتے ہیں اللہ انہیں سر بلند نہیں کرتا۔

ایک معاصر نے ہمارے شیخ (ابن حجر) کی "معجم" کے بہت سے سوانح پر گری ہوئی تنقید کی لیکن اس کا کوئی اثر نہ ہؤا اور آج تک عرب و عجم سب شوق سے معجم کو حاصل کرتے اور اس سے اقتباس کرتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے الٹا اثر یہ ہؤا کہ جس نے اس میں عیب نکالے اور پردہ ڈالنے کی بجائے انہیں شہرت دی وہ خود اس کے باعث ڈھیر ہو کے رہ گیا، اس کے نام کو بٹہ لگا اور اس کا سر نیچا ہو گیا یہاں تک کہ مرتے دم وہ عبرت کا نمونہ بن گیا اور پشیمانی اور افسوس سے گھر گیا۔

تاریخ وغیرہ ہی کے سبب ابو عمرو بن المرابط نے ذہبی کے حق

۱۔ معطلہ یعنی صفات باری تعالیٰ کے منکر۔ یہاں اشعریوں کے لیے طنزاً استعمال ہؤا ہے۔

Marfat.com

میں فحش الفاظ استعمال کیے ہیں ، وہ ان کی ساری باتوں پر اجمالاً اعتراض کرتے ہیں اور بُرائی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے ۔ لیکن ان کی کسی نے نہیں سنی، الٹا اس کے باعث وہ خود جھوٹے کہلائے اور مورد اعتراض بنے اور ان کی بابت یہ رائے ٹھہری کہ وہ حد سے زیادہ متعصّب ہیں جو اللہ کی ناراضگی کا موجب ہے، خاص طور پر اس وجہ سے کہ مشہور یہی تھا کہ انھوں نے یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ ذہبی نے ان کی اس ڈینگ کا جواب دیا جس کی رو سے انھوں نے ایک مسئلے میں ذہبی کی رائے کو ہذیان قرار دیا تھا ۔

اسی طرح الشمس محمد بن احمد بن "بصخان الد" مشقی المُقری[۱] ذہبی سے اس لیے خفا ہوگئے کہ ذہبی نے ان کے حالات میں ان کی سیرت کے چند حقائق درج کر دیے ، چنانچہ انھوں نے موٹے خط میں اس صفحے پر جہاں ذہبی کی تحریر تھی کچھ ایسی باتیں لکھ دیں جو ذہبی کے لیے بڑی ہتک آمیز تھیں اور اس طرح لکھیں کہ ذہبی کی تحریر کا بیشتر حصہ پڑھا نہ جا سکتا تھا ۔ جب ذہبی نے اس کو دیکھا تو انھوں نے یوں انتقام لیا کہ اپنے شیوخ کی مُعجم میں ان کے حالات درج کرتے ہوئے یہ واقعہ بھی بیان کر دیا اور آخر میں لکھا کہ " انھوں نے اس طرح قراء کی فہرست سے اپنا نام مٹا دیا "۔[۲]

ہمارے شیخ (ابن حجر) " الدّرر " میں ابن المُرابط کے سوانح کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ ابن المرابط کی ایسی تخریج (مجموعہ احادیث) میرے علم میں ہے جو اعتبار کے قابل نہیں اور جس میں فہم اور حفظ کی کمی کی وجہ سے بہت کچھ گڑ بڑ ہوئی ہے ۔ اب بھلا جس کا یہ حال ہو وہ کیونکر منہ آتا ہے اس (ذہبی) کے جو صحت اور درستی میں کمال کو پہنچا ہوا ہے ۔ حد یہ ہے کہ ہمارے شیخ نے آب زمزم کی نذر[۳]

۱ - ٦٦٨ - ٧٤٣ھ - المقری ' قاری ۔
۲ - لحظ ص ٧٦ - ٧٧ لحق ۔
۳ - آب زمزم پی کر دعا مانگنے کا طریقہ رائج تھا ۔

Marfat.com

ذھبی کے مرتبے کو پہنچنے اور ان کی ذہانت کے معیار پر پورے اترنے کی دعامانگی ۔ رہا ابن المرابط کا یہ کہنا یہ کہ ذھبی کی تاریخ کے چار حصے ہیں اور ان میں سے ایک حصہ محض غیبت ہے تو اس پر العزالکنانی نے ان کی خوب خبر لی ہے اور بتایا ہے کہ بیشتر اوقات کوئی بھی تاریخ [ص : ۵۸] ان چار حصوں سے خالی نہیں ہوتی ۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ ایک حصہ محض غیبت ہے بلکہ اس میں تو بہت سے فائدے ہیں مثلاً یہ کہ لوگوں کے حالات سے عبرت ہوتی ہے، ان کی خوبیوں کا اعتبار بڑھ جاتا ہے اور ان کی برائیوں سے آگاہی ہو جاتی ہے، وغیرہ وغیرہ ۔

ایک حافظ حدیث نے امام الحفاظ ابوبکر الخطیب کے خلاف ایک مستقل کتاب لکھی جس میں ان کی " تاریخ " کے مختلف مقامات پر اعتراضات کیے لیکن وہ کتاب رائج نہ ہوئی اور کوئی ایسا نہ ملا جو ان باتوں میں مصنف کی موافقت اور تائید کرتا ۔ اس کے برخلاف وہ ساری باتیں ناقابل توجہ اور وہ ساری کوشش ناپسندیدہ قرار پائی ۔

استاد ابوحیان[۱] نے بلا کسی دلیل کے بلند پایہ ناقد یحییٰ بن معین کی بابت لکھا :

و یحییٰ و ما یحییٰ و ما ذو روایۃٍ
وما إن لیحییٰ ذکر عِلمٍ به یحیا

اور یحییٰ ، وہ تو کوئی زندہ رہنے والے صاحب روایت نہیں ہیں ۔
اور یحییٰ کے علم کا تو کوئی نام نشان نہیں جس کی بدولت انھیں زندگی ملے ۔

سِوی ثلب اقوام مضَوالسبیلھم
سیُسئال عنھا حین یُسالُ عن اشیا

بجز اس کے کہ گزرے ہوئے لوگوں کے عیب گناتے ہیں ، جہاں اور بہت سی باتوں کی پرسش ہوگی وہاں اس کی بابت بھی ان سے سوال ہوگا ۔

---

۱ - محمد بن یوسف ، ف ۷۴۵ ھ ۔

Marfat.com

یہی نہیں بلکہ اس طرح کی اور باتیں بھی لکھیں جن کا نقل کرنا ناگوار بھی ہے اور بے فائدہ بھی ۔ ان باتوں پر نہ تو قدیم زمانے میں اور نہ ہی موجودہ زمانے میں کسی نے کان دھرا ۔ سچائی کے حامی تو بیشتر یہی کہیں گے کہ " جب پانی دو بڑے گھڑوں کی مقدار میں ہو تو کوئی گندگی اس پر اثر نہیں کرتی "[1] نیز یہ کہ 'حق تو سب سے بڑھ کر پیروی کا سزاوار ہے'۔ بد سیرت کا سر اگر کاٹا نہ جائے تو اس پر ضرب لگانا بہر حال مناسب ہے ۔ چنانچہ اس پر اجماع ہے کہ یہ فن لائق توجہ ہے اور جو اس فن کے اماموں کو بُرا کہے اس کی ایک نہ سُنی جائے ۔

نیز العز اپنے اس قول کے بعد جو ابن المرابط کے رد میں اوپر گزرا ہے[2] کہتے ہیں : ابن المرابط نے ذہبی پر تنقید کی ہے کہ وہ لوگوں کو برا کہتے ہیں اور ان کے عیب بیان کرتے ہیں ۔ ابن المرابط کے قول کے مطابق یہ غیبت ہے اور ناجائز ہے ، جرح کا فائدہ تو چوتھی صدی (ھ) کے اختتام پر ختم ہو گیا ۔ کوئی پوچھے کہ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ خود اس گناہ کبیرہ میں ذہبی کی برابری کرتے ہیں جس کو وہ دوسروں کے لیے عیب قرار دیتے ہیں ۔ اگر خود اُن کے پاس اس کا کوئی عذر ہے تو پھر ذہبی کے لیے بھی وہی عذر موجود ہے ۔

العز (رح) نے اپنے جواب کی جس بات پر بنیاد رکھی ہے اسی سے ملتی جلتی وہ حکایت ہے جو انھوں نے مجھ سے بیان کی ۔ انھوں نے کہا "میں ایک شخص کے پاس بیٹھا تھا وہاں ایک ایسے آدمی کا تذکرہ نکلا جو مجھ سے عداوت رکھتا تھا ، چنانچہ میں نے اس آدمی کی شکایت کی اور

---

۱ - یہ حدیث طہارت کے باب میں متداول ہے ۔ یہاں مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ بلند پایہ علما پر کیے گئے اعتراضات کچھ موثر نہیں ہوتے ۔

۲ - ص ۵۷ سبق ۔

Marfat.com

اس کی بعض باتیں سُنائیں ۔ اس شخص نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ غیبت ہے ۔ مجبوراً میں خاموش ہو گیا اور دوسری باتیں کرتا رہا تا آنکہ ایک ایسے آدمی کا ذکر آیا جو اس کا دشمن تھا، وہ لگا اس کی برائیاں کرنے تو میں نے اس پر وہی اعتراض چسپاں کر دیا جو اس نے مجھ پر کیا تھا ۔

[ص : ۵۹] رہا کسی امام کا یہ قول کہ ''کچھ لوگ مدینہ آئے۔ خود ان میں تو کوئی عیب نہ تھے لیکن انھوں نے دوسرے لوگوں کے عیب کا چرچا کیا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے عیوب گھڑے اور ان کی طرف منسوب کر دیے ۔ اس کے برخلاف کچھ لوگ ایسے تھے جو فی الواقع عیوب کے حامل تھے، وہ چپ رہے تو دوسرے لوگ بھی ان کے عیوب کی بابت چپ رہے ۔ اسی کو ایک شاعر نے یوں کہا ہے :

کُفَّ عن النّاس اذا شئتَ أن
تَسلَمَ من قولِ جہول سفیہ

تم دوسروں کو کچھ نہ کہو اگر تم چاہتے ہو کہ جاہل اور ناسمجھ لوگوں کے اقوال سے بچے رہو

مَن قذفَ النّاسَ بما فیہم
یقذفہ النّاسُ بما لیس فیہ

جو دوسروں کے حقیقی عیوب کا ذکر کرے گا دوسرے اس کی بابت من گھڑت باتیں کہنے لگیں گے

ایک عجیب بات یہ ہے کہ اسی کو دیلمی[۱] نے اپنی مسند میں اس سند کے ساتھ جو انھوں نے درج کی ہے ابن عمر سے حدیث مرفوع کی حیثیت سے درج کیا ہے کہ ''مدینے میں کچھ لوگ تھے جن میں فی الواقع عیوب تھے لیکن دوسروں کے عیوب کی بابت وہ خاموش رہتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔'' (الخ) ۔

---

۱ - شیرویہ بن شہردار الدیلمی ، ف ۵۰۹ ۔

Marfat.com

کسی اور کا بھی قول ہے کہ "تم شر سے دور رہو شر تم سے دور رہے گا"۔ ان سب اقوال کو اس صورت پر محمول کرنا چاہیے جس میں کہ (عیوب کا) تذکرہ فضول ہو اور کسی ایسے نیک مقصد سے نہ ہو جس کے لیے اجازت ہے یا یہ کہ اس حد سے متجاوز ہو جس کے اندر اندر مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔

اسی طرح یہ جو اقوال ہیں کہ "علما کا گوشت زہریلا ہوتا ہے[1] - جو لوگ علما کو برا کہتے ہیں ان کی پردہ دری کی بابت اللہ کا دستور جانا بوجھا ہے - جو آگے بڑھ کر علما کو گالی دے اس کو دل کی موت کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔" ان اقوال کا اطلاق عام نہیں۔

ابن عساکر[2] نے خوب کہا ہے: "علما کی طرف ایسی برائیاں منسوب کرنا جن سے وہ پاک ہوں بڑی بُری بات ہے۔ ان کی عزت کو جھوٹ، من گھڑت بہتان سے بٹہ لگانا مضرت رساں مشغلہ ہے - جس کو اللہ نے علم کے احیاء کے لیے چنا ہو اس پر جھوٹا الزام لگانا بڑی مذموم حرکت ہے - اچھی صفت تو یہ ہے کہ بعد میں آنے والوں کے جس قول کی اللہ نے مدح کی ہے، یعنی یہ کہ وہ اپنے پیشرووں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں، اس کی پیروی کی جائے چنانچہ اللہ جو اچھے اور برے اخلاق کو خوب جانتا ہے اپنی کتاب میں ایسے لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے:
" وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ "[3] (اور وہ لوگ جو بعد میں آئے کہتے ہیں:

---

۱ - غیبت کرنے کو "اپنے بھائی کا گوشت کھانا" کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ علما کی غیبت کرنے میں وہی مضرت ہے جو زہریلا گوشت کھانے میں۔

۲ - لحظ تبیین کذب المفتری (دمشق ۱۳۴۷ھ) ص ۲۹ -

۳ - قرآن ۵۹/۱۰ -

Marfat.com

اے ہمارے رب ! مغفرت کر تو ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جنھوں نے ایمان لانے میں ہم پر سبقت کی، اور ہمارے دلوں میں ذرا بھی میل نہ رہنے دے ، ان کی طرف سے جو ایمان لائے ، اے رب ! تو بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے) (ہ ق)

احمد بن نصر الرویانی (جن کا سرے سے وجود ہی نہیں) روایت کرتے ہیں الاشج ابی الدنیا[1] سے اور وہ علی سے ، بطور حدیث مرفوع کے ، کہ ''جب دل اللہ سے بے توجہی کا عادی ہو جاتا ہے تو اللہ اس کو نیک لوگوں کی عیب جوئی میں مبتلا کرتا ہے''۔ یہ اول تو صحیح نہیں لیکن اگر صحیح ہو تو اس کو بھی اسی صورت پر محمول کرنا چاہیے جو ہم نے اوپر بیان کی ۔

رہا ابن دقیق العید کا قول کہ ''مسلمانوں کی عزت و ناموس ایک آگ کا گڑھا ہے، جس کے کنارے پر دو گروہ کھڑے ہوتے ہیں : ایک محدثین اور دوسرے قاضی'' نیز کسی اور کا یہ قول کہ ''جو میرے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے اللہ اسے یا تو محدث [ص : ۶۰] بنا دیتا ہے یا قاضی''۔ ان کی تاویل کرنا پڑے گی ورنہ جو بات قابل اعتبار اجتہاد اور پورے سوچ بچار سے کہی جائے وہ تو باعث اجر ہے نہ کہ موجب گناہ ۔ اس کی بابت ائمہ مسلمین کے اقوال ہم اوپر نقل کر آئے ہیں ۔

امام ابوشامہ[2] ان لوگوں میں سے ہیں جنھیں بغیر کسی دلیل اور بغیر کسی شبے کے زبان درازی کرنے کی پاداش اٹھانی پڑی ۔ وہ نووی[3] کے استاد تھے اور باوجودیکہ وہ بلند پایہ عالم تھے ، قاری ، محدث، نحوی تھے ۔ بڑا اچھا پختہ خط لکھتے تھے ، متواضع اور منکسرالمزاج بھی تھے ، بہت سی کتابوں کے مصنف بھی تھے ، پھر بھی اکثر و بیشتر عالم، نیکوکار، اور بڑے بڑے لوگوں کی برائی کرتے تھے، ان پر طعن کرتے تھے، ان کا مرتبہ گھٹاتے تھے ، ان کے عیب بیان کرتے تھے اور خود اپنے

---

۱ ۔ عثمان بن الخطاب، ف ۳۲۷ھ ۔

۲ ۔ عبدالرحمن بن اسمعیل ، ف ۶۶۵ھ ۔

Marfat.com

آپ کو بہت بڑا سمجھتے تھے، چنانچہ وہ ان سب لوگوں کی نظروں سے گرگئے جنھیں ان کی اس بات کا علم ہؤا اور انھوں نے اس امر کا چرچا کیا۔ بالآخر ان پر یہ بلا ٹوٹی کہ دو قد آور آدمی فتویٰ لینے کے بہانے ان کے گھر گئے اور انھیں بری طرح مارا یہاں تک کہ وہ برداشت نہ کر سکے، پھر بھی کسی نے ان کی مدد نہ کی اور وہ شعر پڑھ پڑھ کر اللہ عزوجل سے مدد مانگتے رہے۔

الحافظ الشمس ابوالعباس محمد بن موسیٰ بن سند (؟)[1] کے سوانح میں لکھا ہے کہ آخر عمر میں ان کا ذہن خراب ہو گیا تھا اور وہ بیشتر محفوظات حتیٰ کہ قرآن بھی بھول گئے تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے ان کو اس بات کی سزا ملی تھی کہ وہ سبھی کو بہت زیادہ برا بھلا کہا کرتے تھے۔ لیکن یہی کچھ برہان الحلبی[2] کو بھی پیش آیا حالانکہ وہ کسی کو کچھ نہیں کہتے تھے بلکہ متقی پرہیزگار تھے، البتہ وہ مرنے سے پہلے اپنی اصلی حالت پر آگئے تھے۔ اسی طرح یہ مشہور ہے کہ "جو بہت زیادہ جھوٹ بولتے ہیں وہ بڑھاپے میں بہک جاتے ہیں" حالانکہ بسااوقات وہ لوگ بھی بہک جاتے ہیں جن کے متعلق ایسا کہنا صحیح نہیں۔

الجمال محمد بن ابی بکر المصری[3] سے مجھ تک روایت پہنچی ہے کہ انھوں نے الجمال ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن ابی بکر الرّیمی الیمانی القاضی الشافعی[4] کا مرتے وقت یہ حال دیکھا کہ ان کی زبان باہر نکلی ہوئی تھی اور سیاہ پڑ گئی تھی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ یہ پاداش تھی ان کے نووی[5] پر اعتراض کرنے اور کثرت سے ان کی برائی کرنے کی۔

اس سے بڑھ کر وہ حکایت ہے جو ابن النجار نے ذیل تاریخ (بغداد)

---

۱ - ۷۲۹ - ۷۹۲ھ۔ آخری نام کا تلفظ مشکوک ہے۔
۲ - ابراہیم بن محمد، سبط ابن العجمی، ۷۵۳-۸۴۱ھ۔
۳ - ف ۸۲۰ھ۔
۴ - ف ۷۹۲ھ اصل کتاب میں "الریمی" کے بجائے "الدعیمی" ہے۔

Marfat.com

میں شیخ ابو اسحٰق شیرازی[۱] سے نقل کی ہے کہ " انھوں نے قاضی ابو الطیّب الطبّری کو کہتے سنا کہ ہم جامع منصور کے حلقہ درس میں بیٹھے تھے ۔ اتنے میں ایک خراسانی نوجوان جو حنفی تھا آیا اور مسئلہ مُصرّاۃ[۲] کی دلیل پوچھی ۔ مدرس نے ابوہریرہؓ سے روایت بیان کی ۔ اس نوجوان نے کہا کہ ان کی روایت قابل قبول نہیں ۔ قاضی کہتے ہیں کہ وہ اپنی بات ختم بھی نہ کر پایا تھا کہ جامع (مسجد) کی چھت سے ایک بڑا سانپ اس کے اوپر گرا ۔ [ص : ۱۰۷] وہ نوجوان بھاگا تو اس سانپ نے اوروں کو چھوڑ کر اس کا پیچھا کیا ۔ لوگوں نے اس سے کہا " توبہ کر " اس نے کہا " میں توبہ کرتا ہوں "۔ اس کے بعد وہ سانپ ایسا غائب ہؤا کہ پھر اس کا نشان تک کسی نے نہ دیکھا ۔

ابن بشکوال[۳] اس سند کے ساتھ جو انھوں نے لکھی ہے احمد بن محمد بن عمر الیمامی[۴] سے روایت کرتے ہیں : میں صنعاء میں تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی کو بہت سے لوگ گھیرے ہوئے ہیں ۔ میں نے پوچھا " کیا معاملہ ہے " تو لوگوں نے بتایا کہ یہ آدمی رمضان کے مہینے میں ہمیں نماز پڑھایا کرتا تھا اور قرآن بڑی اچھی آواز سے سناتا تھا ۔ جب اس آیت پر پہنچا " انّ اللہَ و ملٰئکتہ یُصلّون علی النّبیّ "[۵] (بے شک اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی پر) تو اس نے پڑھا : " یُصلّون علیٰ عَلِیّ النّبیّ " (رحمت بھیجتے ہیں علیؓ نبی پر) ۔ اس کی بدولت وہ گونگا ہو گیا ، جذام ، برص اور اندھے پن میں مبتلا ہؤا اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا ۔ اب یہاں پڑا رہتا ہے ۔" (ھ ق)

---

۱ - ابراہیم بن علی ، ف ۴۷۶ھ ۔
۲ - وہ جانور جس کے تھنوں میں مشتری کو دھوکا دینے کے لیے دودھ جمع کیا گیا ہو ۔
۳ - خلف بن عبدالملک ، ف ۵۷۸ھ ۔
۴ - تیسری صدی ھ ــ اصل کتاب میں " الیمانی " ہے ۔
۵ - قرآن ۳۳/۵۶ ۔

Marfat.com

اس مضمون کی خبریں بیسیوں ہیں ۔ ایسے ہی ان اصحاب سے متعلق بھی بہت کچھ منقول ہے جن سے لوگ نفرت کرنے لگے تھے اور گو کہ علم ، تقویٰ اور زہد میں ان کا بڑا درجہ تھا پھر بھی لوگ ان کے علم سے استفادہ کرنے سے گریز کرتے تھے ۔ یہ سب اس لیے کہ ان کی زبان بے لگام تھی اور وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے ، خوب بولتے تھے اور مبالغہ آمیزی کے ساتھ دوسروں کی تنقید کرتے تھے ۔ ابن حزم اور ابن تیمیہؒ[1] ایسے ہی تھے چنانچہ دونوں کو خوب مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھانی پڑیں ۔ یہ بات الگ ہے کہ امت کے ہر فرد کا کوئی قول مقبول ہوتا ہے اور کوئی متروک ، اس میں استثنا صرف رسول اللہؐ کا ہے ۔

بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں کہ ان کی تصانیف سے فائدہ اٹھانا اس شخص کے لیے جو پوری طرح آگاہ نہ ہو دشوار ہو جاتا ہے ، اس وجہ سے نہیں جو اوپر بیان ہوئی ، بلکہ اس وجہ سے کہ وہ اپنی تصنیف کے مقصد میں حد سے زیادہ مستعدی دکھاتے ہیں ، مثلاً الحاکم[2] جنھوں نے یہ التزام کیا کہ اپنی ''مُستدرَک'' میں انھیں شرطوں پر چلیں گے جن پر شیخیَن (بخاری و مسلم) یا دونوں میں سے کوئی ایک چلا ہے لیکن وہ اتنے نرم پڑ جاتے ہیں کہ ضعیف تو ضعیف موضوع احادیث کو بھی جگہ دے دیتے ہیں ۔ اسی طرح ابن الجوزی ہیں جو اپنی ''موضوعات'' کا دائرہ اتنا وسیع کر دیتے ہیں کہ ضعیف تو ایک طرف رہی صحیح حدیث کو بھی اس میں شامل کر لیتے ہیں ۔ غرض یہ دونوں ایک دوسرے کی نقیض ہیں ، ایک ایک سرے پر تو دوسرا دوسرے سرے پر ۔ اللہ ان پر اور ہم پر رحم کرے اور ہمیں ان کی برکتوں سے مالا مال کرے ۔

خلاصہ یہ ہے کہ مورخین بھی دوسرے مصنفین کی طرح ہیں ۔ ان کی بعض باتیں اچھے خمیر کی ہوتی ہیں اور بعض عفونت والی ۔ خوش نصیب وہ ہے جس کی غلطیاں معدودے چند ہوں اور فروگزاشتیں بڑے درجہ کی نہ ہوں ۔ اس لیے کہ اس ایک (رسول اللہ کے) استثناء کے ساتھ ہر انسان

---

۱ - احمد بن عبدالحلیم ، ف ۷۲۸ھ ۔

۲ - محمد بن عبداللہ ، ۳۲۱-۴۰۵ھ ۔

Marfat.com

کی باتیں کچھ قابل قبول ہوتی ہیں اور کچھ متروک۔ دنیا کا عالم تو یہی ہے کہ یہاں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں کمال پایا جائے اور کوئی مصنف ایسا نہیں جس کے یہاں کچھ کھلی اور کچھ ڈھکی چھپی باتیں نہ ہوں۔ صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ (صلعم) نے فرمایا: ''اللہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس چیز کو بھی اونچا اٹھائے اس کو نیچے گرا دے'' نیچے گرانے کے معنی یہ نہیں کہ اس کو معدوم اور تلف کر دیتا ہے بلکہ یہ کہ اس میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔

ہاں! یہ صحیح ہے کہ خاصہ خلل رونما ہؤا اور ایسی ایسی مذموم باتیں پھیل گئیں [ص: ٦٢] جو بدترین اخلاقی کمزوریوں پر مشتمل ہیں، چنانچہ اس شریف فن کی طرف وہ لوگ بڑھے جو الفاظ کی تبدیلی (تحریف) اور املا کی غلطیوں (تصحیف) کے مرتکب تھے، وجہ یہ ہے کہ وہ روایت اور نقل کی شرطوں کے پوری طرح پابند نہ تھے اور ایسوں پر بھروسہ کر لیتے تھے جو نہ امانت کی صفت رکھتے تھے اور نہ عقل کی۔ انھوں نے رطب و یابس اور صحیح، غیر صحیح اور ڈانواں ڈول سبھی چیزیں لکھ ڈالیں۔ اگر میں تحریر کروں کہ شیخ المؤرخین تقی مقریزی کا کیا حال ہے تو تمھارے تعجب کی انتہا نہ رہے گی اور تم ان کی تصانیف کی تلاش چھوڑ دو گے۔ ان کے علاوہ دوسرے شیوخ جو اسلام کے ائمہ اور انسانیت کا بہترین نمونہ تھے ان کا حال بھی ایسا ہی کچھ ہے۔ ہمارے استاد (ابن حجر) نے اپنی کتاب 'انباء' کے خطبے میں اس قسم کی چند باتیں بطور اشارہ لکھ کر اسی پر اکتفا کیا ہے۔

اُن سب پر مجھے بڑا ہی افسوس ہوتا ہے لیکن ان کے بعد تو ایسے لوگ آئے جو ہزار کوشش کے باوجود ان کے بھی مرتبے کو نہ پہنچ سکے۔ انھیں میں سے خصوصیت کے ساتھ ایک وہ شخص ہے جس نے اس زمانے میں اس کام کے لیے اپنے کو آگے بڑھایا اور اس وادی کے بیچوں بیچ قدم رکھنے کی جرأت کی۔ اُس کو ایسے لوگ بھی مل گئے جنھوں نے سارے اسباب فراہم کیے اور نقد، قماش اور تمام خاطر خواہ چیزوں سے امداد کی، حالانکہ وہ (بزرگوں کے) مرتبے کو پہنچنا تو درکنار

Marfat.com

اس کے لگ بھگ بھی نہیں ، صرف اتنا ہے کہ انہیں کے ڈھب کا ہے اور ان کے طرز پر چلتا ہے ۔ بالخصوص جہاں تک عبارتوں اور رموز کا تعلق ہے وہ ایسی ہیں کہ کوئی سمجھ دار آدمی انہیں پسند نہیں کر سکتا ۔ کوئی نادان بے علم ہی ہوگا جو اس کی ہوا باندھے اور اس کی تحریر کو ہمارے استاد (ابن حجر) کی تحریر پر اور ان لوگوں کی تحریر پر جو ہمارے نزدیک قابل اعتماد ہیں ، فوقیت دے ۔ تاہم میرا خیال تھا کہ چونکہ ایسے لوگ بڑے بڑے بادشاہوں ، امیروں ، مملکت کے سربراہوں اور وزیروں سے وابستہ رہتے ہیں اس لیے کم از کم ان کی خبریں قابل اعتبار نوعیت کی لکھے گا ۔ یہ تو میں جانتا ہی تھا کہ ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے معاملے میں وہ بے احتیاطی برتتا ہے اور ایک سے ایک بڑھ کر ایسی خبریں درج کیے جاتا ہے جن میں اچھی بری سب باتیں آ جاتی ہیں ۔ اس لیے میں صرف وفات کی تاریخیں نوٹ کر لیتا تھا جن کی ضرورت پڑتی ہے اور حوادث و واقعات کا خلاصہ بنا لیتا تھا لیکن اس کے مرنے کے بعد مجھے اس بارے میں بھی عجیب و غریب باتیں نظر آئیں اور قابل وثوق لوگوں کو میں نے اس کے بہت سے عیوب کا تذکرہ کرتے سنا ۔ تب مجھے بہت افسوس ہوا لیکن افسوس سے فائدہ ؟ اس لیے کہ اس کی زندگی میں میں نے خبروں کی چھان بین نہ کی حالانکہ اس وقت ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا ۔ غالباً ایسے شخص کے لیے بہتر تو یہ ہوتا کہ وہ اس سے اہم تر علم میں پوری طرح لگ جاتا ، میری مراد علم حدیث سے ہے جس کے مختلف شعبے ہیں ، کہنا چاہیے کہ وہ ایک بحر بے کنار ہے اور تفصیل تو کیا اس کے مقاصد کا اجمالی طور پر بھی احاطہ ممکن نہیں ۔ پھر بھی اس شخص کا وجود بسا غنیمت تھا ۔ گو وہ اس فن میں کچا اور بودا تھا لیکن اس کی جانشینی تو عوام میں سے ایک ایسے شخص کے حصے میں آئی جس کا کام صرف بڑھ بڑھ کر جہالت کی باتیں کرنا ہے ۔ چنانچہ وہ دوسرے لوگوں کی طرف نا مناسب باتیں منسوب کرتا ہے اور جھوٹے الفاظ استعمال کرتا ہے جو اس قابل ہوتے ہیں کہ انہیں پارہ

Marfat.com

پارہ کر دیا جائے۔ [ص : ۶۳] نیز ایسے واقعات بیان کرتا ہے جو محض دل بہلاوے کے ہوتے ہیں اور ان کا چاقو سے چھیل دینا واجب ہوتا ہے۔ ایک محتاط پرہیز گار بزرگ کے سامنے جب تاریخ سے اس شخص کی دلچسپی کا ذکر ہوا تو انھوں نے کیا خوب کہا "بخدا! وہ تو خود ایک کھلی اور واضح تاریخ ہے جو یہ بتاتی ہے کہ عہد حال میں فاسقوں اور ناپاک لوگوں کے ہاتھوں تاریخ کی کیا دُرگت بنی ہے"۔ البتہ اتنی بات یقینی ہے کہ ایسے لوگ پختہ کاروں اور پرہیزگاروں کے ساتھ تھوڑی دور بھی نہیں چل پاتے۔ ان کا عمل بہت جلد زائل ہو جاتا ہے اور ان کی تحریریں تھوڑی کیا معنی بہت زیادہ فضیلت کی بھی حامل ہوں تو بھی زیادہ درد سر نہیں بنتیں۔ اس زمرے کا ایک اور شخص جس کی بابت ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں ہمارا ایک معاصر ہے۔ وہ بغیر سوچے سمجھے کثرت سے لوگوں کی برائیاں کیا کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شہر بدر کر دیا گیا جس کے باعث اس کی بدبختی اور تکلیف میں بہت اضافہ ہوا۔ پھر بھی وہ باز نہ آیا۔ لوگ اس سے متنفر ہی رہے اور کبھی اس کو گوارا نہ کر سکے مگر وہ مرتے دم تک ویسا ہی رہا اور دوسروں کی عیب جوئی سے سیر نہ ہوا۔ اس کے علاوہ مورخین میں اور لوگ بھی ہیں جیسے ایک مقدسی جو درس و تدریس کے لیے مشہور ہوتے ہوئے ابلیسوں کا ساتھی تھا۔ اللہ ہم کو اپنے نفس کی برائیوں سے اور زبان کی زیادتیوں سے بچائے۔

۸۔ مورّخ کے لیے شرائط

تاریخ کا کام کرنے والے کے لیے عدالت شرط ہے اور اس کے ساتھ صحت کا پورا پورا اہتمام جس سے پختگی اور کمال پیدا ہوتا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مکمل غور و فکر سے کام لے، خاص طور پر ان باتوں میں جو انبیا (علیھم السلام) کے جاہل[1] سیرت نگار لکھا کرتے ہیں۔ خطیب

۱۔ اصل کتاب میں 'جہلۃ' ہے۔ ایک نسخے میں اس کی بجائے 'جملۃ' ہے جس کے معنی ہوں گے "بہت سے" سیرت نگار۔

Marfat.com

اپنی ' جامع ' میں رقمطراز ہیں : '' اور یہ لوگ یعنی اہل حدیث وہ روایتیں بھی جمع کر لیتے ہیں جو گزشتہ امتوں کے حالات اور انبیا کی سیرت اور قصوں کے بارے میں مسلمانان سلف سے منقول چلی آتی ہیں ۔ ہمارے خیال میں مناسب یہ ہے کہ ان چیزوں کے جمع کرنے میں کوئی اس وقت تک مصروف نہ ہو جب تک رسول اللہ (صلعم) کی احادیث سے فارغ نہ ہو لے '' ۔ اس کے بعد وہ ابن عیّاش القتبانی[1] کا قول پیش کرتے ہیں کہ : ''میں نے احمد (ابن حنبل) سے کہا کہ میں انبیا کی حدیثیں جمع کرنا چاہتا ہوں تو انھوں نے کہا کہ اس وقت تک نہیں جب تک کہ تم نبی (صلعم) کی حدیث سے فارغ نہ ہو جاؤ '' ۔ اس طرح انھوں نے اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی تصریح کی ہے کہ پرانے لوگوں کی خبروں اور پرانی کتابوں اور آئندہ کے حوادث اور قیامت خیز معرکوں کے بارے میں جو کچھ لکھا جاتا ہے اس میں بڑی احتیاط برتنے کی ضرورت ہے اس لیے کہ وہ دو حال سے خالی نہیں : یا تو ان کا باطل ہونا جائز ہے یا ان کے باطل ہونے کا یقین ہے مثلاً وہ کتاب جو دانیال کی طرف منسوب ہے ، بلکہ آیندہ کے متوقع معرکوں اور فتنوں میں سے جن کی پیش گوئی درج ہے کچھ بھی صحیح نہیں ہے بجز اس قدر قلیل کے جس کی سند مسلسل رسول اللہ (صلعم) تک پہنچتی ہے ۔ ایک شخص نے امام مالک سے [ص : ٦٤] زبور داؤد کی بابت پوچھا تو انھوں نے کہا : تو کیسا جاہل ہے ، تیرے پاس کتنا فالتو وقت ہے ۔ ہمارے نبی (صلعم) سے جو صحیح حدیثیں ابن عمر اور ان سے نافع نے ہم تک روایت کی ہیں کیا وہ ہمیں مشغول رکھنے کے لیے کافی نہیں جو ہم ان باتوں کی طرف توجہ کریں جو داؤد کے اور ہمارے مابین ہیں '' ۔ اس چیز کو کھول کر میں نے اپنی کتاب ' الاصل الاصیل ' میں بیان کر دیا ہے ۔ مختصر یہ کہ ان میں سے بیشتر باتیں قریب قریب بے بنیاد ہیں ۔

١ - غالباً یحییٰ بن عیاش ، ف ٢٦٩ھ ۔

Marfat.com

شیخ الاسلام الموفق بن قدامة[1] نے کتاب ' التوابین ' میں بہت سی ایسی باتیں درج کی ہیں جن کا لکھنا میرے نزدیک ان کے شایان شان نہ تھا خاص طور پر جبکہ ان کی سندوں میں بھی خلل ہے - یہی حال ان کی رائے کا ہے جس کا وہ ابتدائی دور کی ممتاز ہستیوں یعنی صحابہؓ کے مابین رونما ہونے والے واقعات کی بابت ظاہر کرتے ہیں - اس لیے ہم کو تو یہ حکم ہے کہ ان کے مابین جو کچھ ہؤا اس کی بابت اظہار خیال سے باز رہیں اور اس کی ایسی تاویل کریں جس سے ان کی قدر و منزلت میں کوئی فرق نہ آئے -

مذہب (شافعی) کو پاک کرنے والے مُحیِیوی نَوَوِی کو خدا اپنی رحمت سے نوازے ، وہ الحافظ الحجّة ابو عمر بن عبدالبرؒ کی ' الاستیعاب ' کی خوبیوں کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں : " کاش اس میں یہ عیب نہ ہوتا کہ صحابہ کے اختلافات کا لمبا چوڑا تذکرہ ہے ، جو اخباریین[2] (خبرسراؤں) کی روایت پر مبنی ہے - وہ لوگ بہت باتیں کرتے ہیں اور الٹی سیدھی ہر قسم کی کرتے ہیں (ھ ق) - ایسی باتوں سے احتراز واجب ہے الا" یہ کہ جو لوگ سمجھ نہیں رکھتے ان کے لیے مناسب تاویل ساتھ ساتھ بیان کر دی جائے ، چنانچہ صفات (باری تعالیٰ) سے متعلقہ اور اس جیسی دوسری احادیث کے بارے میں سب کا یہی کہنا ہے اور میں تو قصہ إفک کے بارے میں بھی یہی کہتا ہوں کہ حضرت علیؓ کے قول کی تاویل ضروری ہے - اپنے ' جوابات ' کے ضمن میں میں نے اس کو وضاحت کے ساتھ لکھا ہے - اسی طرح صحیح بخاری میں ' (کتاب) الاِکراہ ' سے ذرا پہلے جو کسی کا قول درج ہے اس کی بھی تاویل ضروری ہے ، اور وہ یہ کہ " مجھے خوب معلوم ہے تمھارے بزرگ (یعنی علیؓ) نے کس وجہ سے بے دھڑک ہو کر خون بہائے " وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ علیؓ اہل بدر میں سے تھے اور اہل بدر کے گناہ

---

۱ - عبداللہ بن احمد ، ف ۶۲۰ھ -

۲ - واحد : " اخباری " = خبر سرا (خبریں سنانے والا) -

Marfat.com

معاف تھے ۔ اس قول کو کسی طرح ظاہری معنی پر محمول نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ علی رض کا مقام اس سے کہیں بلند تھا ۔ اسی قسم کی بات وہ ہے جو عباس نے علی رض سے کہی جب وہ دونوں بنو نضیر کے اموال کے سلسلے میں عمر رض کے پاس گئے[۱] ۔ اس قصے میں بہت سی باتیں ہیں جن کی تاویل ضروری ہے بجز اس صورت کے کہ پوری وضاحت ساتھ درج ہو ۔

یہی مصداق ہے اس (حدیث) کا کہ '' لوگوں سے وہی باتیں کرو جو وہ سمجھتے ہوں[۲] کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے ؟ '' اور اس کا کہ '' جب بھی کوئی شخص لوگوں کے سامنے ایسی باتیں کرتا ہے جو ان کی عقل کی دسترس سے باہر ہوں تو وہ کسی نہ کسی کے لیے فتنے کا سبب بنتا ہے '' ۔ امام اللیث بن سعید نے کیا خوب کہا ہے کہ جو یہ حدیث سنے '' اگر فاطمۃ بنت محمد چوری کی مرتکب ہو تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا '' اسے چاہیے کہ کہے '' خدا کی پناہ ! فاطمۃ اور ایسی بات ! '' ۔ اسی طرح ابوداؤد نے خوب کیا کہ جب یہ حدیث نقل کی جس میں نبی (صلعم) اپنی بیٹی فاطمۃ [ص : ۶۵] سے فرماتے ہیں '' اگر تو ایسا کرے گی تو جنت میں داخل نہ ہو سکے گی تاوقتیکہ تیرے باپ کا دادا جنت کا منہ نہ دیکھے۔'' تو کنایہ سے کام لیتے ہوئے صرف اتنا کہا کہ '' اس پر رسول اللہ نے سخت وعید فرمائی '' ۔ السُہیلی[۳] کہتے ہیں '' ہمارے لیے سزا وار نہیں کہ رسول اللہ ؐ کے ماں باپ کی بابت ایسا کہیں '' انھوں نے اس کی وجہ بھی بتائی ہے ، البتہ میرے نزدیک درست یہ ہے کہ نہ نفی میں اور نہ اثبات میں رسول اللہ کے ماں باپ کی بابت کچھ بھی نہ کہا جائے

۱ - لحظ ص ۳۵ سبق ۔

۲ - لحظ ص ۳۶ سبق ۔

۳ - عبدالرحمن بن عبداللہ ، ف ۵۸۱ ھ ، (مصنف '' الروض الاُنُف) ۔

Marfat.com

بجز اس صورت کے کہ مجبوری ہو اور مخاطب بھی پختہ ایمان رکھتے ہوں ۔ عائشہؓ کا قول بھی قابل لحاظ ہے کہ '' میں صرف تیرے نام سے ہجر اختیار کرتی ہوں''۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں (صحابہ) میں آپس کی جو رنجش دکھائی دیتی ہے اس کی تاویل کیونکر کی جائے ۔

اماموں اور خاص کر مناظرات و مباحثات میں مخالف فریقوں کے درمیان جو کچھ ہوتا ہے وہ بھی اسی ذیل میں آتا ہے ۔ رہا وہ جو حافظ ابوالشیخ بن حیّان[1] نے اپنی 'کتاب السنّة' میں بعض مقلّد اماموں کی بابت لکھا ہے یا حافظ ابو احمد بن عدی[2] نے اپنی کامل میں اور حافظ ابوبکر الخطیب نے 'تاریخ بغداد' میں، اور ان سے پہلے اوروں نے جیسے ابن ابی شیبہ[3] نے ''مصنّف'' میں اور بخاری اور نسائی[4] نے وہ باتیں لکھی ہیں جن سے میں ان کو پاک و برتر سمجھتا ہوں تو باوجودیکہ وہ سب مجتہد تھے اور نیک مقاصد رکھتے تھے تاہم ان سب امور میں ان کی پیروی سے احتراز کرنا ہی بہتر ہے ۔ اسی وجہ سے ہمارے شیوخ میں سے ایک بڑے قاضی نے اُس کو معذور گردانا ہے جس کی طرف اس قسم کی کچھ باتیں منسوب ہوں یہاں تک کہ ہمارے شیخ (ابن حجر) کے روبرو جب ہروی کی 'ذم الکلام' پڑھی گئی تو انھوں نے اس کی روایت سے منع فرمایا اس لیے کہ اس میں اسی قسم کی باتیں ہیں ۔

ایک معتبر ہستی نے جب حاطب بن ابی بلتعہ[5] کا قصّہ سنا تو ان کو ایسا جوش آیا کہ صحابیؓ کے مرتبے کا خیال نہ کرتے ہوئے،

---

۱ ۔ عبداللہ بن محمد بن جعفر ، ف ۳۶۹ھ ۔

۲ ۔ عبداللہ بن عدی ، ف ۳۶۵ھ ۔

۳ ۔ عبداللہ بن محمد ، ف ۲۳۵ھ ۔

۴ ۔ احمد بن علی، ف ۳۰۳ھ ۔

۵ ۔ ف ۳۰ھ ۔ اہل بدر میں سے ہیں ۔ ان کے اہل و عیال مکے میں تھے ان کے خیال سے انھوں نے اہل مکہ کو مطلع کر دیا تھا کہ رسول اللہ چڑھائی کرنے والے ہیں ۔ الاستیعاب لابن حجر ۔

Marfat.com

بے سوچی سمجھی باتیں کر بیٹھے - حاضرین میں سے ایک نے فوراً انھیں ملامت کی - نتیجہ یہ ہؤا کہ وہ ایک مہینے تک منہ چھپائے رہے - یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی سرزنش تھی - اس سے پہلے انھیں کے ساتھ یہ ہو چکا تھا کہ ہمارے شیخ (ابن حجر) کے ایک شاگرد نے ان کے کسی عزیز قریب کے سوانح بیان کیے تو انھوں نے سخت اعتراض کیا اور ایسا حملہ کیا کہ وہ ہلاک ہوتے ہوتے رہ گیا اور اس کے لیے اس کے سوا کوئی چارا نہ رہا کہ ایک مہینے تک جامع عمرو میں چھپا رہے تا آنکہ معاملہ رفع دفع ہو گیا - اس کے بعد معترض کو خود جو کچھ بھگتنا پڑا وہ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھا -

علاوہ بریں دوستوں کے بارے میں بڑے غور و تامّل کی ضرورت ہے اس لیے کہ محبوب ہستیوں کی پیروی کرنا اور ان سے محبت رکھنا خدا واسطے بھی ہو سکتا ہے اور کسی نیک سلوک وغیرہ کی وجہ سے بھی ، کیونکہ نیک سلوک کرنے والے کی محبت کا دل میں گھر کرنا فطری امر ہے - چنانچہ کسی کا قول ہے ''اے اللہ ! ایسا نہ ہو کہ کوئی فاجر مجھ پر احسان کرے اور اس کی وجہ سے میرے دل میں اس کا لحاظ پیدا ہو'' -

ابن معین کی احتیاط ملاحظہ ہو : جب وہ حرّان پہنچے تو ابو سعید [ص : ٦٦] یحییٰ بن عبداللہ بن الضحّاک البابلُتّی[۱] کو آرزو ہوئی کہ وہ ان کی ملاقات کو آئیں چنانچہ انھوں نے ایک سونے کی تھیلی اور کچھ عمدہ کھانے پینے کی چیزیں بھیجیں - ابن معین نے کھانے پینے کی چیزیں تو لے لیں اور تھیلی واپس کر دی - جب کوچ کا وقت آیا تو لوگوں نے البابلُتّی کی بابت ان کی رائے دریافت کی ، اس پر انھوں نے کہا : ''اس میں شک نہیں ان کا تحفہ بہت خوب تھا اور کھانے پینے کی چیزیں بھی اچھی تھیں مگر انھوں نے اوزاعی[۲] سے کوئی

۱ - ف ۲۱۸ھ -

۲ - عبدالرحمٰن بن عمرو ، ف ۱۵۷ھ -

Marfat.com

حدیث نہیں سُنی''۔

رہا یہ جو اعمش کی بابت کہا جاتا ہے کہ جب انہیں حسّن بن عُمارۃ[1] کے کوفہ میں مظالم[2] کا قاضی مقرر ہونے کی خبر ملی تو انہوں نے کہا: ''ہم میں سے ظالم ابن ظالم ہمارے مظالم کا قاضی مقرر ہوّا ہے''۔ کچھ عرصہ بعد جب انہیں حضرت نے ان کو کسی تحفے سے نوازا تو انہوں نے کہا: '' ہم میں سے صالح ابن صالح ہمارے مصالح کا نگران مقرر ہوّا ہے''۔ نیز یہ کہ جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے وہی قول نقل کیا ''نیک سلوک کرنے والے کی محبت کا دل میں گھر کرنا فطری امر ہے''۔ میرے خیال میں یہ سب صحیح نہیں ہے، خاص کر اس وجہ سے کہ کہا یہ جاتا ہے کہ سلطان، بادشاہ اور تونگر کسی مجلس میں اتنے حقیر نظر نہیں آتے تھے جتنے کہ اعمش کی مجلس میں، باوجودیکہ اعمش بہت ہی حاجت مند اور فقیر تھے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ اہل علم کی عزت کا خیال کرنے سے اعمش کی نظر میں حسن کے اوصاف بدل گئے تھے تو ایسی تو کوئی بات نہ تھی کہ اس کے باپ کے اوصاف بھی بدل جاتے۔

محبت اُس سے بھی ہوتی ہے جو قریب کا رشتہ دار ہو جیسے باپ یا بیٹا۔ ابن المدینی[3] سے کسی نے ان کے باپ کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا: '' ان کی بابت مجھ سے نہیں، کسی اور سے پوچھو''۔ جب اس نے دوبارہ پوچھا تو نظریں نیچی کرکے سوچنے لگے، پھر سر اٹھایا اور بولے '' یہ دین کا معاملہ ہے۔ وہ (روایت میں) ضعیف تھے''۔

وکیع بن الجرّاح[4] کا یہ حال تھا کہ چونکہ ان کے والد بیت المال

---

۱ - ف ۱۵۳ھ۔

۲ - حکومت کے افسروں اور ان کے احکام و تصرفات کے خلاف داد رسی کا محکمہ۔

۳ - علی بن عبداللہ بن جعفر، ف ۲۳۴ یا ۲۳۵ھ۔

۴ - ف ۱۹۷ھ۔

Marfat.com

کے نگراں تھے اس لیے جب وہ ان سے روایت کرتے تھے تو ان کے ساتھ کسی دوسرے راوی کو ملا لیتے تھے۔

"السنن" والے ابو داؤد کہتے ہیں: "میرا بیٹا عبداللہ[1] کذّاب ہے" گو کہ ہم نے 'بذل المجھود'[2] میں اس کی تاویل کر دی ہے۔

ایسا ہی ذہبی کا قول ہے اپنے بیٹے ابو ہریرہ[3] کے بارے میں کہ "اس نے قرآن حفظ کیا لیکن پھر چھوڑے رکھا یہاں تک کہ بھول گیا"۔

مقدمہ صحیح مسلم میں زید بن ابی انیسۃ[4] کا قول درج ہے کہ "میرے بھائی یحییٰ سے روایت نہ کرو، کہا جاتا ہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے"۔

الغرض ایسے اقوال بہت سے ہیں۔ ان کے بر خلاف ایک وہ روایت ہے جو دار قطنی نے 'غرائب مالک' میں درج کی ہے: اسحٰق بن اسماعیل الجوزجانی روایت کرتے ہیں سعید بن عیسیٰ بن معٰن (معین ؟) الا شجعی سے، وہ مالک سے، وہ نافع سے، وہ ابن عمر سے بطریق مرفوع (راست رسول اللہ سے): "ایک چیز جو تمھارے لیے مسلمان بھائی کی محبت کو پاک صاف بنائے رکھتی ہے یہ ہے کہ اس کی موجودگی کی بہ نسبت اس کی غیبت میں تم اس کے لیے بہتر ثابت ہو"۔ البتہ دار قطنی نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ یہ باطل ہے اور مالک سے نیچے کے راوی ضعیف ہیں۔

ذہبی کے کہنے کے مطابق یہ صحیح ہے کہ خلفا اور ان کے

---

۱ - عبداللہ بن سلیمان، ۳۱۶ھ۔

۲ - سخاوی کی تصنیف کا پورا نام: بذل المجھود فی ختم السنن لأبی داؤد"۔

۳ - ف ۷۹۹ھ۔

۴ - ف ۱۲۴ھ۔

Marfat.com

باپ دادا اور خاندان والوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ جرح و تعدیل والے ان کا حال کھول کر بتانے سے گریز کرتے ہیں اس لیے کہ ان کو تلوار اور مار دھاڑ کا ڈر ہوتا ہے ۔ ذہبی کے کہنے کے مطابق ہر حکومت کے قیام کے دوران یہی ہوتا ہے کہ مورخ اس کی اچھائیاں [ص : ٦٧] بتاتا ہے اور برائیوں سے چشم پوشی کرتا ہے ۔ یہ بھی اس صورت میں کہ مورخ دیندار اور نیک ہو ۔ اگر وہ مدح گو اور خوشامدی ہو تو تقویٰ کی پروا نہیں کرتا اور بسا اوقات بڑے لوگوں کی برائیوں دو اور ان کے عیوب کو مدح ، خوبی اور عظمت کے پیرایے میں بیان کرتا ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ سوانح میں جو باتیں چھپاتا ہے ان کے بالکل برعکس بیان کرتا ہے اور بڑے آدمیوں کی زندگی میں جس طرح ان کے سوانح لکھتا ہے ان کے مرنے کے بعد اُس طرح لکھنا ہرگز گوارا نہیں کرتا ۔ اس سب سے تو بہتر یہ ہے کہ عبارت میں پوری احتیاط برتے اور تصریح سے بچتے ہوئے ، چھپے ہوئے اشاروں سے کام لے ۔

اسی طرح جن سے بغض و عداوت ہو ان کے بارے میں بھی احتیاط ضروری ہے ۔ اس کا سبب وہ رقابت ہوتی ہے جو حصول مراتب کے سلسلے میں رونما ہوتی ہے ۔ ہم عصروں میں بسا اوقات اسی کے باعث اختلاف اور منافرت پائی جاتی ہے چنانچہ ابن عبدالبرؒ نے ' جامع بیان العلم ' میں ایک باب قائم کیا ہے ہم عصر و ہم رتبہ علما کے ان اقوال کے بارے میں جو وہ ایک دوسرے کے متعلق کہتے ہیں ۔ اس میں یہ ہے کہ ان کا قول ایک دوسرے کے حق میں نہیں مانا جائے گا اگرچہ ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ بھروسے کے قابل ہو اور سند مانا جاتا ہو ۔ اکثر اوقات ہم عصروں میں عداوت نہ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہ کچھ چلتی ہی رہتی ہے ۔ بعض لوگ اس صورت کو عداوت سے جدا رکھتے ہیں لیکن حکم بہر صورت ایک ہی ہے اور اگر دونوں صورتیں اکٹھی ہو جائیں تو ایسے اقوال کو نہ ماننا ہی زیادہ مناسب ہے ۔

اس عداوت کا سبب یہ بدگمانی بھی ہو سکتی ہے کہ مخالفت کی

Marfat.com

بنا کوئی ایسا عقیدہ ہے جس کو دوسرا فریق فاسد سمجھتا ہے اور یہ ایسی چیز ہے کہ جرح کرنے والوں پر بڑی آفت کا دروازہ کھول دیتی ہے - اس سے لازم آتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کافر یا بدعتی کہیں اور ایسے تعصب میں پھنس جائیں جسے وہ دین کا درجہ دیتے اور اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ سمجھتے ہیں - اسی کے نتیجے میں دوسروں کو کافر یا بدعتی کہنا بھی ایک شخص کے اعتبار میں بٹہ لگانے کا موجب قرار پایا - التقی ابن دقیق العید نے یہ بات کہی ہے اور پرانے اور موجودہ دونوں زمانوں میں اس کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں -

صوفیا اور فروع پر زور دینے والے فقہا میں جو اختلاف ہے وہ اسی نوعیت کا ہے - ان میں باہم ایسی نفرت پائی جاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کچھ نہ کچھ کہتے ہی رہتے ہیں - میں کہتا ہوں کہ اسی ذیل میں وہ بات بھی آتی ہے جو ابن خراش[1] نے احمد بن عَبَدَة الضَّبّی[2] کی بابت کہی ہے - یہ ضرور ہے کہ لوگوں نے اس پر کان نہیں دھرا اس لیے کہ ابن خراش رافضی یا خُرّمی تھا -

اگر مذکورہ بالا اصول صحیح ہیں تو چاہیے کہ جس سے محبت ہو اس کو اس کے مرتبے سے زیادہ بلند نہ کیا جائے بلکہ اس بارے میں ان لوگوں کی اقتداء کرلی جائے جن کی باتیں میں نے اوپر بیان کیں. گو عام طور سے ہوتا یہ ہے کہ انسان اس بارے میں احتیاط کر نہیں پاتا بمصداق "حُبُّکَ الشیٔ یُعمِی و یُصِم"[3] (کسی چیز کی محبت بجھے اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے) :

و عینُ الرضا عن کلِّ عیبٍ کلیلۃ
کما انَّ عینَ السخط تُبدِی المساویا

---

۱ - عبدالرحمٰن بن یوسف ، ف ۲۸۳ھ - خرّمی بھی رافضی سلسلہ کے ہیں -

۲ - ف ۲۴۵ھ -

۳ - حدیث نبوی -

Marfat.com

محبت کی نگاہ ہر عیب کے معاملے میں اندھی ہوتی ہے جس طرح کہ نفرت کی نظر عیب ہی عیب دکھاتی ہے۔

مبالغے کی آفتوں میں سے صرف ایک وہی کافی ہے جس کی طرف ہمارے [ص : ٦٨] امام شافعیؒ نے اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں : میں نے جب بھی کسی کو اس کے مرتبے سے زیادہ اونچا اٹھایا اُس کے نزدیک میرا مرتبہ اتنا ہی گر گیا جتنا کہ میں نے اس کو اونچا اٹھایا بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی ''۔ اسی طرح '' تین لوگ ایسے ہیں کہ اگر تم انہیں سر پر چڑھاؤگے تو وہ تمہاری توہین کریں گے : عورت ، گنوار اور غلام '' یہ بھی شافعی ہی کا قول ہے اور اسی سے ان کے پہلے قول کی تخصیص ہوتی ہے کہ اس کو پست اور کمینے لوگوں کے حق میں سمجھا جائے نہ کہ شرفاء کے بارے میں۔ یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ '' دوست کی محبت کو حد کے اندر رکھو، ہوسکتا ہے کسی روز تمہیں اس سے نفرت ہو جائے ، اور اگر کسی سے نفرت ہو تو حد سے نہ گزرو ، ہو سکتا ہے کہ کسی روز وہ تمہارا دوست بن جائے۔

نیز بغض کے باعث کوئی ایسا راستہ اختیار نہ کرنا چاہیے جو انصاف کے منافی ہو۔ بیشتر حالات میں اس کی بابت بھی کوئی بھروسا نہیں کیا جا سکتا ، یہی وجہ ہے کہ جو ایسا راستہ اختیار کرے اس کی بات ماننے میں توقف کیا جاتا ہے۔

التّقیی بن دقیق العید پر خدا کی رحمت ہو ، جب ان کے سامنے وہ محضر لایا گیا جو التّقیی بن بینت الاعزّ[1] کے خلاف لکھوایا گیا تھا اور ان سے بھی اس پر کچھ لکھنے کو کہا گیا تو انھوں نے سخت سست بھی کہا اور ان الفاظ کے ساتھ محضر لوٹا دیا کہ '' میرے لیے مناسب نہیں کہ میں اس پر کچھ لکھوں ''۔ اس سے ان کی قدر و منزلت اور بڑھ گئی اور یہ امر اُن کی دیانت میں اضافہ کا موجب قرار پایا۔ یہ چنداں محل تعجب بھی نہیں اس لیے کہ وہ تو یہ کہا کرتے تھے کہ '' میں نے جو لفظ بھی بولا اور جو کام بھی کیا اس کی بابت خدا کے روبرو پیش

۱۔ عبدالرحمٰن بن عبدالوہاب، ف ۶۹۵ھ۔

Marfat.com

کرنے کے لیے جواب تیار کر لیا "۔

ہمارے شیخ (ابن حجر) نے جب قایاتی کے مرنے کے بعد ان کے سوانح لکھے تو یوں فرمایا : انھوں نے (قاضی کے فرائض انجام دینے میں) پاکیزگی اور عفت سے کام لیا اور معدودے چند کے علاوہ اپنے نائبوں کو مجاز نہیں بنایا ۔ وہ اپنے فیصلے اور سارے کام پورے غور و فکر سے کرتے تھے " ۔ یہ سب اس بات کے ہوتے ہوئے کہ وہ اس سے پہلے قایاتی کے خلاف بہت کچھ لکھ چکے تھے یہاں تک کہ اس موقع پر انھوں نے قایاتی کی استادی کا بھی کچھ لحاظ نہ کیا تھا ۔ دعا ہے کہ خدا محبت و نفرت ہر دو حال میں ہمیں کلمۂ حق کی توفیق عطا فرمائے ۔

نیز چونکہ ان کو ڈر تھا کہ جو کچھ اوپر کہا گیا ہے اس میں سے بیشتر امور کی پابندی نہ ہوسکے گی اس لیے ابن عبدالبرؒ نے یہ اصول وضع کیا کہ اہل علم کی بابت جرح اس وقت تک نہیں مانی جائے گی جب تک واضح الفاظ میں نہ ہو ۔ یہ بالکل ظاہر بات ہے ۔

جہاں تک احتیاط کا تعلق ہے ہمارے امام شافعیؓ کا طرز عمل دیکھیے : فرماتے ہیں "حدیث بیان کی ہم سے اسماعیل نے جو ابن عُلَیّۃ پکارے جاتے ہیں "۔ یہ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ اسماعیل اس (ماں کی طرف) نسبت کو پسند نہیں کرتے حالانکہ اس کی اجازت ہے ایسی حالت میں جب کہ اسی نسبت سے جانا پہچانا جائے ۔ ہاں ! ان لوگوں کی طرح نہیں کرنا چاہیے جو دوسروں کے لیے القاب وغیرہ گھڑ لیتے ہیں مثلاً کسی کو کہنا " ابن الطُرّاق " (رات کو آنے والوں کا بیٹا) یا " ابن غتفیر السّماء " (آسمانی جم غفیر کا بیٹا) ایسے لوگ رسول اللہ (صلعم) کے اس قول کو دھیان میں نہیں رکھتے کہ " انّ الرجُلَ لیتکلّم بالکلمة مایُلقی لها بالاً یَہوی بها فی نار جہنّم سبعین خریفاً " (ایک شخص ایک کلمہ بولتا ہے اور اسے پتا بھی نہیں چلتا کہ کیا بولا لیکن وہ اس کی بدولت ستّر سال جہنّم کی آگ [ص : ٦٩] میں پڑا رہے گا) ۔ جب اشارہ سمجھ میں آ جائے

Marfat.com

اور تھوڑی سی صراحت سے جرح کا کام بن جائے تو مزید کچھ کہنا جائز نہیں اس لیے کہ جن چیزوں کی اجازت بحالت مجبوری ہو ان میں مقصد پورا ہونے کے بعد اور آگے نہیں بڑھا جاتا۔

مُزنی سے یہ روایت ہم تک پہنچی ہے، کہتے ہیں: "ایک روز شافعی نے مجھے یہ کہتے سنا کہ فلاں کذّاب ہے تو انھوں نے مجھ سے کہا: اے ابو ابراہیم! اپنے کلام کے لیے اچھے سے اچھا پیرایہ اختیار کرو، کذاب مت کہو بلکہ یوں کہو کہ ان کی حدیث کی کوئی حیثیت نہیں"۔

اسی طرح بُخاری بھی چونکہ حد درجہ پرہیزگار تھے بہت کم کسی کو کذّاب یا وضّاع کہتے تھے۔ بیشتر یہی کہتے تھے کہ "اس کی بابت لوگ خاموش ہیں۔ یہ محل نظر ہے۔ اس کو لوگوں نے متروک قرار دیا ہے۔" یا اسی قسم کی کوئی اور بات۔ بلکہ اکثر تو وہ یہ کہتے ہیں کہ "اس کو فلاں نے جھوٹا قرار دیا ہے یا فلاں نے اس پر جھوٹ کا الزام لگایا ہے۔"

مُسلم اپنی "صحیح" کے مقدمے میں روایت کرتے ہیں کہ ایّوب السّختیانی[1] نے ایک شخص کو ثقہ نہ مانا تو کہا کہ "وہ بات بڑھا کر لکھتا ہے"۔ اس طرح انھوں نے جھوٹ سے کنایہ کیا۔

اور اگر معلومات ایسی ہوں کہ دونوں رُخ کا احتمال برابر ہو تو چاہیے کہ کسی ایک رخ کے یقین کا اظہار نہ کیا جائے بلکہ توقف کیا جائے اور پوری احتیاط کے ساتھ دیکھ لیا جائے کہ کن صورتوں میں تاویل صحیح کے ذریعے کوئی راہ نکل سکتی ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک قاضی نے کسی کی شہادت قبول کرنے میں توقف کیا، وہ شخص خفیہ طور سے قاضی کے پاس آیا اور توقف کا سبب دریافت کیا۔ قاضی نے وجہ یہ بیان کی کہ انھوں نے اس شخص کو طبّالة کے آس پاس

---

۱ - ایوب بن ابی تمیمہ، ف ۱۳۱ھ -

Marfat.com

دیکھا تھا جو بُرائیوں کا اڈا ہے ۔ اس شخص نے کہا : مولانا ! میں تو ایک مجبوری سے گیا تھا جس میں کوئی عیب کی بات نہیں لیکن آپ بتائیں کہ آپ وہاں کیسے پہنچے تھے ؟ چنانچہ قاضی نے فوراً اس کی شہادت قبول کرکے درج کرلی ۔

یہ بھی ضروری ہے کہ (مورّخ) نقل کے طریقوں سے اچھی طرح واقف ہو تاکہ جو بات پایۂ تحقیق کو پہنچے اس پر یقین کرے ۔ اگر روایت کی کوئی قابل اعتماد سند نہ ہو تو اس کا نقل کرنا جائز نہیں اس لیے کہ رسول اللہ (صلعم) نے فرمایا ہے : '' کفیٰ بالمرء کذباً اَن یُحدِّث بکلّ ماسمع '' (جھوٹ کے لیے اتنا کافی ہے کہ ایک شخص جو کچھ بھی سنے وہ دوسروں سے کہتا پھرے) اس سے یہ نہ ہو پائے گا کہ اسے پتا بھی نہ چلے اور نظر تک نہ آئے اور اٹکل پچو باتیں کرنے یا بہتان لگانے ، جھوٹ گھڑنے اور زیادتی کرنے کا مرتکب ہو بیٹھے ۔ ایسے شخص کی تاریخ سے سارے ہی عقل ، علم ، شرافت اور حکمت والے لوگ نفرت کرنے لگتے ہیں اور صرف وہی لوگ اس کی طرف توجہ کرتے ہیں جو اسی جیسے یا اس سے بھی بڑھ کر فحش گو ہوں ۔ بسا اوقات تو اس کی بے سوچی سمجھی باتیں خود اس کو اس حد تک گرا دیتی ہیں کہ اسے متروک اور غلاظت آلودہ سمجھ لیا جاتا ہے ۔

نقل کرنے کے لیے یہ بھی کافی نہیں سمجھنا چاہیے کہ کوئی بات عام طور سے مشہور ہو ، خاص کر جب اس سے یہ برائی پیدا ہو کہ کوئی اہل علم اور نیک انسان مطعون ہو، بلکہ اگر کسی واقعہ سے ایک ایسے شخص پر آنچ آتی ہو جس کا حال اچھی طرح معلوم نہ ہو تو چاہیے کہ اس واقعہ کو بے دھڑک نہ پھیلایا جائے صرف اشارے پر اکتفا کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ [ص : ۷۰] اس شخص سے کوئی امر محض اتفاقاً سرزد ہوا ، اب اگر وہ اس کے خلاف درج ہو جائے گا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کلنک کا ٹیکہ بن جائے گا ۔ شارع نے یہ جو فرمایا ہے '' أقیلُوا ذوی الهيئات عثراتهم '' (باعزت لوگوں کی لغزشیں معاف کر دیا کرو) اس کا اشارہ اسی طرف ہے ۔

Marfat.com

ان واقعات سے بھی تعرض نہ کرنا چاہیے جو بدنامی کا باعث ہوں اور عنفوان شباب میں اس شخص سے صادر ہوئے ہوں جسے بعد میں اللہ تعالیٰ نے پیشوائی سے سرفراز فرمایا ہو۔ کون ہے جو ان باتوں سے بری ہے! "ربّ عزّ و جلّ کو اس نوجوان پر حیرت ہوتی ہے جو مستیٔ عشق سے خالی ہو" اور نوجوانی تو جنون کی ایک قسم ہے"۔[۲] اعتبار تو موجودہ حالت ہی کا کیا جائے گا۔ سعید بن المسیّب نے کیا خوب کہا ہے: "کوئی شریف، عالم، فاضل یعنی انبیا (علعس) کے سوا — ایسا نہیں جس میں کوئی نہ کوئی عیب نہ ہو، البتہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے عیوب کا ذکر نہ کرنا چاہیے اس لیے کہ جس کی اچھائی بُرائی پر غالب ہو اس کی برائی بھی نیکی کے صدقے میں بخش دی جاتی ہے۔

اسی لیے یہ ضروری ہے کہ مورّخ سب لوگوں کی قدر جانتا ہو اور ان کے حالات اور مراتب سے واقف ہو تاکہ کسی کم مرتبہ شخص کو اونچا نہ اٹھائے اور بلند مرتبے والے کو نیچے نہ گرائے اور اس طرح رسول اللہ (صلعم) کے اس قول پر عمل پیرا ہو کہ "أنزلوا النّاسَ منازلَہم" (لوگوں کو ان کے صحیح مرتبہ میں رکھا کرو) یعنی برائی بھلائی کے لحاظ سے — مورخ کو، جب تک وہ بالکل مجبور نہ ہو جائے، ان امور کا تذکرہ بھی نہ کرنا چاہیے جو آبرو اور اقتدار والوں کو ارباب حکومت کے ہاتھوں پیش آتے رہتے ہیں مثلاً پیٹا جانا، قید ہونا اور بے عزت ہونا۔ اور اگر ان کے لیے ممکن ہو تو ضرور اس امر کی طرف اشارہ کر دے کہ ان میں سے ارباب حکومت کی کونسی باتیں قابل ملامت ہیں، تاکہ اگر کوئی اور اس جیسے فعل کا ارادہ کرے تو اس کی رہنمائی نہ ہو اور وہ اسے حجّت نہ پکڑے جیسا کہ ملعون حجّاج کے ساتھ عُرَنیّین

---

۱ - حدیث: "تعجب ربّک من شاب لیست لہ صبوۃ"۔

۲ - حدیث: "الشباب شعبۃ من الجنون"۔

Marfat.com

کے قصے میں ہوا ، چنانچہ سلام بن مسکین[1] - جیسا کہ صحیح بخاری کے باب الطیب میں ہے - فرماتے ہیں : مجھے خبر ملی ہے کہ حجاج - یعنی ابن یوسف الثقفی - نے انس بن مالک رض[2] سے کہا " بتاؤ سخت ترین سزا کونسی تھی جو کبھی بھی نبی (صلعم) نے دی ہو " انھوں نے بتایا - لیکن جب حسن - یعنی البصری - کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے فرمایا " کاش انس اس کو کچھ نہ بتاتے "۔

الغرض عدالت ، قوت حفظ ، مقبول اور مردود جو باتیں سننے میں آئیں ان میں تمیز کرنا ، بلند مرتبے والے اور پست مرتبے والے کو پہچاننا ، دنیاوی عداوت کا نہ ہونا اور ایسی جنبہ داری کا بھی نہ ہونا جو تعصب کو پہنچ جائے ، یعنی وہی جسے بعض لوگوں نے یوں کہا ہے کہ ذاتی اغراض و خواہشات سے بچنا - اس سب کے ساتھ ایک اور شرط فہم بھی ہے کہ علوم اور بالخصوص فروع اور اصول کے مراتب سے ناواقف نہ ہو اور الفاظ اور ان کے محل استعمال کو اچھی طرح جانتا ہو مبادا کسی کے سوانح لکھتے وقت اس کے قلم سے ناشایان شان کوئی لفظ درج ہو جائے - اگر ایسا ہوا تو لوگ پیچھے پڑجائیں گے ، برا بھلا کہیں گے اور ایسی سزا دیں گے جو باعث رسوائی [ص : ۱۷] ہوگی - مُغُلطای[3] کے ساتھ ایسا ہی کچھ ہوا حالانکہ وہ بہت بڑے آدمی تھے اور ان کے بعد ابن دُقماق[4] کے ساتھ بھی جو بڑی عزت والے تھے ، عقیدے کے بھی اچھے تھے اور زبان اور قلم دونوں پاکیزہ رکھتے تھے - اسی طرح ابن ابی حجلۃ[5] کے ساتھ بھی ہوا حالانکہ ان کے پاس خاص طور پر عذر موجود تھا - حقیقت یہ ہے کہ یہ سبھی لوگ دشمنوں کے تعصب کا شکار ہوئے اور ان کے بچھائے ہوئے حسد کے جال میں

۱ - ف ۱٦٤ھ یا ۱٦۷ھ
۲ - ۹۱-۹۳ھ کے آس پاس -
۳ - مغلطای بن قلیج ، ف ۷٦۲ھ -
۴ - ابراهیم بن محمد ، ف ۸۰۹ھ -
۵ - شاید احمد بن یحییٰ ، ف ۷۷٦ھ -

Marfat.com

پھنس گئے -

حافظ زاہد نور ھیثمی[1] کا یہ تھا کہ وہ ہاتھ دھو کر ولی الدین ابن خلدون قاضی المالکیہ کے پیچھے پڑ گئے تھے - وجہ یہ تھی کہ انھیں معلوم ہؤا تھا کہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں حسین بن علیؓ کا ذکر کرتے' ہوئے کہا ہے کہ '' وہ اپنے نانا (محمد صلعم) کی تلوار سے قتل کیے گئے ''۔ ہمارے شیخ (ابن حجر) فرماتے ہیں : '' جب ہمارے شیخ (یعنی ھیثمی) یہ الفاظ ادا کرتے تو اس کے ساتھ ہی ابن خلدون پر لعن طعن کی بوچھاڑ کرتے اور روتے جاتے ''۔ ہمارے شیخ (ابن حجر) نے یہ بھی فرمایا کہ '' یہ الفاظ اس تاریخ میں جو آج موجود ہے نہیں پائے جاتے ۔[2] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخے میں رہے ہونگے جسے ابن خلدون نے بعد میں کالعدم قرار دیدیا تھا ''۔ میں عنقریب خلفاء کے تذکرے میں ابن خلدون کی وہ عبارت نقل کروں گا[3] جو قریب قریب شہادت ہے اس بات کی کہ یہ قول ان سے صادر ہؤا ۔ دعا ہے کہ اللہ ہمیں بچائے رکھے (اس سے کہ ہم سے کوئی ایسا قول صادر ہو) -

ایک شرط یہ بھی ہے کہ مورخ تقوی' اور پرہیز گاری کا ساتھ نہ چھوڑے ، توہم اور ادلتے بدلتے قرینوں پر مدار نہ رکھے اور ڈرتا رہے کہ نبی (صلعم) کے اس قول کا مصداق نہ بنے : '' إیّاکم و الظّنّ فانّ الظّنّ اکذبُ الحدیث '' (گمان سے بچو اس لیے کہ گمان سب سے

---

۱ - علی بن ابی بکر، ف ۸۰۷ھ -

۲ - حقیقت یہ ہے کہ مقدمہ ابن خلدون (فصل ولایۃالعہد) میں یہ الفاظ موجود ہیں : '' قُتِل بشرع جدّہٖ '' (وہ اپنے نانا کی شریعت کے بموجب قتل کیے گیے) لیکن یہ خود ابن خلدون کا قول نہیں بلکہ قاضی ابو بکر بن العربی المالکی کا قول ہے جسے نقل کرتے ہوئے ابن خلدون نے اس کا رد کیا ہے -

۳ - لحظ ص ۹۴ لحق -

Marfat.com

زیادہ بے بنیاد بات ہے) - اگر مورّخ علم کے لیے مشہور ہو اور پرہیزگار نہ ہو تو بڑی ہی مصیبت کا باعث بنتا ہے ، بخلاف اس صورت کے جب معاملہ برعکس ہو تو تقویٰ اور پرہیزگاری اُس کو [ص : ۷۲] روکے رہتی ہے ، چھان بین اور اجتہاد پر اکساتی ہے اور وہ بے پَر کی اُڑانے سے باز رہتا ہے - یہ بات میں نے اپنی تصانیف میں کئی جگہ تفصیل سے لکھی ہے -

التاج السُبکی نے اپنی ' مُعید النِّعَم ' میں ان میں سے چند شرائط کا ذکر کیا ہے - ان کے الفاظ ، جن کی عمومیت کا مواخذہ انھیں سے ہو ، یہ ہیں : " وہ (یعنی مورخین) ایک کھائی کے کچے کنارے پر[1] کھڑے ہوتے ہیں ، [ص : ۷۳] اس لیے کہ وہ لوگوں کی عزت آبرو پر مسلّط ہوتے ہیں - اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سچی جھوٹی جو بات سنی نقل کر ڈالی - اس لیے ضروری ہے کہ مورّخ عالم ہو ، انصاف پسند ہو ، جس کے سوانح لکھ رہا ہے اس کے حالات کو اچھی طرح جانتا ہو اور اس کے اور خود مورّخ کے مابین ایسی دوستی نہ ہو جو مورخ کے لیے تعصب کا سبب بنے اور نہ ہی ایسی عداوت ہو جو مورخ کے لیے اس کی شان گھٹانے کا موجب ہو - اکثر کسی کی بات گھٹانے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ عقیدے میں اختلاف ہو اور مورّخ ان (عقیدے والوں) کو گمراہ سمجھ کر ان کی برائی کرنے یا ان کی خوبی بیان کرنے میں کوتاہی کرے "- آگے چل کر وہ کہتے ہیں : " ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں جو فروعی مسائل میں کسی خاص مذہب کی تائید پر تلے ہوتے ہیں اور اس تعصب کی خاطر کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے ، یہ ان کے اخلاق کا بدترین پہلو ہے - میں نے دیکھا ہے کہ بعض مذہبی فرقوں کی عصبیّت اس حد کو پہنچ جاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیتے ہیں - اس کے علاوہ اور بہت سی ناگفتنی باتیں ہیں - ان کا بُرا ہو ، اللہ سے یہ لوگ کتنے دور جا پڑتے ہیں - اگر

۱ - اشارہ بآیت قرآنی ۹/۱۰۹ - اخذ ص ۲۴ مبق -

Marfat.com

شافعی اور ابو حنیفہؒ زندہ ہوتے تو وہ اس گروہ کی بری طرح خبر لیتے " الخ -

نیز اپنی کتاب ' الطبقات الکبری ' میں احمد بن صالح المصری[۱] کے سوانح کے تحت (السبکی) فرماتے ہیں :[۲] " بسا اوقات اہل تاریخ کچھ لوگوں کا مرتبہ گھٹاتے اور کچھ کا بڑھا دیتے ہیں - اس کا سبب یا تو تعصب ہوتا ہے یا جہل یا نا قابل اعتماد لوگوں کی بات نقل کر ڈالنا - اس کے علاوہ اور اسباب بھی ہیں -" مزید کہتے ہیں : " مورخین میں جہل زیادہ ہوتا ہے بہ نسبت جرح و تعدیل والوں کے - تعصب کا بھی یہی حال ہے - شاذ و نادر ہی میں نے کوئی تاریخ اس سے خالی دیکھی ہے - رہی ہمارے شیخ ذہبی کی تاریخ (اللہ ان کی مغفرت کرے اور ان سے باز پرس نہ کرے) تو وہ بہت اچھی اور جامع ہے لیکن انتہائی تعصب سے بھری ہوئی ہے - انھوں نے اہل دین یعنی فقیروں (صوفیوں) کو ، جو بہترین مخلوق ہیں ، بہت بڑا بھلا کہا ہے اور شافعی اور حنفی اماموں میں سے بہتوں کے خلاف زبان درازی کی ہے " - اسی طرح وہ کہتے ہیں " اشعریوں پر انھوں نے بڑی زیادتی کی ہے اور مُجسِّمہ کی خوب بڑھ بڑھ کر مدح کی ہے " حافظ ، پیشوا اور معزز امام ہوتے ہوئے بھی اُن کا یہ حال ہے - رہے عام مورخین تو ان کی بابت کچھ کہنا ہی بیکار ہے - لہٰذا ہماری رائے یہی ہے کہ ان کی تعریف اور مذمت پر دھیان نہ دیا جائے تا وقتیکہ وہ شرائط پوری نہ ہوں جو انھوں نے یعنی ان کے اپنے والد[۳] نے لازم قرار دی ہیں - چنانچہ وہ کہتے ہیں : مورخ کے لیے شرط ہے کہ وہ سچا ہو - جب کوئی بات نقل کرے تو معنی نہیں بلکہ الفاظ پر مدار رکھے - ایسا نہ ہو کہ جو بات وہ نقل کر رہا ہے پہلے اس کو بات چیت کے دوران زبانی سن رکھا ہو اور پھر بعد کو سپرد قلم کیا ہو -

---

۱ - ف ۲۴۸ ھ -

۲ - یہاں سے ص ۵۷ س ۱۱ تک طبقات الشافعیہ الکبری سے ماخوذ ہے -

۳ - علی بن عبدالکافی ، ف ۷۵۶ یا ۷۵۵ ھ -

Marfat.com

نیز یہ کہ جس سے نقل کرے اس کے نام کی تصریح کرے - دوسروں سے نقل کرنے کی یہ چار شرطیں ہیں - رہا وہ جو مورّخ اپنی طرف سے کہتا ہے اور جس کے باعث نقل ہوتے ہوتے بعض سوانح بسا اوقات دوسروں کی بہ نسبت لمبے ہو جاتے ہیں تو اس میں شرط یہ ہے کہ جس کے سوانح لکھے اس کے حالات سے بلحاظ علم کے، دین کے، اور تمام دوسری صفات کے، اچھی طرح واقف ہو، اور یہ [ص : ۴۷] شاذ و نادر ہی میسر ہوتا ہے - یہ بھی شرط ہے کہ مورّخ عبارت اچھی لکھتا ہو، الفاظ کے مفہوم سے بخوبی واقف ہو، اور اس کا تخیّل ایسا اچھا ہو کہ جب کسی کے سوانح لکھے تو اس کے تمام حالات پر نظر رکھے اور اس انداز سے بیان کرے کہ کمی بیشی نہ ہونے پائے - اپنے ذاتی میلانات سے مجبور ہو کر ایسا نہ کرے کہ جس سے محبت ہو اس کی مدح کو طول دے اور دوسروں کے حق میں کوتاہی کرے - اس میں اتنی انصاف پسندی ہونی چاہیے کہ اپنے ذاتی میلانات پر قابو رکھے اور عدل کے راستے پر چلے ورنہ ذاتی میلانات سے چھٹکارا پانا بہت مشکل ہے --- پس یہ مزید چار شرطیں ہیں تم چاہو تو انہیں پانچ کر لو اس لیے کہ تخیل کی خوبی اور علم کے ہوتے ہوئے بھی ہو سکتا ہے کہ تصنیف کے وقت خیال حاضر نہ ہو - اس طرح خیال کی حضوری ایک زائد چیز ہوگی، حُسنِ تخیل اور علم کے علاوہ - چنانچہ مورّخ کے لیے نو شرطیں ہو جاتی ہیں - ان میں سب سے مشکل یہ معلوم کرنا ہے کہ کسی شخص کا علم کے لحاظ سے کیا حال ہے - اس کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ علم میں شریک ہو اور قرب حاصل کرے تاکہ مرتبہ پہچان سکے -" ختم ہؤا جو انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا -

مزید وہ کہتے ہیں : یہ جو انہوں نے کہا ہے کہ " بعض سوانح بسا اوقات دوسروں کی بہ نسبت لمبے ہو جاتے ہیں " یہ بہت خوب ہے - یہ بات انہوں نے بڑے فائدے کی بتائی ہے - بہت سے لوگ اس کی طرف دھیان نہیں دیتے، جن کو خدا توفیق دے وہی اس سے بچتے ہیں - میری مراد ہے سوانح کو مختصر اور طویل بنانے سے - بہت سے احتیاط پسند

Marfat.com

لوگ صرف وہی کچھ درج کرتے ہیں جو دوسروں سے منقول پاتے ہیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ اگر انھیں کسی سے لاگ ہے تو اس کی جتنی برائیاں کہیں مل جائیں سب نقل کر دیتے ہیں اور بہت سی باتیں جو اس کی اچھائی کی ملیں وہ حذف کر دیتے ہیں۔ اور اگر کسی سے لگاؤ ہو تو اس کے برعکس کرتے ہیں۔ اور وہ اپنی سادگی میں سمجھتے یہ ہیں کہ انھوں نے کوئی گناہ نہیں کیا اس لیے کہ کسی کے سوانح کو طول دینا کوئی فرض تو نہیں، نہ ہی یہ فرض ہے کہ اس کی جتنی اچھائیاں بیان کی گئی ہوں سب کا احاطہ کیا جائے۔ دراصل ان کو دھوکہ ہوتا ہے اور وہ یہ نہیں سوچتے کہ اس نیت سے سوانح کو مختصر کرنا عیب نکالنے کے مرادف ہے، اور خیانت ہے اللہ، اس کے رسولؐ، اور مومنین کے اس حق میں کہ کسی کی بابت اچھا برا جو کچھ کہا گیا ہے سب کا سب درج کیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی مثال تو ایسی ہی ہے کہ وہ کوئی حکمت وغیرہ کی بات سنے اور جو کچھ سنا ہے اس میں سے صرف بُرائی کے جزو کو دوسروں تک پہنچائے۔ شارع (رسول اللہ) نے اس کی مثال یوں دی ہے کہ کوئی شخص ایک چرواہے کے پاس جا کر کہے کہ مجھ کو اپنے گلے میں سے ذبح کرنے کے لیے ایک بھیڑ دے دو اور وہ کہے: اچھا جو تمھیں پسند آئے لے لو۔ اس پر وہ جائے اور گلے کا کتّا لے لے۔" ھ ق

اس کے بعد التاج (السبکی) فرماتے ہیں: "جو مذکورہ بالا عمل کا مرتکب ہو وہ ایسا ہی ہے جیسے کسی کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہو اور وہ کہے "چھوڑو بھی ' ہمیں اس سے کیا!" یا "وہ تو عجیب آدمی ہے" یا "اللہ اس کو نیک راستہ دکھائے" ــ وہ سمجھتا ہے کہ اس طرح اس نے اس شخص کی کوئی غیبت نہیں کی حالانکہ یہ تو بد ترین غیبت ہے۔"

[ص: ۵۷] نیز وہ فرماتے ہیں: "کیا اچھی بات کہی ہے کہ "اپنے ذاتی میلانات سے مجبور نہ ہو" ــ فی الحقیقت ذاتی میلانات کا غلبہ بڑا زور دار ہوتا ہے، اس سے وہی بچ سکتا ہے جسے اللہ بچائے۔

Marfat.com

البتہ کبھی کبھی ذاتی میلان سے پاک نہ ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اسے ذاتی میلان ہی نہیں سمجھتا بلکہ اپنی جہالت اور بدعت کے باعث اس کو حق سمجھتا ہے ، چنانچہ وہ اس بات کی کوشش ہی نہیں کرتا کہ ذاتی میلانات پر قابو پائے اس لیے کہ اس کے ذہن میں تو یہ بیٹھا ہوتا ہے کہ وہ حق پر ہے ۔ بہت سے لوگ جو عقائد میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں ان کا کردار ایسا ہی ہوتا ہے ۔ لہٰذا کسی ایسے شخص کی بات قطعاً نہیں ماننا چاہیے جو مخالف عقیدے کا ہو ، بجز اس صورت کے کہ وہ ثقہ ہو اور جو روایت کرے اس کے یاد رکھنے کا اہتمام کیا گیا ہو اور خود اس کے اپنے معاینے یا تحقیق پر مبنی ہو ۔ ہم نے یہ جو کہا کہ '' اس کے یاد رکھنے کا اہتمام کیا گیا ہو '' ان سے ان چھوٹی چھوٹی فضول باتوں کی روایت خارج ہو گئی جن کے یاد رکھنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا اور جن کی بابت غور و فکر کرنے اور تحقیق کرنے سے کوئی فائدہ مترتب نہیں ہوتا ۔ اور یہ جو کہا کہ '' خود اس کے اپنے معاینے یا تحقیق پر مبنی ہو '' اس سے غرض یہ ہے کہ وہ روایتیں خارج ہو جائیں جن کا ماخذ ایسے لوگ ہوں جو اپنے عقیدے کی ترویج کی خاطر بات بڑھاتے چڑھاتے رہتے ہیں ۔ انھوں نے جو علم کی اور الفاظ کے مفہوم سے پوری پوری واقفیت کی شرط لگائی ہے وہ بھی بہت خوب ہے ۔ اس لیے کہ بہت سے لوگوں نے اپنے جہل کے باعث بے محل جرح کی ہے ۔ چنانچہ قدماء کی کتابوں میں احمد بن صالح المصری اور ابو حاتم الرازی[1] وغیرہما پر فلسفے کے سبب جرح کی گئی ہے اس خیال میں کہ علم کلام بھی فلسفہ ہے ۔ ایسے جرح کرنے والوں کے جواب میں یہی کہا گیا کہ وہ ان دونوں علوم سے ناواقف تھے ۔ اسی سے ملتا جلتا قول ذہبی کا ہے مزی کے بارے میں کہ '' وہ معقول کے دقائق جانتے تھے '' حالانکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی عقلیات کی بابت کچھ نہ جانتا تھا ۔

۱ - محمد بن ادریس ، ف ۲۷۳ھ ۔

Marfat.com

اس کے بعد وہ (السبکی) فرماتے ہیں کہ ان کے شیخ ذہبی بھروسے کے قابل نہیں جہاں تک کہ اشعری کی مذمت اور حنبلی کی مدح کا تعلق ہے[۱] - بلکہ وہ تو العلائی[۲] سے اقتباس کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ العلائی نے ان کی تعریف میں کہا '' دیانت ، تقوی اور دوسروں کی بابت رائے زنی میں ان کی احتیاط مسلّم ہے '' اور اس کے بعد ہی یہ بھی کہا کہ '' ان پر مذہب اثبات[۳] کا غلبہ ہے ، تاویل سے ان کو نفرت ہے اور تنزیہ کا بہت کم لحاظ کرتے ہیں ، اس کا اثر یہ ہے کہ وہ اہل تنزیہ سے سخت برگشتہ ہیں اور اہل اثبات کی طرف بہت زیادہ جھکے رہتے ہیں - جب اہل اثبات میں سے کسی کے سوانح لکھتے ہیں تو حکایت دراز کرتے ہیں اور اس کی خوبیوں کی بابت جو کچھ کسی نے کہا ہو سب بیان کر کے اس کی تعریف میں مبالغے سے کام لیتے ہیں - ساتھ ہی اس کی غلطیوں سے چشم پوشی کرتے میں اور جہاں تک ممکن ہو ان کی تاویل ڈھونڈ نکالتے ہیں - اس کے برخلاف جب دوسرے فریق (اہل تنزیہ) میں سے کسی کا ذکر کرتے ہیں ، جیسے امام الحرمین[۴] اور غزالی وغیرہما ، تو زیادہ تعریف نہیں کرتے اور بیشتر وہ اقوال نقل کرتے ہیں جن سے اس کی برائی نکلتی ہے ، پھر ان باتوں کو بار بار دھراتے ہیں - اسی کو وہ دین سمجھتے ہیں اور سارا شعور کھو بیٹھتے ہیں - ان لوگوں کی نمایاں خوبیوں سے صرف نظر کر لیتے ہیں اور سب کو نہیں سمیٹتے - البتہ جہاں کسی کی کوئی غلطی ہاتھ آئی فوراً ٹانک دیتے ہیں - ہمارے معاصرین کے ساتھ بھی ان کا یہی عمل ہے : جب وہ کھل کر کسی کے [ص : ۷۶] سَتر کوئی عیب نہیں سنڈھ سکتے تو وہ اس کے سوانح میں '' اللہ جانے ''[۵] یا

---

۱ - لحظ ص ۵۶ سبق -

۲ - خلیل بن کیکلدی ، ف ۷۶۱ھ -

۳ - یعنی خدا کی صفات جیسی بیان کی گئی ہیں ویسی کی ویسی ہیں -

۴ - عبدالملک بن عبداللہ ، ف ۴۷۸ھ -

۵ - السبکی کی اصل کتاب میں '' اللہ اسے نیکی دے '' -

Marfat.com

اس قسم کے کوئی اور لفظ کہہ جاتے ہیں۔ اس کا محرّک بھی وہی عقیدے کا اختلاف ہوتا ہے"۔ اس پر التاج یوں تبصرہ کرتے ہیں کہ "ذہبی کے بارے میں حقیقت حال اس سے کہیں بڑھ کر ہے جو انہوں نے — یعنی العلائی نے۔ بیان کی ہے۔ ذہبی ہمارے شیخ اور استاد ہیں لیکن حق بات ان سے بھی زیادہ حمایت کی حق دار ہے۔ ان کا تعصب تو اس قدر حد سے گزرا ہؤا ہے کہ مضحکہ خیز بن گیا ہے۔ مجھے تو ڈر ہے کہ قیامت کے دن بیشتر علما مسلمین ان کے دامن گیر ہوں گے" — آگے چل کر وہ کہتے ہیں: "مشایخ کا جو مسلک ہم نے دیکھا ہے وہ تو یہی ہے کہ ذہبی کے اقوال پڑھنے سے منع کرتے تھے اور ان کی باتوں پر بھروسہ نہ کرتے تھے"۔ وہ تو ذہبی کی تاریخی کتابیں کسی ایسے شخص کو دکھانے کی جرأت نہ کرتے تھے جس کی بابت یہ گمان غالب نہ ہو کہ وہ ان میں سے وہ باتیں نقل نہیں کرے گا جن سے ذہبی پر حرف آئے۔ اس کے بعد وہ العلائی سے حجت کرتے ہیں کہ کیوں انہوں نے ذہبی کو تقویٰ اور پرہیز گاری کا حامل بتایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں خود بھی ایسا ہی خیال کرتا تھا اور باور کرتا تھا کہ ذہبی اپنی ان باتوں کو دین کا تقاضا سمجھتے ہیں۔ لیکن بعد میں مجھے توقف کرنا پڑا جبکہ میں نے دیکھا کہ وہ ایسی باتیں بیان کرتے ہیں جن کی بابت یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ان کا جھوٹ ہونا اچھی طرح جانتے تھے۔ گو وہ اپنے دل سے گھڑتے نہیں ہیں لیکن اتنا تو ہے کہ انہیں ان باتوں کے نقل کرنے میں مزہ آتا ہے، باوجود اس کے کہ وہ الفاظ کے اصطلاحی مفہوم سے بہت کم واقف ہیں اور شریعت کے علوم سے ان کا بہت کم تعلق رہا ہے"..... الخ

السبکی نے جو کچھ کہا ہے اس میں بہت مبالغہ ہے۔ وہ خود بیشتر سوانح میں ذہبی ہی پر تکیہ کرتے ہیں اور، جیسا کہ میں مذمت کرتے ہوئے اوپر لکھ آیا ہوں[1]، حنبلیوں کے خلاف ان کا اپنا تعصب

---

۱ - لحظ ص ۵۶ سبق -

Marfat.com

کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے ۔ گو میں ذہبی کو بعض باتوں سے جو کہ السبکی نے ان کی طرف منسوب کی ہیں ، بری نہیں قرار دیتا ، تاہم وہ جو تعصب اور الزام غیبت کی بات کرتے ہیں تو اس میں وہ ذہبی کے برابر کے شریک ہیں ۔ انھوں نے ابن الجوزی کی بابت بھی یہ کہا ہے کہ وہ اپنی کتاب میں جو ضُعفاء (ضعیف راویوں) پر ہے ، یہ تو لکھتے ہیں کہ راوی کو کس نے ناقابل اعتبار گردانا ہے لیکن یہ نہیں لکھتے کہ کس نے ثقہ بتایا ہے ۔ ہمارے شیخ (ابن حجر) نے اپنی کتاب '' تہذیب '' میں ابان بن یزید العطار[1] کے سوانح میں یہ بات درج کی ہے ۔ حسن ظن سے کام لیتے ہوئے میں یہ کہوں گا کہ انھیں علم ہی نہیں ہوا کہ کسی نے راوی کو ثقہ بتایا بھی ہے ۔ کمال تو صرف اللہ کے لیے ہے ۔ ہم تو ذہبی کی بزرگی کی وہ دلیل بہت کافی سمجھتے ہیں جو اوپر گزری[2] یعنی یہ کہ ہمارے شیخ (ابن حجر) نے آب زمزم پی کر ان کے مرتبے کو پہنچنے کی دعا مانگی ۔ پھر یہ کہ ان کے بعد سے آج تک اس فن میں ان کی تصانیف کے علاوہ اور کہاں سے تمام لوگ مستفید ہوتے چلے آ رہے ہیں ؟ خوش نصیب تو اسی کو کہتے ہیں جس کی غلطیاں معدودے چند ہوں[3] ۔ ویسے بھی دیکھا جائے تو جنھیں نیکی کی توفیق نہیں ہوتی اور وہ ذہبی پر لے دے کرتے ہیں بسا اوقات وہ یہ سب کچھ اپنی قدر و منزلت کے تحفظ کے لیے کرتے ہیں ، یا تو ذہبی نے ان کے سوانح اس طور پر لکھے ہوئے ہیں جیسے وہ بخیال خویش اپنے مرتبے سے کم سمجھتے ہیں یا اسی سے ملتی جلتی کوئی اور بات ہوتی ہے ۔ چنانچہ دیکھ لیجیے کہ ذہبی نے '' طبقات القرّاء '' میں الشمس محمد بن احمد بن بصخان المُقری کے سوانح لکھے ۔ جب انھوں نے ذہبی کا مقالہ دیکھا تو موٹے خط میں اس صفحے پر جہاں ذہبی کی تحریر تھی کچھ ایسی باتیں

---

۱ ۔ ف ۱۶۰ھ ۔

۲ ۔ لحظ ص ۷۵ سبق ۔

۳ ۔ لحظ ص ۶۱ سبق ۔

Marfat.com

لکھ دیں جو ذہبی کے لیے بڑی ہتک آمیز تھیں ، اور اس طرح لکھیں کہ ذہبی کی تحریر کا بیشتر حصہ پڑھا نہ جا سکتا تھا - جب ذہبی نے اس کو دیکھا تو انھوں نے اپنے شیوخ کی معجم میں ان کے [ص : ۷۷] حالات درج کرتے ہوئے یہ واقعہ بھی بیان کر دیا اور آخر میں لکھا کہ " انھوں نے خود قسر۱اء کی فہرست سے اپنا نام مٹا دیا "۱ھ -

میں نے ذہبی کی تصنیف 'عقیدہ' دیکھی ہے جو بہت خوب ہے - ان کا وہ " رسالۃ " بھی دیکھا ہے جو انھوں نے ابن تیمیہ کے نام لکھا تھا - ذہبی پر جو حد سے زیادہ تعصب کا الزام ہے اس کے رفع کرنے میں یہ رسالہ بہت مفید ہے - ایک جگہ اس میں وہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ میری آنکھیں کسی ایسے شخص کے دیکھنے سے قاصر ہیں جس کا علم ابن تیمیہ کے علم سے زیادہ وسیع اور ذہانت ابن تیمیۃ کی ذہانت سے زیادہ قوی ہو - اس کے ساتھ ساتھ ابن تیمیۃ کھانے ، پہننے اور جنسی میلان کے معاملے میں اچھے خاصے زاہد تھے اور حق و انصاف کی ہر ممکن مدد کے لیے کمر بستہ رہتے تھے - ذہبی کہتے ہیں کہ میں نے سالہا سال ان کے حالات معلوم کرنے اور انھیں جانچنے اور پرکھنے کی کوشش کی تو نتیجہ یہی نکلا کہ مصریوں اور شامیوں میں ان کی نظیر نہیں پائی جاتی - یہی سبب تھا کہ یہ لوگ ان سے عداوت رکھتے تھے اور ان کی تحقیر کرتے تھے ، ان کو جھوٹا بلکہ کافر تک کہتے تھے - ہاں یہ ضرور تھا کہ وہ متکبر اور خود بین تھے ، بڑے بڑے دعوے کرتے تھے ، اساتذہ میں سب سے مقدم رہنے کا انھیں حد سے زیادہ شوق تھا ، وہ بڑوں بڑوں کو خاطر میں نہ لاتے تھے اور خودنمائی پر تلے رہتے تھے - چنانچہ ایسے لوگ ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے جو علم اور زہد و تقوی میں کسی طرح ان سے زیادہ نہ تھے ، اس کے برعکس اپنے ساتھیوں کے گناہوں اور دوستوں کی خطاؤں سے درگزر کرنے کے عادی تھے - لیکن اللہ نے جو ان کو ابن تیمیہ پر مسلط کیا اس کا سبب ان کا تقوی اور بلند مرتبہ

---

۱ - لحظ ص ۵۷ سبق -

Marfat.com

نہ تھا بلکہ ابن تیمیہ کے اپنے گناہ تھے۔ پھر بھی اللہ نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بہت بچایا اور ان کو جو پاداش ملی اس سے کہیں زیادہ کے وہ مستحق تھے۔ حنبلیوں کے بارے میں ذہبیؒ کا کہنا ہے کہ ان کے پاس علوم ہیں جو بڑے کام کے ہیں اور فی الجملہ دین بھی ہے۔ دنیا سے وہ کم ہی واسطہ رکھتے ہیں۔ بعض علما ان کے عقیدے میں شک کرتے ہیں اور ان پر تجسیم کا الزام لگاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ حنبلیوں کے لیے تجسیم کا قائل ہونا ضروری ہے حالانکہ حنبلی اس قول سے بری ہیں۔ اللہ ان کی مغفرت کرے۔

"اصول الدین" کے تحت وہ کہتے ہیں کہ اس کا اطلاق کتاب اور سنت کے علم پر ہوتا ہے۔ دین اسلام کے یہی دو اصول ہیں، ان کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ البتہ مختلف فرقوں کے یہاں اس کے اطلاق کی بابت دستور مختلف ہے۔ چنانچہ سلف کے نزدیک اصول سے مراد ہے ایمان لانا اللہ پر، اس کی کتابوں پر، رسولوں پر، فرشتوں پر، اس کی صفات پر، قضا و قدر پر، قرآن کے نازل شدہ اللہ کا کلام اور غیر مخلوق ہونے پر، تمام صحابہ سے عقیدت پر، اور باقی سب باتوں پر جو سنت کے اصول میں داخل ہیں۔ اس کے مقابلے میں خلف (بعد کے لوگوں) کے نزدیک اصول وہ ہیں جو ان کی تصنیفات میں مدوّن ہیں اور جن کی بنا انھوں نے عقل اور منطق پر رکھی ہے۔ یہ وہی باتیں ہیں کہ جو ان میں لگ جائے وہ سلف کی نظروں میں گر جاتا تھا اور بدعتی قرار پاتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ خلف کے یہاں بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایسے مسائل سے دور رہنا ہی ایک بندے کے اچھا مسلمان ہونے کی علامت ہے[1]۔ اس لیے کہ ان سے نفسانی امراض پیدا ہوتے ہیں۔ جسے یقین نہ آئے وہ تجربہ کر کے دیکھ لے۔ اصولیوں کے درمیان آپس میں برابر تلوار چلتی رہتی ہے، یہ اس کو کافر کہتا ہے، وہ اس کو گمراہ بتاتا ہے، جو اصولی آیات و احادیث کے ظاہری معنی

---

١ - اشارہ بہ حدیث "من حُسن اسلام المرء ترکُہ ما لا یعنیہ"۔

Marfat.com

سے آگے نہ بڑھے وہ اپنے مخالفین کے نزدیک [ص : ۸۷] مُجسّم ، حشوی[1] اور بدعتی بن جاتا ہے ، اور جو تاویل کے پیچھے پڑ جائے اُسے دوسرے لوگ جہمی اور معتزلی اور گمراہ کہنے لگتے ہیں ، اور جو خدا کے لیے بعض صفات کا اثبات اور بعض کی نفی کرے اور چند مقامات میں تاویل روا رکھے اس کو کہتے ہیں کہ وہ متناقض باتیں کرتا ہے - تمہارے لیے تو یہی بہتر ہے کہ تم سلامتی اور عافیت کی راہ چلو - اگر تم اصول میں اور اس کے ملحقات یعنی منطق ، حکمت و فلسفہ ، قدماء کے خیالات اور عقل کے تصورات ، سب میں مہارت پیدا کر لو ، ساتھ ہی کتاب و سنت اور سلف کے اصول کا دامن بھی پکڑے رہو ، اور عقل اور نقل کا جوڑ ملا دو ، تو میں نہیں سمجھتا کہ تم اس میں ابن تیمیۃ کے رتبے کو پہنچ سکو گے ، بخدا تم ان کے پاسنگ بھی نہیں ہو سکتے ، پھر بھی تم نے دیکھا کہ ابن تیمیۃ کا کیا حال ہوا ، نا قدری کے ساتھ لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا ، اور جا و بے جا انہیں گمراہ ، کافر ، اور جھوٹا بتایا - اس دھندے میں پڑنے سے پہلے ان کا چہرہ پُرنور اور روشن تھا اور اس میں سلف کی خصوصی شان نمایاں تھی ، اس کے بعد وہی چہرہ بے نور اور بے رونق بن گیا ، بعض لوگوں کے خیال کے مطابق اس پر سیاہی چھا گئی ، ان کے دشمنوں نے انھیں دجّال ، سازشی اور کافر بنا ڈالا ، البتہ سمجھ دار ذی علم حلقوں میں وہ جدّت پسند فاضل اور پایہ کے محقّق مانے گئے اور ان کے دوست تو ان کو بالعموم اسلام کا علمبردار ، دین کے ناموس کا محافظ ، اور سنّت کو دوبارہ زندہ کرنے والا سمجھتے تھے -

۹ - تاریخ اور سنہ اسلامی کی ابتدا

اس امر میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کس نے تاریخ ڈالنا شروع کیا - ابن عساکر تاریخ دمشق میں انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا : تاریخ کی ابتدا مدینے میں رسول اللہؐ کی تشریف آوری

۱ - مجسّمہ ہی کا ایک فرقہ حشویہ کہلاتا ہے -

Marfat.com

سے ہوئی - اصمعی کا بھی یہی کہنا ہے کہ ہجرت کے ماہ ربیع الاول سے تاریخ کا آغاز ہؤا - حاکم نے "الاِکلیل" میں ابن جُریج[1] کے واسطے سے ، اور انھوں نے ابو سَلمۃ[2] سے ، اور انھوں نے ابن شہاب الزُّہری سے ، روایت کی ہے کہ رسول اللہ ؐ جب مدینے تشریف لائے تو آپ نے تاریخ کا حکم دیا چنانچہ ربیع الاول سے تاریخ ڈالی گئی - یہ روایت مُعضَل[3] ہے - محفوظ[4] روایت یہ ہے ، اور ابن عساکر کا بھی یہی کہنا ہے ، کہ اس کی بابت حکم عُمَر کے زمانے میں صادر ہؤا ، جمہور بھی اسی کو صحیح مانتے ہیں ، بلکہ صحیح مشہور یہی ہے کہ یہ واقعہ عُمَر کی خلافت کا ہے ، انھوں نے تاریخ کی ابتدا ہجرت نبوی سے اور سال ہجرت کے ماہ محرّم سے کی - بخاری نے البتہ قَعنَبی[5] سے ، انھوں نے عبدالعزیز بن ابی خازم[6] سے ، انھوں نے سَلمۃ بن دینار[7] سے ، انھوں نے اپنے باپ سے ، اور انھوں نے سہل بن سَعد السّاعِدی رضؓ[8] سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ : لوگوں نے نہ تو نبی ؐ کی بعثت سے تاریخ شمار کی نہ آپ کی وفات سے ، [ص : ۹۷] بلکہ تاریخ کا شمار اس وقت سے کیا جب آپ مدینے میں وارد ہوئے - حاکم نے مُصعَب الزُّبَیری[9] کے واسطہ

---

۱ - عبدالملک بن عبدالعزیز ، ف ۱۴۹ھ -

۲ - ابو سلمۃ بن عبدالرحمٰن ، ف ۱۰۰ھ تقریباً -

۳ - مُعضَل = جس کی سند سے صحابی کے نیچے دو یا دو سے زائد راوی مسلسل چھوڑ دیے گئے ہوں -

۴ - اگر حدیث صحیح اور حَسَن کا راوی اپنے سے زیادہ قوی راوی کے مخالف روایت کرے تو راجح کا نام محفوظ اور مرجوح کا نام شاذ ہے -

۵ - عبداللہ بن مسلمۃ ، ف ۲۲۱ھ -

٦ - ف ۱۸۲ یا ۱۸۴ھ -

۷ - ف ۱۴۰ھ تقریباً -

۸ - ف ۸۸ھ -

۹ - مصعب بن عبداللہ ، ف ۲۳۵ھ یا ۲۳۳ھ -

Marfat.com

سے عبدالعزیز[۱] کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگوں نے شمار کرنے میں غلطی کی ، نہ تو بعثت سے شمار کیا اور نہ مدینے میں آپ کے ورود سے ، بلکہ آپ کی وفات سے تاریخ کا شمار کیا ۔ حاکم نے یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ یہ قول غلطی پر مبنی ہے اور صحیح بات وہی ہے جو بخاری کے یہاں ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ '' نہ آپ کی وفات سے ، بلکہ تاریخ کا شمار اس وقت سے کیا جب آپ مدینے میں وارد ہوئے '' اور یہ جو کہا کہ '' لوگوں نے شمار کرنے میں غلطی کی '' اس سے مراد یہ ہے کہ غفلت میں ان سے چوک ہوگئی اور بعد میں انھوں نے اس کا تدارک کیا ، یہ مراد نہیں کہ صحیح طریقہ وہ ہوتا جو ان کے عمل کے بر خلاف ہے ۔ اور ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد یہی ہو اور ان کی رائے میں بعثت یا وفات سے تاریخ کی ابتدا زیادہ مناسب ہو ۔ اس کی بھی توجیہ ممکن ہے لیکن دوسری صورت قابل ترجیح ہے ۔ یہ بالکل درست ہے تاریخ آغاز سال سے جاری ہوئی ۔

کسی نے اس امر کی تشریح بھی کی ہے کہ ہجرت سے ابتدا کرنا کیوں مناسب ہے ۔ ایسے بڑے بڑے واقعات جو رسول اللہ سے متعلق ہیں اور جو اس قابل ہیں کہ ان سے تاریخ کی ابتدا کی جائے ، چار ہیں : آپ کی پیدائش ، بعثت ، ہجرت اور وفات ۔ ہجرت سے ابتدا اس لیے قابل ترجیح قرار پائی کہ پیدائش اور بعثت دونوں میں سے ہر ایک کے سنہ کی تعیین اختلاف سے خالی نہیں ۔ رہا وفات کا وقت تو اسے اس وجہ سے نظرانداز کیا کہ اس کی یاد بڑی غم انگیز ہے ۔ اس طرح لے دے کر ہجرت ہی باقی رہ گئی ۔ ربیع الاوّل سے محرّم تک پیچھے لے جانے کی وجہ یہ ہے کہ ہجرت کے فیصلے کی ابتدا محرّم ہی میں ہوئی ، اس لیے کہ بیعت ذی الحجّہ کے دوران ہوئی اور یہی ہجرت کی تمہید تھی، چنانچہ بیعت اور ہجرت کے فیصلے کے بعد پہلا چاند جو دکھائی دیا وہ محرّم [illegible]

---

۱ - ہو سکتا ہے کہ یہ وہی عبدالعزیز (بن ابی حازم) ہوں جن کا ذکر اوپر گزرا ، یا کوئی اور ہوں ۔

Marfat.com

تھا ، اس سے یہ عین مناسب تھا کہ اسے تاریخ کا نقطۂ آغاز قرار دیا جائے۔ ہمارے شیخ (ابن حجر) کا کہنا ہے کہ محرم سے ابتدا کی یہ سب سے زور دار توجیہ ہے جو میرے علم میں آئی ۔

تاریخ کو عمل میں لانے کے اسباب بہت سے بتائے جاتے ہیں : ایک تو وہ ہے جو ابونُعَیم الفضل بن دُکَین نے اپنی تاریخ میں اور ان کے واسطے سے الحاکم نے ۔ الشّعبی[1] کی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ ابوموسی اشعری رضؓ[2] نے عمرؓ کو لکھا کہ آپ کے بہت سے مراسلے ہمارے پاس آتے ہیں ، ان پر کوئی تاریخ درج نہیں ہوتی ۔ چنانچہ عمرؓ نے لوگوں کو اکٹھا کیا تو کسی نے کہا کہ بعثت سے تاریخ شروع کیجیے اور کسی نے کہا کہ ہجرت سے شروع کیجیے ۔ اس پر عمرؓ بولے کہ ہجرت ہی حق اور باطل کے درمیان حد فاصل ہے اس لئے ہجرت سے تاریخ شروع کرو ۔ یہ واقعہ سنہ ۱۷ کا ہے جب اس پر سب کا اتفاق ہو گیا تو کسی نے کہا کہ رمضان سے ابتدا کرو لیکن عمرؓ کی رائے یہ ہوئی کہ محرم سے ابتداء کی جائے اس لیے کہ وہ لوگوں کے حج سے لوٹنے کا وقت ہے ۔ اسی رائے کو سب نے مان لیا ۔ ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ یعلیٰ بن اُمیّۃ جب یمن میں تھے[3] تو انھوں نے [ص : ۸۰] سب سے پہلے تاریخ لکھنا شروع کی ۔ ہوا یہ کہ انھوں نے یمن سے عمر کو ایک خط لکھا جس میں تاریخ درج تھی ، عمرؓ نے اس کو پسند کیا تو تاریخ کا رواج ہو گیا ۔ احمد بن حنبل نے یہ روایت صحیح سند کے ساتھ درج کی ہے البتہ عمرو بن دینار[4] اور یعلیٰ کے درمیان سند کا سلسلہ منقطع ہے ۔ الھیثم بن عدی[5] بھی یہی کہتے ہیں کہ یعلیٰ نے سب سے پہلے تاریخ لکھنا شروع کی ۔

---

۱ - عامر بن شراحیل یا بن عبداللہ بن شراحیل ، ف ما بین ۱۰۳ و ۱۰۶ھ۔

۲ - عبداللہ بن قیس ، ف ۴۲ و ۵۲ھ ۔

۳ - پتہ نہیں چلتا کہ سنہ کونسا تھا ۔

۴ - ف ۱۲۶ھ ۔

۵ - ف ۲۰۶ یا ۲۰۷ھ ۔

Marfat.com

احمد (ابن حنبل) اور ابو عَروبة[۱] - "الاوائل" میں - اور بخاری - "الادب" میں - اور الحاکم ، میمون بن مہران[۲] سے ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ ایک چک عمرؓ کے سامنے رکھا گیا جس کی ادائیگی کا وقت شعبان تھا ، تو وہ بولے "کونسا شعبان ؟ جو گذر گیا ، یا جو ابھی چل رہا ہے ، یا جو آنے والا ہے ؟ کوئی ایسی چیز وضع کرنا چاہیے کہ لوگ اس کو جان لیں -" اس کے بعد انھوں نے وہی کچھ دہرایا ہے جو پہلی روایت میں درج ہوا - ابو الیقظان[۳] نے بھی عمرؓ سے یہی روایت کی ہے -

الحاکم ، سعید بن المُسَیَّب سے ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ عُمرؓ نے سب لوگوں کو یعنی مہاجرین اور غیر مہاجرین کو اکٹھا کرکے ان سے رائے لی کہ پہلا دن کونسا ہو جس سے تاریخ کا آغاز کیا جائے ، تو علی بولے کہ اُس دن سے جب رسول اللہ (صلعم) ہجرت کرکے آئے ، یعنی مدینہ آئے اور شرک کی سر زمین سے دور ہوئے چنانچہ عمرؓ نے ایسا ہی کیا -

ابن ابی خیثمة[۴] محمد بن سیرین[۵] کی سند سے ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے آیا اور اس نے کہا کہ میں نے یمن میں ایک چیز دیکھی ہے ، اسے تاریخ کہتے ہیں اور فلاں سنہ اور فلاں مہینے سے لکھی جاتی ہے - عمر نے کہا یہ تو بڑی اچھی چیز ہے ، تم بھی تاریخ لکھا کرو - جب اس پر اتفاق ہو گیا تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ولادت سے تاریخ کا آغاز کرو ، کسی نے کہا بعثت سے ، کسی نے کہا اس وقت سے جب آپ ہجرت کے لیے نکلے اور کسی نے کہا وفات سے - عمر کی رائے یہ ہوئی کہ تاریخ کا آغاز اس وقت سے ہو جب آپ مدینہ جانے کے لیے مکہ سے نکلے - اس کے بعد انھوں نے پوچھا کہ

---

۱ - الحسین بن محمد بن مودود الحرّانی ، ف ۳۱۸ھ -

۲ - ۴۰-۱۱۸ (یا ۱۱۷)ھ -

۳ - سُحَیم یا عامر بن حفص ، ف ۱۹۰ھ -

۴ - احمد بن زهیر ، ف ۲۷۹ھ -

۵ - ف ۱۱۰ھ -

Marfat.com

اچھا کس مہینے سے ابتدا کریں تو کچھ لوگوں نے کہا رجب سے، کسی نے کہا رمضان سے، عثمانؓ نے کہا کہ محرم سے، اس لیے کہ وہ حرام مہینہ ہے، سال کی ابتدا اسی سے ہوتی ہے اور اسی میں لوگ حج سے لوٹتے ہیں - یہ واقعہ سنہ ۱۷ ربیع الاول کا ہے -

ان سب احادیث سے نیتجہ یہ نکلتا ہے کہ محرم سے ابتدا کا مشورہ دینے والے عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ تھے -

ایسی ہی وہ روایت ہے جو ہم عمرو بن دینار سے، اور وہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ تاریخ کا آغاز اس سنہ سے ہوا جس میں کہ نبی (صلعم) مدینے آئے - اسی سنہ میں عبداللہ بن الزبیرؓ کی ولادت ہوئی تھی - اس سے پہلے عرب عام الیفیل (ہاتھیوں کے حملہ کے سنہ) سے تاریخ شمار کرتے تھے اور وہی رسول اللہ (صلعم) کی پیدائش کا سنہ بھی ہے - سعد بن ابی وقاصؓ نے عمرؓ[۱] کو یہ رائے دی تھی کہ نبی (صلعم) کی وفات سے تاریخ کا آغاز کریں - اس پر علیؓ نے کہا کہ زیادہ مناسب [ص : ۸۱] یہ ہے کہ نبی (صلعم) کی ہجرت سے تاریخ کا آغاز ہو اس لیے کہ ہجرت ہی حق اور باطل کے درمیان حد فاصل ہے اور اسی سے اسلام کو غلبہ حاصل ہوا - چنانچہ سب مسلمانوں نے یہ رائے مان لی کہ ہجرت کے سنہ سے آغاز ہو اس لیے کہ اسی سنہ میں اسلام اور اسلام والوں کو سر بلندی نصیب ہوئی - اس کے بعد مہینے کی بابت اختلاف رہا - عبدالرحمٰن بن عوفؓ[۲] کا کہنا تھا کہ رجب سے ابتدا ہو اس لیے کہ وہ حرام مہینوں میں پہلا ہے، لیکن علی کی رائے یہ ہوئی کہ محرم سے ابتدا ہو اس لیے اسی سے سال کا آغاز ہوتا ہے اور وہ حرام مہینوں میں سے بھی ہے - چنانچہ عمرؓ نے اسی کا حکم دیدیا اور یہی رواج سارے اسلامی ممالک میں عام ہو گیا -

---

۱ - ۵۲-۵۵ھ تقریباً -

۲ - ف ۳۲ھ -

Marfat.com

ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی (صلعم) کے مدینہ آنے تک وہاں تاریخ کا دستور نہ تھا ، چنانچہ وہ آپ کی تشریف آوری سے ایک مہینہ ، دو مہینہ تاریخ شمار کرنے لگے ، اور ان کا یہی چلن رہا تا آنکہ رسول اللہ (صلعم) نے وفات پائی اور تاریخ کا سلسلہ منقطع ہو گیا ۔ ابوبکر (رض) کا زمانہ اور عمرؓ کی خلافت کے چار سال بھی یونہی گزرے ، اس کے بعد تاریخ وضع کی گئی ۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ عمر (رض) نے بڑے بڑے صحابہ کو جمع کرکے کہا کہ مال بہت زیادہ ہونے لگا ہے اور ہماری تقسیم کا کوئی وقت مقرّر نہیں ہے ، آخر اس کو ٹھیک ٹھیک یاد رکھنے کی کیا تدبیر کی جائے ؟ اس پر ھُرْ مُزان ، جو اَھواز کا بادشاہ تھا اور فتح فارس کے وقت قید ہو کر عمر کے روبرو لایا گیا تھا اور اس کے بعد اسلام لے آیا تھا ، وہ بولا کہ ایرانیوں کے یہاں ایک حساب رائج ہے جسے وہ ' ماہ روز ' کہتے ہیں اور جو کسری حاکم وقت ہو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں ۔ چنانچہ یہی لفظ ' ماہ روز ' معرّب ہو کر ' مُورّخ ' بن گیا اور ' تاریخ ' اس کا مصدر بنا ۔ اس کے مختلف صیغے بھی استعمال ہونے لگے ۔ اس کے بعد ہرمزان نے اس کے استعمال کا طریقہ بتایا تو عمرؓ نے کہا : ایک ایسی تاریخ وضع ہونا چاہئے جس کو کام میں لاکر لوگ اپنے معاملات طے کرنے میں اوقات کی تعین کر سکیں ''۔ حاضرین میں سے ایک نو مسلم یہودی نے کہا کہ ایسا ہی ایک حساب ہمارے یہاں بھی ہے جسے ہم اسکندر سے منسوب کرتے ہیں ۔ اس کو دوسرے لوگوں نے پسند نہیں کیا اس لیے کہ یہ امر طول کھینچتا ۔ کچھ اور لوگوں نے کہا کہ ایرانیوں [illegible] کی جائے تو یہ اعتراض ہوا کہ ان کی تاریخ ایک معیّن ابتدا آغاز پر نہیں رہتی بلکہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں ایک نیا بادشاہ تخت نشین ہوا اس کی تخت نشینی سے ازسر نو آغاز کر دیا اور اس سے قبل کا سلسلہ ختم کر دیا ۔ بالآخر اس امر پر اتفاق ہوا کہ اسلامی حکومت کی تاریخ نبی (صلعم) کے مکے سے مدینے ہجرت کرنے کے وقت سے مراد بائی اس

Marfat.com

لیے کہ ہجرت کے وقت میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں بخلاف بعثت کے وقت کے کہ اس میں اختلاف ہے۔ اسی طرح آپ کی ولادت کے وقت میں دن اور سال کا اختلاف ہے، رہا وفات کا وقت تو وہ معین تو ضرور ہے لیکن عقل یہ پسند نہیں کرتی کہ اُسے تاریخ کا نقطۂ آغاز [ص : ۸۲] قرار دیا جائے۔ یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ ہجرت کا وقت ملّت اسلامیہ کی مضبوطی اور وفود کی پے درپے آمد اور مسلمانوں کے غلبہ کا وقت ہے لہٰذا وہ باعث برکت ہے اور لوگوں کے دلوں پر اس کا گہرا اثر ہے۔ ہجرت بروز سہ شنبہ ۸ ربیع الاول واقع ہوئی اور اس سنہ یعنی محرّم کا آغاز اوسط کے حساب سے پنجشنبہ کو ہوا۔ چونکہ عام طور سے مشہور یہی تھا اس لیے اس کا اعتبار کیا گیا ورنہ رؤیت ہلال کے حساب سے اور (نجوم کے) اجتماع کے حساب سے وہ دن جمعہ کا تھا۔ 'نہایۃ الادراک' کے مصنّف[1] کا کہنا ہے کہ اسی ہجری سنہ نے رواج پکڑا چنانچہ ہجرت آیندہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تاریخ کا نقطۂ آغاز ہے۔ اس امر پر سب کا اتفاق سنہ ۱۷ ہجری میں ہوا، جو عمر کی خلافت کا چوتھا سال تھا۔ اس (ہجرت کے ساتھ) نسبت سے قبل لوگ ہر سال کو اس حادثہ کا نام دیتے تھے جو اس میں وقوع پذیر ہوتا تھا اور اسی سے تاریخ بتاتے تھے۔ چنانچہ نبی (صلعم) کے مدینہ میں قیام کا پہلا سال 'الاذن بالرحیل' یعنی مکتے سے مدینے کوچ کرنے کی اجازت کا سال کہلاتا تھا۔ دوسرا 'الامر بالقتال' یعنی لڑائی کے حکم کا سال، تیسرا 'التمحیص' یعنی آزمائش کا سال، وعلی ھذا القیاس۔ اس کے بعد لوگوں نے حادثات پر سال کا نام رکھنا چھوڑ دیا۔ عُبَید بن عُمَیر کا کہنا ہے کہ محرم اللہ کا مہینہ ہے اور سال کا آغاز بھی ہے، اسی سے تاریخ لکھی جاتی ہے، اسی میں کعبے کو غلاف پہنایا جاتا ہے اور نئے سکے ڈھالے جاتے ہیں، اور اس میں ایک دن ایسا بھی ہے کہ اُس دن جس نے توبہ کی اس کی توبہ قبول ہوئی۔

---

۱ - محمود بن مسعود الشیرازی، ۷۱۰ھ -

محرّم سے سال کا آغاز ہونے کی بابت ایک حدیث مرفوع بھی ہے جسے دیلمی نے 'فردوس' میں درج کیا ہے ۔ ان کے بعد ان کے بیٹے نے بھی اس کو بلا سند علیؓ سے نقل کیا ہے ۔

یہ تو ہؤا اسلامی سنہ کی بابت ۔ رہا جاہلی سنہ تو ابن الجوزی ، عامر الشعبی کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا : جب روئے زمین پر آدم علیہ السلام کی اولاد کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی اور وہ ادھر ادھر پھیل گئے تو انھوں نے 'ھبوط آدم' (آدم کے زمین پر اترنے) سے تاریخ شمار کی طوفان (نوح) تک ، پھر وہاں سے نار خلیل[۱] (علمص) تک ، پھر وہاں سے یوسف (علمسم) کے زمانے تک ، پھر وہاں سے بنی اسرائیل سمیت موسیٰ (علسم) کے مصر سے نکلنے تک ، پھر وہاں سے عیسیٰ (علسم) کے زمانے تک ۔ یہی روایت محمد بن اسحق[۲] کے یہاں ابن عباس کی سند کے ساتھ پائی جاتی ہے ۔

اس بارے میں کچھ اور باتیں بھی کہی گئی ہیں ۔ ایک یہ کہ تاریخ کا شمار تھا آدم سے [ص : ۸۳] طوفان تک ، پھر وہاں سے نار خلیل (علسم) تک ، اس کے بعد بنو اسمٰعیل نے تعمیر کعبہ سے تاریخ شمار کی ، وہاں سے معدّ بن عدنان تک ، پھر وہاں سے کعب ابن لوّی تک ، پھر کعب سے عام الفیل (ہاتھیوں کے حملہ) تک ۔ یہ واقدی[۳] کا قول ہے ۔

کسی اور کا کہنا یہ ہے کہ بنو ابراہیم (علسم) تاریخ شمار کرتے تھے نار ابراہیم سے تعمیر کعبہ تک جبکہ ابراہیم اور اسماعیل (علسم) نے اسے بنایا ، اس کے بعد بنو اسماعیل نے تعمیر کعبہ سے تاریخ شمار کی تاآنکہ وہ ادھر ادھر پھیل گئے ، اس کے نتیجے میں جو لوگ بھی تہامہ چھوڑ کر

---

۱ - حضرت ابراہیم کے آگ میں ڈالے جانے کا واقعہ ۔ قرآن ۲۱/۶۸ ، ۶۹ ۔

۲ - مصنف سیرت ، ف ۱۵۰ یا ۱۵۱ھ ۔

۳ - محمد بن عمر ، ف ۲۰۷ھ ۔

Marfat.com

جاتے وہ اپنے ترک وطن سے تاریخ شمار کرتے ، البتہ جو بنو اسماعیل تہامہ میں باقی رہ گئے وہ سعد ، فہد اور جہینۃ بنی زید کے تہامۃ چھوڑنے کے وقت سے تاریخ شمار کرتے رہے تاآنکہ کعب بن لؤیّ کی موت واقع ہوئی تو اس کی موت سے تاریخ شمار کرنے لگے (عام) الفیل تک۔ اس کے بعد (عام) الفیل سے ہی تاریخ شمار کی جاتی رہی۔ تاآنکہ عمر نے ہجرت سے تاریخ لکھنا شروع کی۔ یہ واقعہ سنہ ۱۶ یا ۱۷ یا ۱۸ کا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حِمیَر اپنے تبّع (لقب بادشاہوں کے عہد) سے تاریخ شمار کرتے تھے اور غسّان سدّ (مأرب کے پھٹنے) سے ، اور صنعا والے یمن پر حبشیوں کی فتح سے اور بعد ازاں ایرانیوں کے غلبے سے۔ اس سے متاخر دور میں عرب اپنی مشہور لڑائیوں سے تاریخ شمار کرنے لگے جیسے بَسوس اور داحِس و غبراء کی لڑائی اور ذی قار اور فِجار اور اس جیسے دیگر معرکے۔ بَسوس کی لڑائی اور ہمارے نبی (صلعم) کی بعثت کے درمیان کی مدت ساٹھ سال تھی۔ اس روایت کو ابن الکلبی[1] کی سند کے ساتھ محمد بن سعد[2] نے درج کیا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایرانی اپنے بادشاہوں کے چار طبقات سے تاریخ شمار کرتے تھے: اوّل کیومرث سے۔ طیومرث (کاف کے بجائے طاء سے) بھی بولتے ہیں اور اسی کو 'گل شاہ' بھی کہتے ہیں جس کے معنی ہیں 'مٹی کا بادشاہ'۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ آدم کا مرادف ہے۔ دوم یزدجرد سے ، سوم اردشیر بن بابک سے ، اور چہارم انوشروان عادل سے۔ یہ روایت ہے ہشام بن الکلبی کی اپنے باپ[3] سے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ رومی تاریخ شمار کرتے تھے دارا بن دارا کے قتل سے ایرانیوں کے ان فتح حاصل کرنے تک ، اور قبطی تاریخ شمار کرتے تھے بُخت نصّر سے قلوبطرہ ملکہ مصر تک ،

---

۱ - ہشام بن محمد ، ف ۲۰۴ھ۔

۲ - مصنف 'طبقات' ، ف ۲۳۰ھ۔

۳ - محمد بن السائب ، ف ۱۴۶ھ۔

Marfat.com

اور یہود تاریخ شمار کرتے تھے بیت المقدس کی تباہی سے ، اور عیسائی عیسیٰ مسیح (علسم) کے آسمان پر اٹھ جانے سے ۔

ابو مَعشَر[1] کہتے ہیں کہ تاریخیں بیشتر گڈ مڈ ہیں ۔ ان میں خلل پڑنے کی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی قوم کے سنہ پر ایک زمانہ گزر جاتا ہے اور اس کی مدّت طویل ہو جاتی ہے ، پھر جب اس کو کتاب در کتاب یا زبانی ایک سے دوسرے کو نقل [ص : ۸۴] کرتے ہیں تو اس میں غلطی ہو جاتی ہے ، یا تو کمی یا بیشی ۔ اس کی مثال وہ غلطی ہے جو آدم ، نوح اور دیگر انبیا کے درمیانی سالوں سے متعلق پائی جاتی ہے ، چنانچہ یہود اس بارے میں تھوڑے بہت فرق کے ساتھ کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور رکھتے ہیں ۔ اسی طرح ایرانیوں کی تاریخوں میں بھی بڑا الٹ پھیر ہو گیا ہے حالانکہ ان کی سلطنت کا سلسلہ ٹوٹا نہیں جب تک کہ وہ بالکل ختم نہ ہو لیا ۔ ابو معشر نے جو کچھ کہا اس کے صحیح ہونے کا ثبوت نبی(صلعم) کا یہ قول ہے : ''لا تجاوزوا عدنان ، کذب النسّابون'' (عدنان سے اوپر کی بات مت کرو ، نسب کے ماہرین جھوٹ بولتے ہیں) ۔

ابن الاثیر کہتے ہیں : عرب کا ہر گروہ اپنے سے متعلق کسی مشہور واقعہ سے تاریخ شمار کیا کرتا تھا اور کوئی ایک تاریخ نہ تھی جو ان سب میں عام ہو ۔ کسی شاعر کے اس قول سے بھی پتا چلتا ہے :-

ھا انا اؤمل الخلودَ و قد
ادرکَ عقلی و مَولدی حُجُرا[2]

دیکھو تو ! میں امید رکھتا ہوں کہ میں برابر جیتا رہوں گا جب کہ میری عقل اور میری پیدائش نے حُجُر کا زمانہ پایا ہے ۔

الجَعدی[3] کا قول ہے :

---

۱ - جعفر بن محمد ، ف ۲۷۲ھ ۔

۲ - بیت الربیع بن ضَبُع الفزاری کا ہے جو امرؤالقیس کا معاصر تھا اور حُجُر (بن عمرو) امرؤالقیس کا والد تھا ۔

۳ - النابغة الجَعدی ، ف ۶۵ھ ۔

Marfat.com

و مَن یکُ سائلاً عنّی فانّی
من الشُّبّان ایّام الخُنانی

اگر کوئی میری بابت دریافت کرے تو یہ ہے کہ میں اونٹوں میں خُنان[۱] کی وبا پھیلنے کے وقت جوان تھا۔

ایک اور شاعر[۲] کہتا ہے :-

و ما هِیَ الاّ فی اِزارٍ و عِلقۃٍ
مُغارَ ابن هَمّام علی حَیِّ خثعما

وہ (محبوبہ) اس وقت خالی ازار اور بنڈی میں رہا کرتی تھی (بہت چھوٹی تھی) جب ابن ہمام نے قبیلۂ خثعم پر حملہ کیا تھا۔

ان میں سے ہر شاعر نے ایک مشہور واقعہ کو تاریخ کا نقطۂ آغاز بنایا ہے۔ اگر کوئی ایک تاریخ عام ہوتی تو وہ تاریخ بتانے میں اس طرح جداگانہ طریقے اختیار نہ کرتے۔

۱ - '' خُنان '' = ایک بیماری ہے جو اونٹوں کی ناک میں پیدا ہوتی ہے اسے اونٹوں کا زکام کہتے ہیں۔

۲ - یہ بیت حُمَید بن ثور کی طرف منسوب ہے۔

Marfat.com

تاریخ میں تصانیف

تاریخ میں تصانیف اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا ۔ چنانچہ میں نے حافظ العلاء مُغُلطای الحنفی کی خود ان کے ہاتھ کی تحریر دیکھی ہے ، وہ اپنی کتاب ' إصلاح ابن الصلاح ' میں لکھتے ہیں : " میرے تجربے میں ہے کہ ایک شخص کے پاس اس (تاریخ) کی تقریباً ایک ہزار تصانیف تھیں " ۔

نیز میں نے مستند مورخ حافظ ابو عبداللہ الذھبی کی اپنے ہاتھ کی تحریر دیکھی ہے جس کا متن یہ ہے : " میری جامع بڑی تاریخ (التاریخ الکبیر المحیط) جس میں میں نے اپنا پورا زور صرف نہیں کیا ورنہ وہ چھ سو جلدوں میں پھیل جاتی ، اس میں تاریخ کے مندرجہ ذیل فنون شامل ہیں : ۔

۱ - ہمارے نبی (صلعم) کی سیرت ۔

۲ - انبیاء (علمصس) کے قصے ۔

۳ - صحابہ رض کی تاریخ ۔

۴ - خلفا کی تاریخ جو صحابہ میں سے اور بنو اُمیّہ اور بنو العبّاس میں سے ہوئے اور انہیں کے ساتھ ساتھ وہ مروانی جو اندلس میں اور عُبَیدی جو مغرب اور مصر میں ہوئے ۔

۵ - بادشاہوں ، بادشاہتوں اور کسریٰ و قیصر کے خاندانوں کی تاریخ اسی ذیل میں شاہانِ اسلام بھی آتے ہیں جیسے ابن طُولون ، إخشید ، [ص : ۸۵] ابن بُویہ ، ابن سلجوق وغیرھم ، نیز شاہان خوارزم و شام و شاہان تتار اور وہ سب جنھوں نے ' ملک شاہ ' کا لقب اختیار کیا ۔

Marfat.com

۶ - وزیروں کی تاریخ ، جن میں سب سے پہلے ہارون (علسم) تھے ، ان کے بعد ابوبکر اور عمر ، پھر اور بہت سے ـ بعض ان میں سے انبیا ، خلفا وغیرہ اور بادشاہوں کے زمرے میں شامل ہیں ۔

۷ - امیروں ، کبیروں ، نوابوں اور بڑے بڑے کاتبوں[1] کی تاریخ ۔ ان میں بہت سے مُـوقّـِع (احکام و فرامین تیار کرنے والے) تھے اور بعض ادیب اور شاعر بھی تھے ۔

۸ - فقیہوں ، مذاہب کے نمایندوں ، مختلف زمانوں کے اماموں اور فرائض کے ماہروں کی تاریخ ـ میں کہتا ہوں کہ اسی میں وہ اہلِ اجتہاد بھی داخل ہیں جو قابل تقلید قرار پائے اور انھیں جیسے اور لوگ بھی ۔

۹ - ساتوں قراءتوں کے ماہر قاریوں کی تاریخ ۔

۱۰ - حُـفّـاظ (حدیث کے حافظوں) کی تاریخ ۔

۱۱ - حدیث کے اساتذہ اور اماموں کی تاریخ ۔

۱۲ - مورّخین کی تاریخ ۔

۱۳ - نحویوں ، ادیبوں ، لغت کی عالموں ، شاعروں ، اور بلاغت ، عَروض اور حساب کے ماہروں کی تاریخ ۔

۱۴ - عابدوں ، زاھدوں ، اولیا ، صوفیہ ، اور عبادت گزاروں کی تاریخ ۔

۱۵ - قاضیوں اور والیوں کی تاریخ اور انھیں کے ساتھ ساتھ شاہدوں اور امینوں[2] کی تاریخ ۔

۱۶ - معلـموں ، ورّاقوں (ہاتھ سے لکھ کر کتابیں بیچنے والوں) ، قصہ خوانوں ، دوچہ گرد (طـُرُقـیـّہ) اور بے ٹھکانے آوارہ (غـُربَاء) لوگوں کی تاریخ ۔

---

۱ - کاتب = سکریٹری ، منشی ۔

۲ - شاہد اور امین = (Notary) جن کی تصدیق عدالتوں کے نزدیک قابل اعتماد ہوتی تھی ۔

Marfat.com

۱۷ - واعظوں ، خطیبوں ، نغمہ سراؤں ، ندیموں ، مُطربوں کی تاریخ ۔

۱۸ - شریف ، سخی ، عقلمند ، ذہین (ذکی) اور دانشمند (حکیم) لوگوں کی تاریخ ۔

۱۹ - طبیبوں ، فلسفیوں ، زندیقوں ، انجینروں (مُہندِسین) اور ایسے ہی دیگر لوگوں کی تاریخ ۔

۲۰ - متکلّمین ، جَہمیّہ ، مُعتزلہ ، اَشعَریّۃ ، کرّامیّۃ ، اور مُجسِّمَۃ کی تاریخ ۔

۲۱ - مختلف قسم کے شیعہ کی تاریخ جیسے غالی (انتہا پسند) رافضی وغیرہ ۔

۲۲ - طرح طرح کے خارجی ، ناصبی (دشمنِ علی) اور مختلف قسم کے بدعتی اور ہوا پرست لوگوں کی تاریخ ۔

۲۳ - سُنّتی علماء امت ، صوفیہ ، فقہاء اور محدّثین کی تاریخ ۔

۲۴ - بخیل ، طُفَیلی ، ثقیل (bore =) ، پیٹو ، احمق ، مغرور اور بے وقوف لوگوں کی تاریخ ۔ میں کہتا ہوں کہ انھوں (ذھبی) نے ان کی ضد یعنی کریم اور سخی لوگوں کا ذکر نہیں کیا ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوپر جو سخی لوگوں کا ذکر گزرا ہے اسی کو کافی سمجھا ۔ میرے پاس ان لوگوں سے متعلق خاصا مواد اکٹھا ہے ۔

۲۵ - نابینا ، اپاہج ، بہرے ، گونگے اور کبڑے لوگوں کی تاریخ ۔

۲۶ - منجّم ، ساحر ، کیمیائی ، خزانہ جُو (مُطالِب) ، اور شعبدہ باز (مُشَعْوِذ) لوگوں کی تاریخ ۔

۲۷ - انساب اور اخبار کے ماہرین اور اَعراب (بدو عربوں) کی تاریخ ۔

۲۸ - بہادروں ، شہسواروں اور چابک دست ، پھُرتیلے لوگوں کی تاریخ ۔

۲۹ - تاجروں ، حیرت انگیز برّی و بحری سفروں ، پردیس کے سمندری مسافروں ، اور برہنہ جوگیوں کی تاریخ ۔

Marfat.com

۳۰ - بڑے بڑے کاریگروں ، ماہر دستکاروں ، نئی نئی چیزیں بنانے والوں اور طرح طرح کی ایجادیں کرنے والوں کی تاریخ -

۳۱ - راہبوں ، خانقاہ والوں ، خلوت گزینوں [ص : ۸۶] اور بد اطوار صوفیوں کی تاریخ -

۳۲ - امام ، مؤذّن ، مُوقِّت (اوقات نماز کا تعین کرنے والے) مُعبِّر (خواب کی تعبیر دینے والے) اور عام لوگوں کی تاریخ -

۳۳ - رہزنوں ، ڈاکوؤں ، شطرنج اور نرد کے کھلاڑیوں اور جوے بازوں کی تاریخ ــ میں کہتا ہوں کہ انہوں (ذہبی) نے تیر اندازی کو نظر انداز کر دیا ہے -

۳۴ - حسینوں ، عاشقوں ، عشق بازوں ، رقاصوں ، بے نوشوں ، بے حیا عورتوں ، فاسقوں ، دلاّلوں ، کذابوں اور مخنثوں کی تاریخ -

۳۵ - چالاک ، پختہ کار ، با تدبیر ، اہل رائے ، مکاّر اور حیلہ باز لوگوں کی تاریخ -

۳۶ - دکھاوے کے سخی ، شان بگھارنے والے ، ہاتھ کی صفائی والے ، قترشی[1] مخنّث ، غیر پابند اخلاق ، پھکڑ باز ، بے حساب ثروت اور موروثی دولت[2] کے مالک ، جھوٹے لوگوں کی تاریخ -

۳۷ - عقلمند مجنونوں ، بہکی بہکی باتیں کرنے والوں ، مغلوب الغضب[3] ، خلل دماغ والے بے عقلوں کی تاریخ -

۳۸ - خیرات ، بھیک مانگنے والے ، درخواستیں کرنے والے ، بداطوار اور بدمعاش[4] لوگوں کی تاریخ -

---

۱ - ' قترشی ' کا صحیح مفہوم تحقیق طلب ہے -

۲ - اصل : ' التبجر و التلار (التیلاد ؟) '- دونوں لفظوں کے معنی میں شک ہے -

۳ - اصل : ' المتمرین ' (المتمّرین ؟) -

۴ - ' الحرافشہ ' اور ' الجمریو ' کے معنی میں شک ہے -

Marfat.com

۳۹ - قرآن ، عشق ، سماع ، خوف اور حال سے جان دینے والوں کی تاریخ ۔

۴۰ - کاہنوں اور خرق عادت اور کشف ـ وہ کشف جس پر کرامات کا دھوکا ہوتا ہے ـ والوں کی تاریخ جو فاسق وغیرہ ہوتے ہیں ۔

ذھبی کہتے ہیں : ” یہ چالیس (قسم کی) تاریخیں ہیں ، اگر ان سب کو ایک کتاب میں جمع کیا جائے تو وہ بڑی طول طویل اور پورا بار شتر بن جائے گی ، ان کو علٰحدہ علٰحدہ رکھنے کی بابت یہ ہے کہ عالموں نے ان میں سے بیشتر اقسام پر مستقل کتابیں لکھی ہیں ۔ بسا اوقات ایک ہی شخص دو ، تین یا اس سے بھی زیادہ تاریخوں میں بار بار سامنے آتا ہے ۔ ہر انسان جو ان میں سے کسی فن میں نمایاں ہو جب تم اس سے بات کروگے تو اس کے پاس اس فن کی ایسی عجیب اور نادر باتیں پاؤ گے جو کسی تاریخ میں نہیں ملیں گی “۔ میں نے ذھبی کے ہاتھ کی جو تحریر پڑھی تھی وہ ختم ہوئی ۔ ان کا قول ”بار شتر“ منافی ہے ان کے پہلے قول ” چھ سو جلدوں “ کے اس لیے کہ اتنی تعداد تو دو اونٹوں کے بار سے بھی زیادہ ہے ۔ یہ بات ہمارے شیخ (ابن حجر) کی بتائی ہوئی ہے جو میں نے ان کے ہاتھ کی لکھی تحریروں میں پڑھی ہے ۔

نیز ذھبی کی ' تاریخ اسلام ' کا وہ نسخہ جو ان کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا میں نے دیکھا ہے ۔ اس کے شروع میں مذکور ہے کہ ” انھوں نے اس کتاب کے جمع کرنے میں بڑی کاوش صرف کی اور اس کو متعدد ایسی تصانیف سے اخذ کیا جن کی بدولت انسان کو ماضی کی ساری تاریخ کا علم حاصل ہوتا ہے یعنی تاریخ اسلام کے آغاز سے لے کر ہمارے اس دور تک کے بڑے بڑے خلفاء ، قرّاء ، زُھّاد ، فقہا ، محدّثین ، علما ، سلاطین ، وزرا ، نحویّین اور شعرا سب کی وفات کی تاریخوں کا علم اور ان کے طبقہ ، زمانہ اور اساتذہ کا علم ، اور مختصر عبارت اور تھوڑے سے الفاظ میں ان سے متعلقہ اخبار ، مشہور فتوحات ، یادگار لڑائیوں اور قابل تحریر عجیب واقعات کا علم ـ طوالت ، زیادتی کی بھرمار اور پورا احاطہ کیے بغیر میں صرف ان لوگوں کا ذکر کروں گا جو مشہور یا قریب

Marfat.com

قریب [ص : ۸۷] مشہور ہیں اور ان لوگوں کو چھوڑ دوں گا جو غیر معروف یا قریب قریب غیر معروف ہیں ، اور صرف بڑے بڑے واقعات کی طرف اشارہ کروں گا ، اس لیے کہ اگر میں ایک ایک کو کے تمام سوانح اور واقعات کو لوں تو کتاب سو ، بلکہ اس سے بھی زیادہ ، جلدوں میں پھیل جائے گی ۔ اس میں سو ایسی ہستیوں کا ذکر ہے کہ اگر میں چاہوں تو ان کے حالات پچاس جلدوں میں بیان کر سکتا ہوں "۔

وہ کہتے ہیں : " میں نے اس تالیف کی خاطر بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے "۔ اس کا مواد مندرجہ ذیل کتابوں سے ماخوذ ہے :-

دلائل النبوۃ از بیہقی[1] ۔

السیرۃ النبویۃ از ابن اسحاق ۔

مغازی (غزوات نبی) از ابن عائذ[2] الکاتب ۔

الطبقات الکبری از ابن سعد ، کاتب واقدی ۔

تاریخ البخاری ۔ "

کچھ حصے تاریخ ابوبکر احمد بن ابی خیثمۃ اور تاریخ یعقوب[3] الفسوی کے ۔

تاریخیں : محمد بن مثنی العنزی[4] کی ، جو بہت چھوٹی ہے ،

ابو حفص الفلاس[5] کی ،

ابوبکر بن ابی شیبہ کی ،

الواقدی کی ،

الہیثم بن عدی کی ،

---

۱ ۔ احمد بن الحسین ، ف ۴۵۸ھ ۔

۲ ۔ محمد بن عائذ الدمشقی ۔

۳ ۔ یعقوب بن سفیان ، ف ۲۷۷ھ ۔

۴ ۔ ف ۲۵۲ھ عرف ، ابو موسی الزمین ۔

۵ ۔ عمرو بن علی ، ف ۲۴۹ھ ۔

Marfat.com

خلیفة بن خیّاط[1] کی ، مع ان کی ' الطبقات ' کے ۔
اور ابو زُرعة الدّمشقی[2] کی ۔

' الفُتوح ' از سَیف بن عُمَر[3] ،
' النَّسَب ' از زُبَیر بن بکّار[4] ،
' المُسنَد ' از احمد (بن حنبل) ،
تاریخ ، المفضّل بن غسّان الغلّابی[5] کی ،

' الجَرح والتّعدیل ' از ابن مَعین و عبدالرحمٰن بن ابی حاتم[6] ، نیز ہمارے شیخ المِزّی کی ' تہذیب الکمال ' زیر مطالعہ رہی ۔ منجملہ ان تواریخ کے جن کا میں نے خلاصہ کیا ہے : تاریخ ابو عبداللہ الحاکم کی ، ابن یونس[7] کی ، الخطیب کی ، ابن عساکر کی بابت دمشق ، ابو سعد السمعانی کی ، مع ان کی 'الانساب' کے ۔ تاریخ قاضی الشمس بن خلّکان کی ، علامہ الشّہاب ابو شامہ کی ، اور شیخ القطب بن الیُونینی[8] کی جو انہوں نے الواعظ الشمس یوسف سبط ابن الجوزی کی 'مرآة الزّمان' کے ذیل کے طور پر لکھی ہے اور دونوں ہی میں سنہ وار واقعات کو ترتیب دی گئی ہے ۔ اصل (مرآة الزمان) بھی بسا اوقات پیش نظر رہی ہے ۔ اس کے علاوہ میں نے تاریخ طبَری ، تاریخ ابن الاثیر ، تاریخ ابن الفرَضی[9] مع اس کے ' صِلة ' از ابن بَشکُوال

---

۱ ۔ ف ۲۰۴ھ ۔
۲ ۔ عبدالرحمٰن بن عمرو ، ف ۲۸۲ھ ۔
۳ ۔ ف ۱۸۰ھ ۔
۴ ۔ ف ۲۵۶ھ ۔
۵ ۔ تیسری صدی ہجری میں حیات تھے ۔
۶ ۔ ف ۳۲۷ھ ۔
۷ ۔ مصری مورّخ ابو سعید عبدالرحمٰن بن احمد ، ف ۳۴۷ھ ۔
۸ ۔ موسیٰ بن محمد ، ۶۴۰ — ۷۲۶ھ ۔
۹ ۔ عبداللہ بن محمد ، ف ۴۰۳ھ ۔

Marfat.com

اور 'تکملته' از ابن الاَبّار کے ، 'کامل' ابن عدی سے اور بہت سی کتابوں اور متعدد رسالوں سے اخذ کیا ہے ۔

میں کہتا ہوں : ذہبی نے جو کچھ اجمالاً لکھا ہے اس کی بیشتر تفاصیل کا میں نے پتا لگایا ہے اور تاریخ کے ہر فن کی تصانیف گنائی ہیں ، ہر چند کہ یہ فہرست جامع و مانع نہیں اور نہ ہی ایسی چیز میرے امکان میں ہے ۔ اس کے علاوہ بہت سے فن ایسے ہیں کہ ان کی کوئی تاریخ پائی ہی نہیں جاتی ، البتہ ان کی تاریخ متعلقہ علوم پر جو تصانیف ہوں یا ان کی بابت جو بیانات وغیرہ ہوں ان سے اخذ کی جا سکتی ہے ۔ ہاں ! ذہبی سے 'مُمتَحَنِین' (جو طرح طرح کے امتحانوں اور آزمائشوں سے گزرے) کی خبروں (کا عنوان) چھوٹ گیا ہے ۔

۱ ۔ سیرة النبی

[ص : ۸۸] نبی (صلعم) کی سیرت ، غزوات اور تمام واقعات ، جو آپ کی راہ عمل کی نشاندہی کرتے ہیں ، ان کو جمع کرنے کے لیے جو لوگ آگے بڑھے ان کی تعداد بہت زیادہ اور ان کا جوہر بڑا ہی دلپسند ہے ، مثلاً :

۱ ۔ مُوسیٰ بن عُقبَة الاَسَدی المَدَنی[1] جو تابعی ہیں ۔

۲ ۔ محمد بن اسحاق المُطَّلِبِی ۔ (قیس بن مَخرَمة بن) المطَّلِب کے مَولیٰ (آزاد کردہ غلام) ۔ المَدَنی ، وہ بھی تابعی ہیں اس لیے کہ انہوں نے انس رض کو دیکھا تھا ۔

۳ ۔ ابوعبداللہ محمد بن عُمَر الاَسلَمِی ۔ اسلَمَ کے مولیٰ ۔ المَدَنی القاضی الواقِدِی ۔ نسبت ان کے دادا واقد کی طرف ہے ۔

۴ ۔ ان (واقدی) کے کاتب ، ابوعبداللہ محمد بن سعد البغدادی کی 'الطَّبَقات الکُبریٰ' کے شروع میں سیرت خاصی طویل ہے ۔

---

۱ ۔ ف ۱۴۱ ھ ۔

Marfat.com

٥ - ابوبکر عبدالرزّاق بن ہمّام الحِمْیَری[۱] - حِمْیَر کے مولیٰ - الصّنْعانی -

٦ - ابو احمد محمد بن عابد القُرَشی الدّمَشْقِی الکاتِب -

٧ - ابوعثمان سعید بن یحییٰ الاُمَوی[۲] -

٨ - ابوالقاسم التَّیمی[۳] الاصْبَہانی[۴] -

ان میں پہلی تصنیف صحیح ترین ہے - موسیٰ کے شاگرد امام مالک اور دوسروں کا بھی کہنا ہے - دوسری کی بابت شافعیؒ کا قول ہے " جو مغازی کی بابت گہری معلومات حاصل کرنا چاہے وہ ان (ابن اسحاق) پر تکیہ کرے " - ابن اسحاق سے سَلَمَۃ بن الفضل الرازی نے " المُبْتَدأ و المَغازی " اور جریر بن حازم[۵] اور یحییٰ بن محمد بن عبّاد بن ہانی ہردو نے (صرف) ' المغازی ' روایت کی ہے - ابن اسحاق کی مشہور کتاب بہت لوگوں نے روایت کی ہے جن میں سے ابو محمد یا ابو زید - زیاد بن عبداللہ بن الطُّفَیل البَکّائی العامری[٦] اور یونس بن بُکَیر الشیبانی[۷] ہیں - یہ دونوں کوفہ کے ہیں - ان میں پہلے زیادہ شہرت کے قابل ہیں - امام ابو محمد عبدالملک بن ہشام نے ابن اسحق کی کتاب کو زیاد البکّائی سے (جنہوں نے ابن اسحق سے سنا تھا) سنا اور اس کو کاٹ چھانٹ کر ایسا صاف ستھرا بنا دیا کہ سب لوگ اسی پر ٹوٹ پڑے - ابوالقاسم السُّہَیْلی نے اس کی شرح ' الرَّوض الاُنُف ' لکھی ، جس کا ذہبی وغیرہ نے مختصر تیار [illegible] -

۱ - ف ۲۱۱ھ -
۲ - ف ۲۰۹ھ -
۳ - اسمعیل بن محمد ، ف ۵۳۵ھ -
۴ - ف ۱۲۰ھ -
۵ - ف ۱۸۳ھ -
۶ - ف ۱۹۹ھ -
۷ - ف ۲۱۸ھ -

Marfat.com

مُغُلْطائ نے ' السیرۃ ' اور ' الرّوض ' دونوں کی بنیاد پر ' الزّھر[۸] الباسم ' لکھی - ہمارے شیخ (ابن حجر) نے اس میں جو منقطع احادیث ہیں ان کی تخریج کی ہے - نیز ہمارے شیخ البدر العیْنی نے اس (السیرۃ) کے ایک بڑے حصے کی شرح لکھی ہے ، ان سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے - اس کی پوری وضاحت میرے اس رسالے میں ہے جو میں نے اپنے حلقہ درس میں ختم سیرت کے موقع پر تصنیف کیا تھا -

اس کے علاوہ ابن لَہِیعَۃ[۱] نے ابو الاسْوَد سے اور انھوں نے عُروۃ بن الزُّبَیر سے مغازی کی روایت کی ہے - اسی طرح زُہری نے عُروۃ بن الزُّبَیر سے اور انھوں نے اپنے والد سے ، اور حجّاج بن أبی مَنیع[۲] نے زُہری سے (مغازی کی) روایت کی ہے - یونس بن یزید[۳] نے نبی (صلعم) کے ' مَشاہِد ' [قبل اسلام کے وہ واقعات جو رسول اللہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھے] زُہری سے روایت کیے ہیں - الولید بن مُسلم ابوالعباس القُرَشی الدِّمَشْقی[۴] - جن کی بابت ابوزُرعۃ الرازی[۵] کا کہنا ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر مغازی کے عالم ہیں - انھوں نے سیرت کی روایت کی ہے الاَوزاعی سے ، اور [ص : ۸۹] محمد بن عبدالاعلی[۶] نے سیرت کی روایت کی ہے مُعتَمِر بن سلیمان[۷] سے اور انھوں نے اپنے باپ سے - اور عبدالملک بن حبیب [- - - ؟ - - -][۸]

---

۱ - یا عبداللہ ، ف ۱۷۴ھ یا ان کے بھائی عیسیٰ -

۲ - حجاج بن یوسف ، ف بعد ۲۱۶ھ -

۳ - ف ۱۵۹ھ -

۴ - ف ۱۹۵ھ -

۵ - عبیداللہ بن عبدالکریم ، ف ۲۶۴ھ -

۶ - ف ۲۴۵ھ -

۷ - ف ۱۸۷ھ -

۸ - اس جگہ عبارت میں خلل ہے -

Marfat.com

المسیب بن واضح[1] اور ابوعمرو معاویۃ بن عمرو[2] نے سیرت کی روایت کی ہے ابواسحق الفزاری[3] سے اور الحسن بن سفیان[4] نے مغازی کی روایت کی ہے ابوبکر بن ابی شیبۃ سے ۔ نیز مندرجہ ذیل میں سے ہر ایک نے سیرت لکھی ہے :-

ابوبکر بن ابی خیثمۃ اور ابوالقاسم بن عساکر نے اپنی تاریخوں میں ، اور ابن ابی الدم نے ۔

ابو زکریا النووی نے ' تہذیب الاسماء واللغات ' میں ۔
ابوالحجاج المزی نے تہذیب الکمال میں ۔
ابو عبداللہ الذہبی نے اپنی تاریخ میں ۔
العماد بن کثیر[5] نے اپنی ' البدایۃ ' کے مقدمے میں ۔
ابوالحسن الخزرجی نے ' تاریخ الیمن ' کے مقدمے میں ۔
التقی الفاسی نے ' تاریخ مکۃ ' میں ۔

ان کے علاوہ اور بہت سے ہیں ۔ ان میں سے کسی کے یہاں سیرت لمبی ہے جیسے ابن عساکر کے یہاں اور کسی کے یہاں مختصر ۔

سیرت پر مستقل کتابیں مندرجہ ذیل نے لکھی ہیں :-
ابوالشیخ بن حیان ،
ابوالحسین بن فارس اللغوی ۔
ابوعمر بن عبدالبر : " الدرر فی اختصار المغازی و السیر " ۔
ابو محمد بن حزم ،
الشرف ابو احمد الدمیاطی ،

---

۱ ۔ ف ۲۴۶ھ ۔
۲ ۔ ف ۲۱۴ھ ۔
۳ ۔ ابراہیم بن [illegible] ، ف ۱۱۶ھ ۔
۴ ۔ ف ۳۰۲ھ ۔
۵ ۔ اسماعیل بن عمر ، ف [illegible] ۔

Marfat.com

عبدالغنی المقدسی - انھیں کی کتاب پر القطب الحلبی[۱] نے 'المنور د'الھتنیی' لکھی ہے جو بہت مفید ہے -

ابو عبداللہ الذھبی ،

ابوالفتح بن سیدالناس : 'عیون الاثر' - خوب کتاب ہے ، البرہان الحلبی نے اس کی دو جلدوں میں شرح لکھی ہے جس کا نام ہے 'نورا لنبراس' (نبراس - چراغ) - انھیں کی 'نور العیون' بھی ہے جو مختصر ہے - ابن القوبع[۲] کہتے ہیں کہ ابن سید الناس نے مجھے 'عیون' دکھائی تو میں نے اس میں ستو ایسی جگہوں پر نشان لگائے جہاں ان کو وھم ہوا ہے -

ابو الربیع الکلاعی ، [۳] انھوں نے اپنی کتاب میں رسول اللہ کی سیرت کے ساتھ (پہلے) تین خلفاء کی سیرت کا اضافہ کرکے اس کا نام 'الا کتفاء' رکھا ہے -

العلاء علی بن محمد بن ابراھیم البغدادی الخازن[۴] ، مصنف 'مقبول المنقول' نے ایک خاصی بڑی سیرت لکھی ہے -

الظہیر علی بن محمد محمود الکازرونی ثم البغدادی[۵] نے بھی سیرت لکھی ہے اور ان کا زمانہ العلاء سے پہلے ہے -

المحب الطبری[۶] ،

القاضی عز الدین بن جماعۃ - ان کی دو کتابیں ہیں -

الشمس البرماوی[۷] - ان کی بھی دو کتابیں ہیں - ایک کتاب

---

۱ - عبدالکریم بن عبد النور ۶۶۴ھ - ۷۳۵ھ -

۲ - ابن القوبع یا ابن القباع ، محمد بن محمد ، ف ۷۳۸ھ -

۳ - سلیمان بن موسی ، ف ۶۳۴ھ -

۴ - ف ۷۴۱ھ -

۵ - ف ۶۹۷ یا بعد ۷۰۰ھ -

۶ - احمد بن عبداللہ ، ف ۶۹۴ھ -

۷ - محمد بن عبدالدائم ، ف ۸۳۱ھ -

Marfat.com

کا انھوں نے خود حاشیہ لکھا ہے اور التقی بن فہد نے ، جنھوں نے خود دو جلدوں میں سیرت تصنیف کی ہے ، اس حاشیے کو مستقل کتاب کی شکل میں اصل کے ساتھ لگا دیا ہے ۔

العلاء علی بن عثمان التُرکُمانی الحنفی[۱] ،

ابو امامۃ بن النقّاش[۲] ،

الشمس بن ناصر الدین[۳] ، ان کی کتاب بڑی جامع اور درست ہے ۔

التقی المقریزی : کتاب الامتاع ۔ اس میں بہت سی باتیں قابل اعتراض ہیں ۔

عثمان بن عیسیٰ بن درباس المارانی[۴] : الفوائد المُنیرۃ فی جوامع السیرۃ [ص : ۹۰] الشہاب احمد بن اسماعیل الابشیطی الشافعی الواعظ[۵] ، متوفی سنہ ۸۳۵ (ھ) ۔ ان کی ایک جامع کتاب ہے ، جس کے انہوں نے تیس جزو لکھے ہیں ۔ اس میں سیرۃ ابن اسحٰق ہے مع ان تعلیقات کے جو السُہیلی اور دوسروں نے اس پر لکھی ہیں ۔ ابن کثیر کی البدایۃ میں جو کچھ ہے وہ بھی اس میں ہے اور واقدی کی مغازی اور دیگر کتابوں میں جو کچھ ہے وہ بھی ۔ جو الفاظ اس میں آئے ہیں ان کا صحیح صحیح اعراب انہوں نے درج کر دیا ہے ۔ اس سے انہیں خاص شغف تھا ۔

سیرت کو نظم کرنے والے یہ ہیں :

الفتح بن موسیٰ[۶]

---

۱ - ف ۷۵۰ھ ۔

۲ - محمد بن علی ، ف ۷۶۳ھ ۔

۳ - محمد بن عبداللہ ، ف ۸۴۲ھ ۔

۴ - ف ۶۰۲ھ ۔

۵ - ۷۶۰ھ–۸۳۵ھ ۔

۶ - بظاہر الفتح بن موسیٰ ، ف ۶۶۳ھ ، مراد ہیں ۔

Marfat.com

الشہاب بن العماد الاقفہسی[۱]، اور
البقاعی[۲] - ان تینوں نے اپنی منظومات کی شرحیں بھی لکھی ہیں،
العز الدیرینی[۳]
فتح الدین بن الشہید[۴] - دس ہزار سے کچھ اوپر ابیات ہیں اور اس پر مزید اضافے بھی، جس سے ان کے علمی کمالات کی وسعت کا پتا چلتا ہے۔
الزین العراقی[۵]، ان کا 'الفیۃ' ہے جس میں وہ العلاء مُغلُطای کی مختصر سیرت کے ساتھ ساتھ چلے ہیں۔ اس مختصر سیرت پر الشمس البرماوی اور الشرف ابوالفتح المراغی[۶] نے حواشی لکھے ہیں اور التقی بن فہد[۷] نے اس سب کو ایک مستقل تصنیف کی شکل میں پیش کیا ہے۔ العراقی کی نظم کی شرح الشہاب بن رسلان[۸] نے اور ان سے بھی پہلے المحب بن الہائم[۹] نے لکھی ہے جو ذکاوت میں یکتائے زمانہ تھے، ان کی شرح بہت طویل ہے، میں نے اس کی ایک جلد دیکھی ہے جس پر خود ناظم (العراقی) اور دیگر حضرات کی تقریظات ہیں۔ ہمارے شیخ (ابن حجر) نے بھی اس کے شروع کے چند ابیات

---

۱ - احمد بن عماد، ف ۸۰۸ھ -
۲ - ابراہیم بن عمر ف ۸۸۵ھ -
۳ - عبدالعزیز بن احمد، ف ۶۹۷ھ تقریبا -
۴ - محمد بن ابراہیم، ف ۷۹۳ھ -
۵ - عبدالرحیم بن الحسین، ف ۸۰۶ھ -
۶ - محمد بن ابی بکر، ف ۷۷۵ھ -
۷ - محمد بن محمد، ف ۸۷۷ھ -
۸ - احمد بن الحسین، ف ۸۴۴ھ -
۹ - محمد بن احمد بن محمد بن عماد، ف آٹھویں صدی (ھ) کے آخر میں -

Marfat.com

کی شرح کی ہے اور میں نے اس کام کو انتہا تک پہنچایا ہے۔ امید ہے کہ اسے آخری شکل دے کر دنیا کے سامنے لاونگا۔

الشمس الباعونی الدمشقی نے بھی 'مغلطای کی سیرت کو ہزار بیت سے زیادہ میں نظم کیا ہے۔ وہ استاد برہان الدین[1] کے بھائی ہیں۔ میں نے اس کا کچھ حصہ ان سے سنا ہے۔ انہوں نے اس کا نام 'منحة اللبیب فی سیرة الحبیب' رکھا ہے۔

رسول اللہ کے 'مولد' کو بہتوں نے مستقل کتابوں کا موضوع بنایا ہے۔

مثلاً :-

ابوالقاسم السبتی[2]۔ ان کی 'الدر المنظم فی المولد المعظم' دو جلدوں میں ہے۔ اس میں انہوں نے موضوع سے ہٹ کر بہت سی ادھر ادھر کی باتیں کی ہیں۔

العراقی،

ابن الجزری،[3]

ابن ناصر الدین۔

رسول اللہ کے اخلاق پر محمد بن اسحاق المستبی[4] نے کتاب لکھی ہے۔ اور رسول اللہ کے اسماء (ناموں) پر ابوالخطاب ابن دحیہ[5] نے اور القرطبی نے اور دوسروں نے نظم میں بھی اور نثر میں بھی۔ ناموں کی مجموعی تعداد پانچ سو کے قریب ہے اور اس میں اور اضافہ ہو سکتا ہے۔ ان میں سے بیشتر آپ کی صفات ہیں۔

۱ - ابراہیم بن احمد، ف ۸۸۰ھ۔

۲ - العباس (؟) بن محمد بن احمد، ساتویں صدی ھ۔

۳ - متن میں 'ابن الجوزی' ہے جو غلط معلوم ہوتا ہے۔

۴ - ف ۶۲۶ھ۔

۵ - عمر بن الحسین، ف ۶۳۳ھ۔

Marfat.com

رسول اللہ کے ختان (ختنہ) اور اس موضوع پر کہ آپ مختون پیدا ہوئے الکمال بن طلحۃ[1] نے مستقل کتاب لکھی ہے۔ اور ابوالقاسم بن ابی جرادۃ[2] نے ان کا رد اپنی ایک تصنیف میں کیا ہے۔

ابوبکر الخرائطی[3] نے: "ھواتف الجان"، و عجیب مایحکی عن الکہان، ممن بشر بالنبی صلی اللہ علیہ و سلم بواضح البرھان" (رسول اللہ کی بشارتیں کہ جنوں اور کاہنوں سے منقول ہیں) لکھی ہے۔ ایسے ہی ابن ابی الدنیا[4] نے بھی 'الھواتف' لکھی ہے۔

ابن درستویہ[5] نے 'حدیث قس بن ساعدۃ' لکھی ہے۔ [ص : ۹۱] ھشام بن عمار[6] نے بعثت پر اور ابوالخطاب بن دحیۃ وغیرہ نے معراج پر لکھا ہے۔

'دلائل النبوۃ' پر جن کی تالیفات ہیں منجملہ ان کے یہ ہیں:-

ابوزرعۃ الرازی،

ثابت السرقسطی[7]،

ابوالقاسم الطبرانی

التیمی،

ابوعبداللہ بن مندہ[8]،

---

۱ - بظاہر محمد بن طلحۃ، ف ۶۵۲ھ -

۲ - مورخ حلب، عمر بن احمد بن العدیم، ف ۶۶۰ھ -

۳ - محمد بن جعفر، ف ۳۲۷ھ -

۴ - ابوبکر عبداللہ بن محمد، ف ۲۸۱ھ -

۵ - عبداللہ بن جعفر، ف ۳۴۷ھ -

۶ - ف ۲۴۴ھ -

۷ - ثابت بن حزم، ف ۳۱۳ھ - انہوں نے اپنے بیٹے القاسم کی موت (۳۰۲ھ) کے بعد اس کی کتاب 'دلائل' کی تکمیل کی -

۸ - محمد بن اسحاق، ف ۳۹۵ھ -

Marfat.com

ابو الشّیخ بن حبّان ،

ابو نُعَیم الاصبہانی[1] ،

ابوبکر بن ابی الدّنیا ،

ابو احمد بن العسّال[2] ،

ابوبکر النقّاش[3] المفسر ،

ابو العباس المُستغفری[4] ،

ابو الاسود عبدالرحمٰن بن الفیض ،

ابو ذرّ المالکی[5] ،

ابوبکر البیہقی ۔ ان کی تالیف میں سب سے زیادہ معلومات ہیں ، کتاب کے ختم کے موقع پر ایک خاص رسالے میں میں نے اس بات وضاحت سے لکھی ہے ۔

ابراہیم بن الہیثم البلدی نے دلائل کے ساتھ ' غرائب الاحادیث ' جمع کر دی ہیں ۔

' أعلام النبوۃ ' (نبوت کی علامتیں) اور جن کی تالیفات ہیں وہ یہ ہیں :۔

ابو محمد بن قتیبہ[6] ۔

ابو داؤد ، ' سُنن ' کے مصنف ،

۱ ۔ احمد بن عبداللہ ، ف ۴۳۰ھ ۔

۲ ۔ محمد بن احمد بن ابراھیم ، ف ۳۴۹ھ ۔

۳ ۔ محمد بن الحسن ، ف ۳۵۱ھ ۔

۴ ۔ جعفر بن محمد ، ف ۴۳۲ھ ۔

۵ ۔ مصعب بن محمد بن مسعود ، ف ۴۰۶ھ

۶ ۔ ف ۲۷۷ یا ۲۷۸ھ ۔

۷ ۔ عبداللہ بن مسلم ، ف ۲۷۶ھ ۔

Marfat.com

ابو الحسین بن فارس ،
ابو حسن الماوردی الفقیہ[1] ،
قاضی الجماعۃ ابو المطرف المغربی[2] ۔
العلاء مغلطای ،

' الشمائل النبویۃ ' (نبی صلعم کے خصائل) پر جن کی تالیفات ہیں وہ یہ ہیں :

ابو عیسی الترمذی[3] ،
ابو العباس المستغفری ،
ابوبکر بن طرخان البلخی[4] ،

پہلی کتاب کی شرح کا ایک ٹکڑا میں نے لکھا ہے اور ایک ٹکڑا میں نے جمال بن الظاہری[5] کے ہاتھ کے لکھے ہوئے مسودے کا دیکھا ہے جو اسی کتاب سے لی ہوئی احادیث پر مبنی معلوم ہوتا تھا ۔

' الصفۃ النبویۃ ' (حلیہ مبارک) پر ابو البختری[6] اور ابو علی محمد بن ہارون[7] نے کتابیں لکھی ہیں ۔

' الاخلاق النبویۃ ' پر اسماعیل القاضی[8] نے کتاب لکھی ہے ۔

آپ کے ' نعل شریف ' (پاپوش) کی صفت سے متعلق ابو الیمن

---

۱ - علی بن محمد ، ف ۴۵۰ھ ۔
۲ - بظاہر عبدالرحمٰن بن محمد بن فطیس ، ف ۴۰۲ھ ، مراد ہیں ۔
۳ - محمد بن عیسیٰ ، ف ۲۷۹ھ ۔
۴ - ص ۱۰۲ حق پر بلخ کے محمد بن علی بن طرخان کا ذکر ہے مگر ہو سکتا ہے کہ یہاں محمد بن طرخان الترکی ، ف ۵۱۳ھ ، مراد ہوں ۔
۵ - احمد بن محمد ، ف ۶۹۶ھ ۔
۶ - وھب بن وھب ، ف ۱۹۹ یا ۲۰۰ھ ۔
۷ - ف ۳۵۲ھ ۔
۸ - اسماعیل بن اسحاق ، ف ۲۸۲ھ ۔

Marfat.com

ابن عساکر[۱] کی تصنیف ہے ۔

آپ کی ' ھدی ' (قربانی کے جانور) کی بابت ابن القیم[۲] وغیرہ کی تصانیف ہیں ۔

' الطب النبوی ' پر ابو نعیم ، المستغفری اور الضیاء المقدسی[۳] کی تصانیف ہیں ۔

قاضی عیاض[۴] کی تصنیف ' الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ' ہے ۔ اس کتاب کا حال اور جن لوگوں نے اس پر کچھ لکھا ہے ان کی تفصیل اس رسالے میں ملے گی جو میں نے ختم کتاب کی مناسبت سے سپرد قلم کیا ہے ۔

ابو الربیع سلیمان بن سبع السبتی کی ' شفاء الصدور ' کئی جلدوں میں ہے ۔ ایک امام نے اس کا اختصار بھی کیا ہے ۔ اس میں بہت سی قابل اعتراض باتیں ہیں ۔

ابو الفرج بن الجوزی کی ' الوفاء بالتعریف بالمصطفیٰ ' ہے اور ابن المنیر[۵] کی ' الاقتفاء '

اور ابو سعد النیسابوری[۶] کی ' شرف المصطفیٰ ' کئی جلدوں میں ۔ جعفر الفریابی[۷] نے ' المعجزات ' اور ' تکثیر الطعام و الشراب ' لکھی ہے ۔ معجزات پر دوسروں نے بھی لکھا ہے ۔

' الخصائص ' (آپ کی خصوصیات) پر بہتوں نے لکھا ہے جیسے الماوردی ، ابن سبع اور الجلال البلقینی ۔

---

۱ - عبدالصمد بن عبدالوهاب ، ۶۱۴—۶۸۶ھ ۔
۲ - محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیۃ ، ف ۷۵۱ھ ۔
۳ - محمد بن عبدالواحد ، ف ۶۴۳ھ ۔
۴ - عیاض بن موسی الیحصبی ، ف ۵۴۴ھ ۔
۵ - احمد بن محمد ، ف ۶۸۳ھ ۔
۶ - عبدالملک بن محمد ، ف ۴۰۶ھ ۔
۷ - جعفر بن محمد ، ف ۳۰۱ھ ۔

Marfat.com

نبی صلعم کے 'خطاب (خطبوں) سے متعلق ابو احمد العسّال اور ابو الشیخ بن حبّان کی تصانیف ہیں - بعض نے خطبۃ الوداع کو مستقل کتاب کی شکل دی ہے - ابن بشکوال [ص : ۹۲] کے کہنے کے مطابق یہ آپ کا آخری خطبہ ہے -

بعض نے آپ کے ' کلمات مفردۃ ' (متفرق اقوال) پر بھی لکھا ہے -

' نسب النبی ' پر الطبرانی اور ابو عبداللہ بن مندۃ کی تصانیف ہیں -

عالی مرتبہ لوگوں اور بادشاہوں کے ساتھ آپ کے ' مکاتبات ' (خط و کتابت) پر عمارہ بن زید کی تصنیف ہے -

کچھ اور لوگوں نے ' الوفاۃ النبویۃ ' پر لکھا ہے -

البیہقی نے قبر میں انبیا کی زندگی پر لکھا ہے -

اور بہت سے ہیں جنھوں نے نبی صلعم پر درود بھیجنے کی فضیلت کو اپنا موضوع بنایا ہے جیسے اسماعیل القاضی ، ابوبکر بن ابی عاصم[1] اور وہ سب جن کے نام میں نے اپنی کتاب ' القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ' کے خاتمے میں درج کیے ہیں -

جیسا کہ آگے ذکر آئے گا ، بہت سے ایسے ہیں جنھوں نے آپ کے ' اصحاب ' پر لکھا ہے - اس کی تفصیل بھی آگے آئے گی کہ کن لوگوں نے آپ کے ' اَرْداف ' (جو ایک ہی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے) پر جداگانہ لکھا ہے -[2]

آپ کی ' ازواج ' کو دمیاطی نے اپنی کتاب میں جمع کر دیا ہے - اور آپ کے ' موالی ' (آزاد کردہ غلاموں) اور ' کُتّاب ' (کاتبوں) کو عبداللہ بن علی بن احمد بن حدیدۃ[3] نے جمع کرکے کتاب کا نام رکھا

---

۱ - احمد بن عمرو ف ۲۸۷ھ -

۲ - لحظ ص ۹۳ لحق -

۳ - آٹھویں صدی ھ -

Marfat.com

ہے 'المِصباح المُضِیٔ فی کُتّاب النبی'[3]۔

اس کے علاوہ اور بہت سی تصانیف ہیں۔ اگر ان سب کو ایک کتاب میں جمع کرنے کا قصد کیا جائے تو بیس جلدیں ہو جائیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

۲ - قصص الانبیا

نبیوں کے قصے محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی، مصنف 'السیرہ النبویۃ' اور ابو حُذَیفہ اسحاق بن بشر البُخاری[1] ہر دو کی 'المبتدأ' میں پائے جاتے ہیں۔ اس موضوع پر مستقل تصانیف رکھنے والے یہ ہیں:-

وثیمہ بن موسیٰ بن الفُرات[2] دو جلدوں میں۔

ابو اسحاق الثعالبی،

اور دیگر حضرات جیسے الکسائی ابو الحسن محمد بن عبداللہ[3]۔

یہ موضوع تاریخوں کے ضمن میں بھی ملے گا [illegible] ابن جریر اور ابن عساکر کے یہاں، ابن کثیر کی 'البدایہ' میں، اور [illegible] ابو الحسن علی بن منصور المالکی، مصنف بدائع البدء [illegible] کے یہاں۔

۳ - صحابہ کی تاریخ

صحابہ کے بارے میں بہت سی تصانیف ہیں مثلاً:

علی بن المدینی کی کتاب 'معرفۃ من نزل من الصحابہ [illegible] البلدان'۔ الخطیب کے لکھنے کے مطابق یہ پانچ جزو میں [illegible] پتلے پتلے جزو۔

---

۱ - ف ۲۰۶ھ۔

۲ - ف ۲۳۷ھ۔

۳ - ۳۰۰ھ کے لگ بھگ زندہ تھے۔

Marfat.com

البخاری ۔ ہمارے استاد (ابن حجر) کا کہنا ہے کہ ان کے علم میں یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس موضوع پر لکھا :

الترمذی ،
مُطَیَّن[1] ،
ابوبکر بن ابی داؤد ،
عبدان[2] ،
ابو علی بن السکن[3] ، ۔ بعنوان ' الحروف '
ابو حفص بن شاہین[4] ،
ابو منصور البارودی ،
ابو حاتم بن حبان[5] ،
ابو العباس الدغولی[6] ،
ابو نُعیم ،
ابو عبداللہ بن مندہ ۔ ان کی کتاب کا ' ذیل ' (تتمہ) ابو موسیٰ المدینی[7] نے لکھا ہے ۔

ابو عمر بن عبد البر ۔ ان کی کتاب ' الاستیعاب ' ہے ۔ اس پر بہتوں نے ' ذیل ' لکھے ہیں مثلاً ابو اسحاق بن الامین نے [ص : ۹۳] اور ابوبکر بن فتحون[8] نے ۔ یہ دونوں معاصر ہیں اور موخر الذکر تصنیف مقابلۃً بہتر ہے ۔ محمد بن یعقوب بن محمد بن احمد

---

۱ ۔ محمد بن عبداللہ ، ف ۲۹۸ھ ۔
۲ ۔ غالباً عبدان بن محمد المروزی ، ف ۲۹۳ھ ۔
۳ ۔ سعید بن عثمان بن سعید ، ف ۳۵۳ھ ۔
۴ ۔ عمر بن احمد ، ف ۵۱۹ھ ۔
۵ ۔ محمد بن احمد ، ف ۳۵۴ھ ۔
۶ ۔ محمد بن عبدالرحمن ، ف ۳۲۵ھ ۔
۷ ۔ محمد بن عمر ، ف ۵۸۱ھ ۔
۸ ۔ محمد بن خلف ، ف ۵۱۹ یا ۵۲۰ھ ۔

Marfat.com

التخلیلی[1] نے ' الاستیعاب ' کا اختصار کیا اور اس کا نام رکھا ' إعلام الاِصابة بأعلامِ الصّحابة ' ۔

ان کے علاوہ اور بہت سے لکھنے والے ہیں جن کا شمار مشکل ہے مثلاً :

ابو الحسن محمد بن صالح الطّبَری ،
ابو القاسم البَغَوِی[2] ،
ابو القاسم العُثمانی ،
ابو الحسین بن قانع[3] ۔

ان سب نے اپنی اپنی ' معجم ' میں (صحابہ پر) لکھا ہے ۔ جس طرح ابو القاسم الطّبَرانی نے خاص طور پر اپنی ' المعجم الکبیر ' میں لکھا ہے ۔

العِز ابو الحَسن بن الاثیر ۔ مصنّف ' النِّھایة '[4] کے بھائی ۔ انہوں نے اپنی کتاب ' أُسُد الغابة ' میں متعدد سابقہ کتابوں کے مواد کو جمع کر دیا ہے جیسے ابن مَندہ ، ابو نُعَیم ، اور ابن عبدالبر ، مع ابو موسیٰ کے ' ذیل ' کے ۔ بعد کو آنے والوں نے اسی پر تکیہ کیا ، النّوَوی اور الکاشغری ہر دو نے اس کا اختصار کیا ۔ الذھبی نے اس کی ' تجرید ' (غیر اہم باتیں نکال دینے) پر اکتفا کیا ، العراقی نے اس میں بہت سے ناموں کا اضافہ کیا ۔

ابو العباس جعفر بن محمد بن المعتز المستغفری کی بھی صحابہ کے بارے میں ایک کتاب ہے ۔

---

۱ - آٹھویں صدی ھ ۔
۲ - عبداللہ بن محمد ، ف ۲۱۰ یا ۲۱۴ھ ۔
۳ - عبدالباقی بن قانع ، ف ۳۵۱ھ ۔
۴ - ' النہایة ' کے مصنف = مجد الدین المبارک بن محمد ، ف ۶۰۶ھ ۔

Marfat.com

ابو احمد العسکری[۱] نے اپنی کتاب میں صحابہ کی قبیلہ وار ترتیب ملحوظ رکھی ہے۔

ابو القاسم عبدالصمد بن سعید الحیمصی[۲] نے خاص طور پر ان صحابہ کو لیا ہے جو حیمص میں مقیم ہوئے۔

محمد بن الربیع الجیزی نے ان کو لیا ہے جو مصر میں مقیم ہوئے۔

المحب الطبری نے ' الریاض النضیرة فی مناقب العشرة ' لکھی ہے۔

ابو محمد بن الجارود[۳] نے صرف ان صحابہ کو لیا ہے جو ' آحاد ' (تنہا ایک حدیث کے راوی) ہیں۔

ابو زکریا بن مندة نے ' ارداف ' (جو ایک ہی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے) پر لکھا ہے اور ان صحابہ پر بھی جو ایک سو بیس سال زندہ رہے۔

ابو عبیدة معمر بن المثنی[۴] اور زهیر بن العلاء العبشی نے نیز چند دیگر مصنفین نے آپ کی ازواج پر لکھا ہے۔ اس موضوع پر المحب الطبری نے اپنی کتاب کا نام رکھا ہے ' السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین '۔

ان کے علاوہ کچھ اور لوگوں نے آپ کے موالی اور آپ کے کتاب پر کتابیں لکھی ہیں۔

الخطیب نے ان صحابہ کو لیا ہے جنھوں نے تابعین سے روایت کی۔

ابو الفتح الازدی[۵] نے ان صحابہ پر لکھا ہے جن سے صرف ایک راوی نے روایت کی۔

---

۱ - الحسن بن عبداللہ ، ف ۳۸۲ھ -

۲ - ف ۳۲۴ھ -

۳ - عبداللہ بن علی ، ف تقریباً ۳۲۰ھ -

۴ - ف ما بین ۲۰۸ ، ۲۱۳ھ -

۵ - محمد بن الحسین ، ف ۳۶۷ یا ۳۷۴ھ -

Marfat.com

الحافظ عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی نے "الاصابة لاوهام حصلت فی معرفة الصحابة لابی نعیم[1]" لکھی ہے جو بڑے حجم کی کتاب ہے۔

ایسی تصانیف جو صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ان میں بعد کے لوگوں کو بھی شامل کیا گیا ہے مندرجہ ذیل حضرات کی ہیں:

خلیفة بن خیاط،

محمد بن سعد،

یعقوب بن سفیان،

ابوبکر بن ابی خیثمہ، وغیرھم۔

ہمارے شیخ (ابن حجر) کی کتاب 'الاصابة' میں تمام متفرق معلومات تحقیق کے ساتھ درج ہیں لیکن وہ ناتمام رہ گئی۔

۴ - تاریخ الخلفا

خلفا کی تاریخ سے متعلق یہ ہے کہ ابن الزبیر کو چھوڑ کر صحابہ میں سے چھ خلیفہ[2] ہوئے ہیں، اور عثمان کو چھوڑ کر [ص: ۹۴] بنو امیة میں سے مروان تک چودہ، اور بنو عباس میں سے ہمارے موجودہ وقت تک پچاس سے کچھ اوپر، نیز اندلس میں بہت سے مروانی خلیفہ ہوئے۔ عبیدی فاطمی خلیفہ مصر میں گیارہ ہوئے، ان میں وہ تین شامل نہیں جو مغرب میں تھے: اول ابو عبداللہ محمد بن الحسین المتہدی، ۲۹۸ھ میں ان سے بیعت ہوئی۔ یہ قیروان سے برآمد ہوئے، المقتدر باللہ عباسی کا عہد خلافت تھا جب ان کا ظہور ہوا۔ عباسی خلیفہ بغداد میں تھا، انھوں نے مغرب میں اپنی حکومت قائم کرلی۔ دوم ان کے جانشین القائم باللہ اور سوم ان کے بیٹے المنصور۔ ...

---

۱ - ابو نعیم کی "معرفة الصحابة" میں جو غلطیاں واقع ہوئی ہیں ان کی تصحیح"۔

۲ - ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، حسنؓ، معاویہؓ۔

Marfat.com

سب نے مصر میں اقامت اختیار کی - چنانچہ وہاں سب سے پہلے المعز لدین اللہ ابو تمیم المعد بن المنصور اسماعیل بن محمد المہدوی مقیم ہوئے - ٣٤١ھ میں مہدیہ میں ان کے والد المنصور کے بعد ان کو خلیفہ بنایا گیا اور بیعت ہوئی - ٣٥٨ھ میں یہ مصر کی طرف بڑھے اور اس پر قابض ہوگئے - انہیں نے قاہرہ کی بنا ڈالی اور انہیں کی نسبت سے اسے ' القاہرۃ المعزیۃ ' کہا جاتا ہے - ان کا سنہ ولادت ٣١٩ ہے ، ٤٥ سال اور نو مہینے زندہ رہے ، ربیع الآخر ٣٦٥ھ میں اپنی موت مرے اور مصر کے "قرافہ"[1] میں دفن ہوئے - آخری فاطمی خلیفہ العاضد لدین اللہ ٥٦٧ھ میں اپنی موت مرے اور محل میں دفن ہوئے اس جگہ جو قاہرہ میں دارالضرب کے نام سے مشہور ہے - میں نے اپنے ایک رسالے میں یہ سب باتیں لکھ دی ہیں ، یہاں ان کی تحقیق کا موقع نہیں -

(فائدہ) ابن خلدون اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ بنی عبید جو مصر میں خلیفہ تھے اور فاطمیین کے لقب سے مشہور ہوئے ان کا علیؓ کی اولاد میں سے ہونا صحیح ہے - اس بارے میں ان کی رائے دوسروں سے مختلف تھی - یہ جو اماموں سے منقول ہے کہ انہوں نے بنی عبید کے نسب کو جھوٹا قرار دیا اسے ابن خلدون نہیں مانتے تھے اور کہتے تھے کہ اماموں نے محض خلیفہ عباسی کے خیال سے ایسا محضر لکھا تھا - ہمارے شیخ (ابن حجر) کا کہنا ہے کہ ابن خلدون آل علی سے برگشتہ تھے اور فاطمیین کے نسب کا ان کے ساتھ اس لیے جوڑ ملاتے تھے کہ فاطمیین بد عقیدہ مشہور تھے ، بعض تو ان میں سے زندیق کہلاتے تھے اور خدائی کا دعویٰ کرتے تھے جیسے الحاکم ، اور بعض مذہب رفض میں حد درجہ متعصب تھے یہاں تک کہ ان کے دور میں سنیوں کی بڑی بڑی جماعتیں قتل کر دی گئیں - یہ لوگ اپنی مسجدوں اور محفلوں میں صحابہ کو کھلم کھلا گالیاں بھی دیتے تھے - پس جب ان کا یہ برا حال ہو اور یہ بھی صحیح قرار

١ - مشہور قبرستان -

Marfat.com

ہائے کہ فی الحقیقت وہ آل علی میں سے ہیں تو ساری برائی آل علی [ص : ۹۵] کے سر منڈھ جاتی ہے اور ان سے نفرت کا سبب بن جاتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ ہمیں محفوظ رکھے[۱]۔

'سِیَر الخلفاء' (خلفاء کے سوانح) کے مصنفین میں ابو بِشر محمد بن احمد بن حمّاد الدّولابی[۲] اور ابوبکر بن ابی الدّنیا ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی ہیں جیسے ابوبکر محمد بن زکریا الرازی[۳]، مصنّف المنصوری' وغیرہ، خیال ہے کہ ان کی سیر الخلفا بھی ہے۔ بعد کے مصنفین میں ناصر الدین بن دُقماق اور التّقِی المَقریزی ہیں جن کی تصنیف 'اِتّعاظ الحُنَفاء باَخبار الخُلَفاء' ہے۔ ان کے بعد کچھ اور لوگ ہوئے ہیں جنھوں نے تاریخ کی خدمت کی ہے:

ابو الحسن علی بن محمد بن ابی السرور عبدالعزیز السّرُوجی کی 'بُلغة الظُّرَفاء فی تاریخ الخُلَفاء' ہے اور

بَیبَرس الدّوادار[۴] کی 'اللّطائف فی اَخبار الخلائف' کئی جلدوں میں ہے۔ ابو الفضل احمد بن ابی طاہر المَروَزی الکاتب[۵] کی 'اخبار الخُلَفاء' ہے الصّولی کی 'الاَوراق فی اخبارِ خُلَفاء بنی العباس و اشعارہم' ہے۔

بہت سے عباسی خلفا پر مستقل کتابیں ہیں۔ میں نے العباس اور المامون کے مناقب لکھتے وقت ان کی نشاندہی کی ہے۔ ابوالعباس المعتضد پر بھی دو تصنیفیں ہیں۔

---

۱ - لحظ ص ۱۷ سبق۔

۲ - ف ۳۲۰ (السمعانی) یا ۳۱۰ (ابن حجر : لِسان) یا ۳۰۱ (الذہبی : الحفاظ) ھ۔

۳ - مشہور فلسفی و طبیب، ف ۳۱۳ھ۔

۴ - ف ۷۲۵ھ۔

۵ - احمد بن ابی طاہر طیفور، ف ۲۸۰ھ۔ اخبار الخفاء ہی کا دوسرا نام تاریخ بغداد ہے، لحظ ص ۱۲۳ لحق۔

Marfat.com

عباسیوں (کی تاریخ) کو نظم بھی کیا گیا ہے : ابو محمد جعفر بن احمد بن الحسین السّرّاج[۱] کا ایک أرجُوزة (نظم بحر رَجَز میں) ہے، بعد ازاں ذہبی کے چند ابیات ہیں ۔ الشمس محمد بن احمد الباعونی نے بھی ایک نظم لکھی ہے " تحفة الظُّرَفاء فی تواریخ المُلوک و الخُلَفاء " جس میں وہ الاشرف بَرسِبای تک پہنچ کر رُکے ہیں ۔ اس کے شروع میں وہ کہتے ہیں : ' بعد ازاں (بعد از حمد) کہنا یہ ہے کہ تاریخ [وہ علم ہے جس][۲] کے مراتب بہت اونچے ہیں اور مخلوق میں اس کا مقام بہت بلند ہے ، اس میں جو فائدے ہیں وہ معلوم ہی ہیں ، اس سے زیادہ اور کیا کہ امام شافعی کا قول صحیح روایت کے ساتھ منقول ہے کہ " جو تاریخ یاد کرے گا اس کی سمجھ میں اضافہ ہوگا "[۳] یہ بالکل ظاہر بات ہے جس کی سچائی میں کوئی شک نہیں اور اس کی حقیقت چھپی ہوئی نہیں "[۴] ۔ ان کی نظم کا ذَیل ان کے بھتیجے البہاء محمد ابن القاضی الجمال یوسف[۵] نے لکھا ہے اور سلطان وقت کی لمبی چوڑی تعریفیں کی ہیں ۔ اس کا آغاز وہ اپنے اس قول سے کرتے ہیں :

---

۱ - ف ۵۰۰ یا ۵۰۱ یا ۵۰۲ھ -

۲ - اصل تصحیح طلب ہے -

۳ - لحظ ص ۱۵ سبق -

۴ - نظم کے ابیات یہ ہیں :-

و بعد فالتاریخ سام شرفه
عالیة بین الانام غرفه
و فیه بما فیه من المنافع
حتی لقد قال الامام الشافعی
فی خبر قد صحّ عنه نقلُه
من حفظ التاریخ زاد عقله
وهو کلام ظاهرٌ لاشکّ فی
صحّته و سرّه غیر خفی

۵ - ف ۹۱۰ھ -

Marfat.com

و بعد فالتاریخُ و الاخبارُ
عِلمٌ له فی المِلّة اعتِبارُ

بعد ازاں ، کہنا یہ ہے کہ تاریخ اور اخبار وہ علم ہے جس کا ملّت میں بڑا لحاظ کیا جاتا ہے

وقد کفیٰ فیہ من البُرھانِ
ما جاءنا من قصص القرآنِ

اس کے حق میں کافی دلیل ہے وہ قصے جو قرآن میں ہم تک پہنچے ہیں

ابن ابی البقاء نے ایک جلد میں خلفا پر اُرجوزہ لکھا ہے ۔

[ص : ۹۶] احمد بن یعقوب المصری[1] اور عبداللہ بن الحسین بن سعد الکاتب نے عباسی اور دوسرے خلفا کے اخبار لکھے ہیں ۔

محمد بن صالح بن مِہران بن النطّاح[2] الاخباری النسّابۃ (اخبار و انساب کے ماہر) نے بھی حکومت عباسیۃ وغیرھا کے اخبار پر لکھا ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس حکومت کی خبروں سے متعلق کتاب لکھی ۔

ایک اور نے بھی خلفا کی تاریخ اور بنو امیّۃ اور بنو عباس دونوں کی حکومتوں کی خبریں لکھی ہیں ۔

علی بن مجاھد[3] اور خالد بن ھشام الاُموی نے اُموی اور دوسرے خلفا کی خبریں لکھی ہیں ۔

عمر بن عبدالعزیز کی سیرت پر بہتوں نے مستقل کتابیں لکھی ہیں ۔

الجمال محمد بن علی العِمرانی[4] نے ' الانباء فی تاریخ الخلفاء

---

۱ - ہو سکتا ہے کہ الیعقوبی (ف ۲۸۴ یا بعد ۲۹۲ھ) مراد ہوں ۔
۲ - ف ۲۵۲ھ
۳ - ف ۱۸۲ھ
۴ - چھٹی صدی ھ

Marfat.com

تالیف کی ۔ اس پر [المستعصم باللہ کے عہد کے خاتمہ تک ظہیر الدین الکازرونی نے، اور ان کے بعد] ان کے بیٹے سدید الدین یوسف بن الظہیر[۱] نے ذیل لکھا ۔

خلفا فاطمیین پر بھی کچھ لوگوں نے لکھا ہے ۔

ابو طالب علی بن انجب البغدادی الخازن نے 'مناقب الخلفاء' 'تاریخ نساء الخلفاء' (خلفاء کی بیگمات کی تاریخ) اور 'سیرۃ الخلیفۃ الناصر' تالیف کی ہیں ۔

العماد الکاتب نے "نصرۃ الفترۃ و عصرۃ الفطرۃ فی اخبار بنی سلجوق و دولتہم" لکھی ہے ۔

ابو الحسن علی بن ابی منصور الازدی المالکی نے بھی 'اخبار الملوک السلجوقیۃ' لکھی ہے ۔

ابوبکر یحییٰ بن محمد بن یوسف الانصاری الغرناطی[۲] نے 'تاریخ الدولۃ اللمتونیۃ' لکھی ہے اور ،

ابو اسحاق ابراہیم بن ہلال الصابی[۳] نے کچھ حالات بنی بویہ دیلم کی حکومت کے لکھے ہیں جو ۴۳۲ میں ختم ہوئی اور مقریزی نے فاطمیوں کی حکومت کی خبروں پر تبصرہ کیا ہے اور سلجوقیوں کی حکومت پر لکھا ہے جو ۵۹۰ میں ختم ہوئی[۴] ۔

عبداللہ بن المعتز[۵] کی تصنیف 'اشعار الخلفاء و الملوک' ہے ۔

---

۱ ۔ اصل 'المطہر' ۔ عبارت بین القوسین اصل میں نہیں ۔ تصحیح کے لیے عباس عزاوی نے اضافہ کی ہے ۔

۲ ۔ ف ۵۵۷ھ ۔

۳ ۔ ف ۳۸۴ھ ۔

۴ ۔ اصل عبارت یوں ہے "الصابی نے 'اخبار الدولۃ الفاطمیۃ' لکھی ہے اور مقریزی نے بنو بویہ دیلم کی حکومت کے کچھ حالات پر تبصرہ کیا ہے" ۔

۵ ۔ ف ۲۹۶ھ ۔

Marfat.com

۵ - بادشاہوں کی تاریخ

بادشاہوں سے متعلق یہ ہے کہ محمد بن عبدالملک الھمذانی نے بادشاہوں اور حکومتوں کی تاریخ اکٹھی کی ہے -

الجمال ابوالحسن علی بن منصور الازدی نے ' الدُوَل المُنقطِعة ' لکھی ہے جو اپنے موضوع پر نہایت ہی مفید کتاب ہے - اس کے علاوہ ان کی دو کتابیں اور ہیں ' بدائع البدائه ' اور ' اساس البلاغة '۔

اور ہاں ! ' اخبار الملوک السلجوقیة ' جس کا ذکر ابھی گذرا اور ' اخبار الشجعان ' جس کا ذکر آگے آئے گا -

ابن ھشام کی ' التیجان فی اخبار ملوک الزمان ' ہے - انھوں نے اس کا ذیل بھی لکھا ہے -

محمد بن الحارث التغلبی[1] کی ' اخلاق الملوک ' ہے جو انھوں نے فتح بن خاقان کے لیے تالیف کی تھی - اس کے علاوہ ان کی اور کتابیں بھی ہیں -

ظافر بن حسن الاَزدی[2] : ' اخبار الدُوَل الاسلامیة '

الغرناطی : " الاِخبار و الاِعلام فی دُوَل الاسلام فی رباط الموفق "

ابراہیم بن ھلال الصابی الکافر : ' اخبار الدولة البویہیة ' جو انھوں نے عضد الدولة کے لیے تیار کی تھی -

[ص : ۹۷] ابو محمد بن زُولاق المصری[3] کی دو کتابیں ہیں : سیرت ابن طولون کی ، اور ان کے بیٹے خُمارویہ کی -

---

۱ - اصل میں ' الثعلبی ' ہے -

۲ - بظاہر یہ والد ہیں علی بن ابی المنصور ظافر بن الحسین الازدی کے جو ' الدُوَل المنقطعة ' کے مصنف ہیں - اس جگہ ان کا ذکر مکرر اور غلط معلوم ہوتا ہے -

۳ - الحسن بن ابراہیم ، ف ۳۸۷ھ -

Marfat.com

اخشید محمد بن طغج اور الصلاح یوسف بن ایوب کی سیرت بہتوں نے لکھی ہے -

الظاہر بیبرس کی سیرت العز بن شداد[1] اور ان کے کاتب محی الدین بن عبدالظاہر[2] نے لکھی ہے -

ابو شامہ : ' الروضتین فی اخبار الدولتین '

الظاہر برقوق کی سیرت ابن دقماق نے لکھی ہے -

المؤید کی سیرت ہمارے شیخ العینی اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی لکھی ہے -

الظاہر ططر ، الاشرف برسبای اور الظاہر جقمق کی سیرتیں بہتوں نے لکھی ہیں -

بعض نے بادشاہوں کے مناقب اور ان کی خصلتوں پر بھی لکھا ہے -

محمد بن الہیثم بن شبابة نے 'کتاب الدولة ' لکھی ہے -

٦ - وزیروں کی تاریخ

وزرا سے متعلق ابوبکر الصولی کی کتاب ہے - اس میں ایسی عجیب باتیں ہیں جو کسی اور مصنف کے یہاں نہیں پائی جاتیں - کچھ باتیں ان کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں اس لیے کہ ان کی چشم دید ہیں - اس پر محمد بن عبدالملک الہمذانی نے ذیل لکھا ہے -

ابو الحسن علی بن الحسن بن الماشطة[3] نے بھی ' اخبار الوزرا ' لکھی ہے ، اس میں وہ الراضی کے عہد کے خاتمے پر پہنچ کر رکے ہیں -

مندرجہ ذیل نے بھی وزرا کی تاریخیں لکھی ہیں :-

ابو الحسن علی بن الحسن بن الفتح الکاتب ، معروف بہ ابن

---

۱ - محمد بن ابراہیم ، ف ٦٨٤ھ -

۲ - عبداللہ بن عبدالظاہر ، ف ٦٩٢ھ -

۳ - ف بعد ۳۱۰ھ -

Marfat.com

المطوّق ،[1] ابو الحسین هلال بن المحسن بن ابراہیم الصّابی[2] ، اور منجملہ دیگر مصنفین کے ابراہیم بن موسیٰ الواسطی ، انھوں نے اپنی کتاب محمد بن داؤد بن الجرّاح[3] (کی کتاب) کے نمونے پر لکھی ہے -

اور ہاں ! ابن المطوّق نے تو المقتدر کے بہت سے وزرا کے اخبار لکھے ہیں - ابو طالب بن انجب الخازن نے ' اخبار الوزراء فی دول الائمۃ الخُلفاء ' تصنیف کی ہے - یہ کتاب الزّینی بن طُھَیْرۃ کے پاس ہے - اس کے شروع میں وہ کہتے ہیں کہ : عباسی خلفاء نے سب سے پہلے وزیر مقرر کیے - بنی امیۃ مالی امور اور لگان کی وصولی اور قسط بندی کا کام صوبوں کے امیروں کے واسطے سے مقامی کاتبوں کے سپرد کر دیتے تھے - شام کے دفاتر رومی زبان میں تھے ، مصر کے دفاتر قبطی زبان میں ، اور عراق کے دفاتر فارسی زبان میں - کاتب بلا استثنا نصرانی اور مجوسی تھے - عبدالملک بن مروان کے عہد میں سلیمان بن سعد[4] نے شام کے دفاتر عربی میں بدل ڈالے - بنو امیہ کوئی وزیر نہیں مقرر کرتے تھے بلکہ عرب سرداروں میں سے کسی ایسے ادیب کو چن لیتے تھے جس کی رائے اور تدبیر سے فائدہ اٹھایا جائے - (ھ ق)

ابو القاسم علی بن مُنجِب الصَّیْرَفی[5] کی تصنیف خاص طور پر مصر کے وزرا سے متعلق ہے -

ایک مصری نے المُستنصِر کے وزیر ، ابو الحسن علی بن عبدالرحمٰن الیازُوری[6] ، کی سیرت لکھی ہے -

۷ (ا) - کاتبوں کی تاریخ

ابن الاٰبّار نے کاتبوں پر لکھا ہے -

---

۱ - مسعودی کا معاصر -
۲ - ف ۴۴۸ھ -
۳ - ف ۲۹۶ھ -
۴ - اصل : ' سعد القضاۃ (؟) ' -
۵ - ف ۵۴۲ھ -
۶ - ف ۴۵۰ھ -

Marfat.com

۷ (ب) ۔ امیروں کی تاریخ

[ص : ۹۸] ابو عُمَر الکِندی[۱] کی تصنیف خاص طور پر مصر کے امیروں سے متعلق ہے ۔ ایک مصنّف نے جس سے میں نے استفادہ کیا تیمور مغرور کے اخبار لکھے ہیں ۔

العماد بن کَثیر نے ' سیرۃ سَنکَلیِ بغا[۲] ' لکھی ہے ۔

۸ ۔ فقہا کی تاریخ

عام فقہا پر ابو اسحاق الشیرازی کی تصنیف ہے جو بہت مختصر ہے ۔ قاضی ابو محمد عبد الوھاب بن محمد الشیرازی[۳] نے بھی ' تاریخ الفقہا ' لکھی ہے ۔ الباجی[۴] کی بھی ایک کتاب ہے ۔ اوروں کی تصانیف بھی ہیں ۔ محمد بن عبدالملک الھَمَذانی الشافعی کی ' طبقات الفقہا ' ہے ۔

خاص طور پر شافعی فقہا کی بابت بہت سے لوگوں کی تصانیف ہیں ۔ ان میں سب سے پہلے ابو حفص عمر بن علی المُطَوِّعی الادیب[۵] ہیں جن کی کتاب کا نام '' المُذْھَب فی ذکر شیوخ المَذْھب'' ہے ۔ ان کے بعد قاضی ابو الطَّیِّب نے ایک چھوٹی سی کتاب ' مَولِد الشافعی ' (شافعی کی پیدائش) پر لکھی اور اس کے آخر میں ان کے اصحاب میں سے ایک خاصی تعداد کے نام درج کیے ۔ ان کے بعد ابو عاصم العَبّادی[۶]

---

۱ ۔ محمد بن یوسف ، ف ۳۵۰ھ ۔

۲ ۔ اتابک دمشق ، ف ۷۷۴ھ ۔

۳ ۔ ف ۵۰۰ھ ۔

۴ ۔ سلیمان بن خلف ، ف ۴۷۴ھ ۔

۵ ۔ ہو سکتا ہے کہ یہ وہی ادیب ہوں جن کا ذکر ثعالبی کی یتیمۃ الدھر (۳۱۱/۴) میں ہے ۔

۶ ۔ محمد بن احمد ، ف ۴۵۸ھ ۔

Marfat.com

نے ' الطبقات ' تیار کی جو بہت چھوٹی کتاب ہے چند کُرّاسوں[۱] میں ۔ ان کے بعد ابو محمد عبداللہ بن یوسف الجرجانی الحافظ[۲] اور ان کے بعد محدّث ابو الحسن بن ابی القاسم بیہقی ، معروف بہ فندق[۳] ہیں جن کی کتاب ' وسائل الالمعی فی فضائل الشافعی ' ہے ۔ ان کے بعد ابو النجیب سہروردی[۴] ہیں جن کا اس موضوع پر ایک مجموعہ ہے ۔ ان کے بعد ابو عمرو بن الصلاح نے ایک کتاب تیار کی لیکن وہ اس کی تکمیل سے قبل ہی انتقال کر گئے تو النووی نے اس کو لے کر مختصر کیا اور کچھ نام اس میں بڑھائے مگر وہ بھی اس کی ' تبشییض ' (مسوّدہ کو صاف کرنے) سے پہلے چل بسے ، چنانچہ المیزّی نے اس کو آخری شکل دی ۔ ان کے بعد العماد بن باطیش[۵] نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ۔ ان کے بعد العماد بن کثیر نے ایک بڑی موٹی جلد کی کتاب لکھی اور اس کا العفیف المطری[۶] نے ذیل لکھا ۔ الجمال الاسنوی[۷] نے ایک مستقل کتاب لکھی اور ' المہمات ' کے شروع میں بھی بہت سے فقہا کا تذکرہ کیا ۔ ان سے پہلے ان کے ماموں ، سلیمان بن جعفر الاسنوی[۸] نے ' طبقات الشافعیہ ' لکھی اور اس کا مسوّدہ ہی تیار کر پائے تھے کہ انتقال کر گئے ۔ التاج بن السُبکی کی اس موضوع پر تین کتابیں ہیں ، ایک بڑی ، ایک چھوٹی ، اور ایک درمیانی ۔ السراج

---

۱ ۔ کُرّاسة ۔ اوراق کے چھوٹے جزو جن کو باندھ کر جلد بنائی جاتی ہے ۔

۲ ۔ ف ۴۸۹ھ ۔

۳ ۔ علی بن زید ، ف ۵۶۵ھ ۔

۴ ۔ عبدالقاهر بن عبداللہ ، ف ۵۶۳ھ ۔

۵ ۔ اسماعیل بن هبة اللہ ، ف ۶۵۵ھ ۔

۶ ۔ عبداللہ بن محمد بن احمد بن خلف ، ف ۷۶۵ھ ۔

۷ ۔ عبدالرحیم بن الحسن ، ف ۷۷۲ھ ۔

۸ ۔ ف ۷۵۶ھ ۔

Marfat.com

بن المُلَقِّن[1] نے ایک مستقل کتاب لکھی اور ابن السُّبْکی کی طبقات سے لے کر الاِسنوی کی کتاب کا ایک جداگانہ ذیل تیار کیا ۔ التَّقِی بن قاضی شُہْبہ اور بعض شامیوں نے بھی مستقل کتابیں تیار کیں ۔ ہمارے شیخ (ابن حجر) کے پاس ابن السُّبْکی الوُسْطیٰ (درمیانی کتاب) کا نسخہ تھا اس کے حاشیے پر انھوں نے بہت سی باتیں بڑھائیں اور میں نے ان کو ایک جلد میں مستقل کتاب کی شکل دے دی ۔ القُطْب الخَیْضَری[2] نے ان کو اصل کے ساتھ ملا دیا اور اپنی طرف سے زائد باتوں کا جداگانہ تالیف کی شکل میں اضافہ کیا ۔ میرے پاس اس موضوع سے متعلق اشخاص کی اتنی بڑی تعداد اکٹھی ہوگئی ہے کہ اگر میں ایک ایک پر لکھنا چاہوں تو بہت بڑا کام ہوگا ۔ خدا مجھے اس کی توفیق دے ۔

[ص : ۹۹] (فائدہ) شافعی کے قدیم (مذہب) کے راوی چار ہیں : الزَّعْفَرانی[3] ، ابو ثَور[4] ، احمد (بن حنبل) اور الکَرابیسی[5] ۔ جدید (مذہب) کے راوی چھ ہیں : المُزَنی ، الرَّبیع الجیزی[6] ، الرَّبیع المُرادی[7] ، البُوَیطی ، حَرْمَلۃ[8] ، اور یونس بن عبدالاَعلیٰ[9] ۔ ان کے مذہب کو دمشق میں سب سے پہلے ابو زُرعۃ محمد بن عثمان بن

---

۱ - ف ۸۰۴ھ ۔ ان کی کتاب کا نام ' العقد المذھب فی طبقات حملۃ المذھب ' ہے ۔
۲ - محمد بن محمد بن عبداللہ ، ف ۸۲۱ھ ۔
۳ - الحسن بن محمد ، ف ۲۶۰ھ ۔
۴ - ابراہیم بن خالد ، ف ۲۴۰ھ ۔
۵ - الحسین بن علی ، ف ۲۴۸ یا ۲۴۵ھ ۔
۶ - الربیع بن سلیمان ، ف ۲۵۶ھ ۔
۷ - الربیع بن سلیمان ، ف ۲۷۰ھ ۔
۸ - حرملۃ بن یحییٰ ، ف ۲۴۳ھ ۔
۹ - ف ۲۶۴ھ ۔

Marfat.com

ابراہیم الثقفی الدمشقی نے متعارف کیا ۔ اس سے پہلے وہاں آوزاعی کا مذہب چھایا ہؤا تھا ۔ چنانچہ ابو زُرعہ ہر اس شخص کو جو 'مختصر المزنی' حفظ کر لے سو دینار انعام دیتے تھے ۔ وہ احمد بن طولون کی طرف سے مصر اور پھر دمشق میں عدالت کے سربراہ رہے اور ۳۰۲ میں فوت ہوئے ۔ ماوراء النہر میں شافعی کی فقہ امام محمد بن علی بن اسماعیل القفال الکبیر الشاشی کے ذریعہ پھیلی ۔ ان کی وفات ذی الحجہ ۳۶۵ھ میں ہوئی ، اس وقت ان کی عمر ۷۴ سال تھی ۔ مرو اور خراسان میں شافعی مذہب احمد بن سیار[1] کے بعد ابو محمد عبدان بن محمد بن عیسی المروزی الحافظ کی بدولت پروان چڑھا ۔ اس کا سبب یہ ہؤا کہ ابن سیار شافعی کی کتابیں لے کر مرو پہنچا ۔ لوگوں نے ان کتابوں کو بہت پسند کیا ۔ عبدان نے بھی ان میں سے چند کتابیں دیکھیں اور انھیں اپنے لیے نقل کرنا چاہا لیکن ابن سیار نے نقل کرنے کی اجازت نہ دی ۔ اس پر انھوں نے اپنی زمین بیچی اور مصر گئے ، وہاں شافعی کے اصحاب ، الربیع وغیرہ ، سے ملے اور شافعی کی کتابوں کے نسخے حاصل کرکے مرو واپس لوٹے ۔

ابن سیار اس وقت تک زندہ تھے ۔ عبدان نے عرفہ کی شب ۲۹۳ھ میں وفات پائی ۔

ابو عوانۃ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیسا پوری اسفرائینی ، 'الصحیح المستخرج علی مسلم[3]' کے مصنف ہیں ، وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے شافعی کے مذہب اور ان کی تصانیف کو اسفرائین میں روشناس کرایا ۔ انھوں نے الربیع اور المزنی سے سند حاصل کی تھی ۔ ان کی وفات ۳۱۶ھ میں ہوئی ۔

ابو اسماعیل محمد بن اسماعیل بن یوسف السلمی الترمذی مصر سے شافعی کی کتابیں لے کر گیے ، انھیں سے اسحاق بن راھویہ[2] نے

---

۱ - ف ۲۶۸ھ ۔

۲ - اسحاق بن ابراہیم ، ف ۲۳۸ یا ۲۳۷ھ ۔

۳ - مسلم کی بنیاد پر تیار کردہ مجموعہ احادیث ۔

Marfat.com

نقلیں حاصل کیں اور ان کی بنا پر اپنی ' الجامع الکبیر ' تصنیف کی۔ انھوں نے البُوَیطی سے سند حاصل کی تھی۔ ان کی وفات ۲۸۰ھ میں ہوئی۔

بیشتر ممالک میں شافعی کا مذہب ابن سُرَیج کی سند سے پھیلا ہے۔

الربیع بن سلیمان نے ۲۴۰ میں حج کیا۔ اس وقت وہ مکے میں ابو علی الحسن بن محمد الزعفرانی سے ملے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو [ص : ۱۰۰] سلام کیا اس کے بعد الربیع نے کہا : ابو علی ! تم مشرق میں اور میں مغرب میں ہم دونوں اس عِلم، یعنی شافعی کے علم، کو پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں۔

الربیع المُرادی کا کہنا ہے کہ میں نے تمام خراسانیوں کو شافعی کی کتابیں روایت کرنے کی اجازت دی۔

عبدالملک البَغَوِی کہتے ہیں : میں نے ابن طولون کے لیے پانچ سو دینار کے عوض شافعی کی کتابوں کے نسخے لکھے۔

ابو محمد عبدالوہاب بن محمد بن عبدالوہاب الفامیی نے بھی فقہا پر لکھا ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ حنفی فقہا ہیں اس لیے کہ ابن القُدوری الحَنَفِی[1] کے تَرجَمہ (حالات زندگی) میں ان (کی کتاب) سے اقتباس کیا گیا ہے۔

محی الدین عبدالقادر بن محمد بن محمد بن نصراللہ القُرَشی الحنَفی نے بھی طبقات الحنَفیة تالیف کی ہے اور اس کا نام رکھا ہے ' الجواہر المُضیئة فی طبَقات الحنَفیّة '۔ اس کے علاوہ ان کی ایک کتاب ' الوفَیات ' بھی ہے۔ المجد اللُغَوِی[2]، مصنّف ' القاموس ' نے طبقات کا مختصر نکالا۔

---

۱ - احمد بن محمد، ف ۴۲۸ھ۔

۲ - محمد بن یعقوب الفیروز آبادی، ف ۸۱۷ھ۔

Marfat.com

القرشی سے پہلے محدث ابن المہندس[1] نے طبقات تالیف کی تھی اور ان کے بعد مورخ ابن دقماق نے اور پھر البدر العینی نے اور دیگر کئی اہل قلم نے۔ اور ہاں! قرشی کی ایک کتاب 'تہذیب الاسماء الواقعۃ فی الھدایۃ و الخلاصۃ' بھی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں انھوں نے النووی (رح) کی تقلید کی ہے۔

فقہا مالکیہ پر قاضی عیاض نے 'المدارک' لکھی ہے اور وہ بڑی جامع کتاب ہے جسے انھوں نے طبقات پر مرتب کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ بہت سے لوگوں کی پیروی میں جن کے انھوں نے نام دیے ہیں، انھوں نے بھی مالک سے روایت کرنے والوں پر ایک مستقل کتاب لکھی جو ۱۳۰۰ سے زیادہ اسامی پر مشتمل ہے۔ گو مجتہد اور مقلد کو اس جیسی کتاب کی سخت ضرورت ہے اور فقہ اور اس کے فنون سے دلچسپی رکھنے والا بھی اس کے مضامین کا محتاج ہے، اس فن میں ان سے پہلے کوئی جامع کتاب نہیں لکھی گئی، اور نہ کوئی دلپسند تصنیف خاص اس فن میں ایسی ہوئی جو طالب کی مقصد برآری کرے اور ایک شخص جو کوئی بات تلاش کر رہا ہو اس کا مطلب پورا کرے۔ صرف وہ کتابیں ہیں جو عبداللہ بن محمد بن ابی دلیم[2] اور محمد بن حارث القروی[3] نے اس موضوع پر تالیف کیں۔ ان دونوں کا زمانہ بہت قدیم ہے۔ مزید وہ اقتباسات ہیں جو شیخ فیروز آبادی[4] نے اپنی 'مختصر' میں مالکی فقہا کے تذکروں کے اثنا میں درج کیے ہیں۔ ان سب کتابوں سے ذرا بھی پیاس نہیں بجھتی اور ان میں جو کچھ ہے وہ دریا میں قطرے کے برابر ہے۔ البتہ ابن ابی دلیم نے جہاں تک ممکن ہوا مالک کے مصری اور اندلسی اور بہت سے قیروانی راویوں کے مغربی تابعین

---

۱ - عبد اللہ بن محمد، ف ۶۹۱ھ۔

۲ - ف ۳۵۱ھ۔

۳ - ف ۳۷۱ھ۔

۴ - ابو اسحاق شیرازی جو بیشتر فیروز آبادی کہلاتے ہیں۔

Marfat.com

سلسلے میں کتاب کو اچھی خاصی وسعت دی ہے لیکن وہ صرف ان کے طبقات اور ان کے نام بتاتے ہیں ، ان کی خبریں اور ان کے حالات درج نہیں کرتے ۔ ان کے یہاں حجازیوں اور مشرقیوں میں سے کسی ایک کا بھی ذکر نہیں حالانکہ ان کا مرتبہ بہت بڑا ہے اور ان کے ناموں میں [ص : ۱۰۱] بڑی کثرت ہے ۔ ناموں کا اہتمام کرنا ، بقول ابو اسحاق النّجیرَمی[1] ، صحیح یاد رکھنے کی سب سے مقدّم چیز ہے ، اس لیے کہ لوگوں کے ناموں میں قیاس کو کوئی دخل نہیں ہوتا اور نہ ان کے آگے پیچھے کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جو ان کے سلسلے میں کوئی رہنمائی کرے ۔

قاضی عیاض نے ایک ٹکڑا اس قسم کی باتوں سے متعلق لکھا ہے نیز بہت سی ان کتابوں کا ذکر کیا ہے جو انھوں نے مطالعہ کی تھیں ۔ ان میں سے مندرجہ ذیل مصنفین کی کتابیں ہیں :

قاضی الزُبَیر بن بَکّار ، ،
ابوبکر بن حیّان ،
قاضی وکیع[2] ۔ قاضیوں کی بابت ،
الطّبَری ،
الصُّولی ،
ابو کامل ،
ابو عُمَر الکِنْدی ،
ابن یونُس ،
تاریخ ابو عمر الصّدَفی القُرطُبی[3] ،
ابو عبداللہ بن حارث ، قیروانیوں اور اندلسیوں کی بابت ،

---

۱ ۔ ابراہیم بن عبداللہ ۔ چوتھی صدی ھ ۔
۲ ۔ محمد بن خلف ، ف ۳۰۶ھ ۔
۳ ۔ احمد بن سعید بن حزم ، ف ۳۵۰ھ ۔

Marfat.com

ابو العرب التمیمی[۱] ،

ابو اسحاق الرقیق الکاتب[۲] ،

ابو علی بن البصری ،

ابوبکر بن ابی عبداللہ المالکی[۳] ، قیروانیوں کی بابت ،

اندلسیوں کی تاریخوں میں سے مندرجہ ذیل کی کتابیں :-

ابو عبدالملک بن عبدالبّر[۴] ،

ابو عمر بن عفیف[۵] کی ' الاِحتِفال '

ابو القاسم بن مُفَرّج (مُفَرّج ؟) کی ' الانتخاب ' ۔

قاضی ابو الولید بن الفَرَضِی ،

تاریخ ابو مَروان بن حَیّان[۶] ،

تاریخ الرازی[۷] ،

احمد بن عبدالرحمٰن بن مُظاہِر[۸] ، طُلَیطلۃ والوں کی بابت اور ان کے علاوہ[۹] بھی بہت سے لوگوں کی بابت ۔

بعد والوں نے تمامتر ' مدارک ' پر تکیہ کیا ہے ۔ بہتوں نے اس کے ' مختصر ' مرتب کیے ہیں جن میں سے ان کے شاگرد ابو عبداللہ بن حمّاد السَبتی ہیں ۔ ہمارے [illegible] میں

---

۱ - محمد بن احمد ، ف ۳۳۳ ھ

۲ - ابراہیم بن القاسم - ۴۰۰ ھ کے آس پاس ۔

۳ - عبداللہ بن محمد چوتھی صدی ھ ۔

۴ - احمد بن محمد ، ف ۳۳۸ھ ۔

۵ - احمد بن محمد ، ف ۴۲۰ھ ۔

۶ - حیّان بن خلف ، ف ۴۶۹ھ ۔

۷ - احمد بن محمد بن موسیٰ ، ف ۳۴۴ھ ۔

۸ - ف ۴۸۹ھ ۔

۹ - ' سود جملۃ ' کے بجائے ' سوی ھذہ جملۃ ' پڑھیے ، جیسا کہ مدارک میں ہے ۔

Marfat.com

آسانی کی غرض سے اس کو حروف پر مرتب کیا ہے، جو تقریباً دو کُرّاسوں میں ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں: ایک میں مالک کے اصحاب ہیں اور دوسری میں ان کے علاوہ اور لوگ۔

قاضی بُرھان الدین ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن محمد بن فرحون نے 'الطّراز المُذہّب' میں صرف بڑے بڑے مالکیوں کو لیا ہے جن کی تعداد تقریباً چھ سو ہے اور ان میں حروف مُعجم کے لحاظ سے ترتیب قائم کی ہے۔ میں نے بھی مالکیوں سے متعلق ایک جامع کتاب کا مسودہ تیار کیا ہے اس سے پہلے میں نے ابن فرحون کی کتاب کو کارآمد طریقہ پر ترتیب دیا اور ابن فرحون سے جو کچھ چھوٹ گیا تھا اسے 'مدارک' سے نکال کر جداگانہ کتاب کی شکل دی۔ یہ دونوں کام علٰحدہ ایک ایک جلد میں ہیں۔

ابو محمد عبداللہ بن سہل القُضاعیی کا بھی ایک جزء کا چھوٹا سا رسالہ ہے جو مالکی مذہب کے مشہور لوگوں پر مشتمل ہے۔

حنبلی فقہاء سے متعلق مندرجہ ذیل نے لکھا ہے:-

ابو الحسین محمد بن ابی یَعلیٰ محمد بن الحسین بن الفرّاء[1]، جو خود قاضی تھے اور ان کے باپ بھی قاضی تھے،

ابو علی بن البنّاء،

حافظ ابو الفرج بن الجوزی،

[ص: ۱۰۲] حافظ زین الدین بن رجب[2] نے ابن الفرّاء کی کتاب کا ذیل لکھا ہے۔ ذیل بھی اصل کی طرح طبقات کی طرز پر ہے۔ ہمارے دوست ابن فہد نے ان دونوں کو دو جداگانہ کتابوں میں حروف کے مطابق مرتب کیا ہے۔

شیخ المذہب العزّ الکنانی[3] نے حنبلیوں کو یکجا کرنے کی

۱۔ ف ۵۲٦۔
۲۔ عبدالرحمٰن بن احمد، ف ۷۹۵ھ۔
۳۔ ولادت ۸۰۰ھ۔

Marfat.com

کوشش کی ، چنانچہ انھوں نے حنبلیوں پر ایک جامع کتاب مرتب کی لیکن وہ کانٹ چھانٹ کرکے اسے آخری شکل دینے کا کام مکمل نہ کرسکے ۔

۹ ۔ قاریوں کی تاریخ

قاریوں پر جنھوں نے لکھا ہے وہ یہ ہیں :

ابو عمرو الدانی[1] ،

ابوبکر احمد بن الفضل بن محمد بن احمد بن محمد بن جعفر الباطرقانی[2] ،

الذھبی کی کتاب بہت بڑی ہے ۔ اس پر التاج بن مکتوم[3] نے ایک ایک جزء کا ذیل لکھا ہے جو بیس افراد پر مشتمل ہے ۔

ابن الجزری[4] نے ذھبی کی کتاب کو لے کر اس میں بہت سے اضافے کیے : ' تراجم ' (تذکروں) میں بہت کچھ بڑھایا اور مستقل تراجم کا اضافہ بھی کیا ۔ میں نے اس پر بہت بڑا ذیل لکھا ہے ۔

العزّی بن فہد[5] نے ، جو اپنے خاندان کی یادگار اور حرم کی زینت ہیں ، ذھبی کی کتاب کو حروف معجم کے مطابق مرتب کیا ہے ۔

۱۰ ۔ (حدیث کے) حافظوں کی تاریخ

(حدیث کے) حافظوں پر مندرجہ ذیل نے لکھا ہے :-

ابن الجوزی ،

ابو الولید بن الدبّاغ ،

---

۱ ۔ عثمان بن سعید ، ف ۴۴۴ھ ۔

۲ ۔ ف ۴۶۰ھ ۔

۳ ۔ احمد بن عبدالقادر ، ف ۷۴۹ھ ۔

۴ ۔ بظاہر محمد بن محمد ، ف ۸۳۳ ۔

۵ ۔ یہ وہی العز بن فہد ــ عبدالعزیز بن عمر ، ۸۵۰ - ۹۲۱ھ ، ہو سکتے ہیں جن کا ذکر آگے (ص ۱۳۳ لحق) آئے گا ۔

Marfat.com

ابن دقیق العید۔ انھوں نے صرف ان لوگوں کو لیا ہے جو احادیث کی اسناد میں ' حافظ ' کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔

الذہبی نے اپنے پیشرو مصنفین کے مقابلے میں بڑی جامع کتاب لکھی ہے اور اس کو طبقات کی طرز پر مرتب کیا ہے۔ اسی میں سے ہمارے شیخ (ابن حجر) نے ان افراد کو چنا ہے جو 'تہذیب الکمال' میں مذکور نہیں ہیں۔ حافظ شمس الدین حُسینی[1] نے ذہبی کی کتاب کا ذیل لکھا ہے اور حسینی کی کتاب کا ذیل ہمارے شیخ التقی بن فہد المکی نے لکھا ہے۔ پھر ان کے بیٹے النجم عُمر نے اس کو مع اصل کے حروف معجم کے لحاظ سے ترتیب دے کر ایک بالکل ہی نیا کام کیا ہے۔

اس موضوع پر حافظ ابن ناصر الدین کی ایک نظم ہے جس کا نام انھوں نے ' بدیعۃ البیان فی وفیات الاعیان ' رکھا ہے۔ انھوں نے ایک جلد میں اس کی شرح بھی لکھی ہے، اس کا نام ' التبیان لبدیعۃ البیان ' ہے۔ ذہبی کی کتاب پر انھوں نے جن افراد کا اضافہ کیا ہے ان کی مجموعی تعداد ۲۶ ہے۔ اس پر ہمارے شیخ (ابن حجر) نے ایک کُراسہ کا ذیل لکھا ہے جس میں ۲۸ افراد ہیں۔ میں نے اس پر مزید اضافے کیے ہیں۔

۱۱ - محدثین کی تاریخ

مُحدثین پر ابو الولید یوسف بن عبداللہ بن الدباغ کی 'طبقات المحدثین' اور ذہبی کی مُعجم ہے جو بالخصوص انھیں کی بابت ہے۔

۱۲ - مورخین کی تاریخ

جہاں تک مورخین کا تعلق ہے ان میں سے بہت سے افراد کا ذکر آگے آئے گا۔

---

۱ - محمد بن علی، ف ۷۶۵ھ۔

Marfat.com

۱۳ (ا) - نحویوں کی تاریخ

نحویوں پر جن لوگوں نے لکھا ہے وہ یہ ہیں :-

ابو عبداللہ محمد بن الحسین بن عُمر الیمانی[1]

ابو الحسن علی بن یوسف بن ابراہیم القِفطی[2] - ان کی کتاب کا اختصار ذھَبی نے کیا -

مجھے خیال پڑتا ہے کہ سیرافی[3] نے بھی نحویوں پر ایک کتاب لکھی ہے -

[ص : ۱۰۳] ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ بن مَذحِج الزُّبَیدی[4] : طبقات النُّحاۃ ،

ابو المَحاسن المفضّل بن محمد بن مِسْعَر بن محمد المغربی النّحوی القاضی[5] : '' أخبار النُّحاۃ من البصریّین والکو فیّین ''

ابو عُبیداللہ محمد بن عِمران بن موسیٰ المَرزُبانی[6] : 'المُقتبَس فی اخبار النُّحاۃ '

ابو المَحاسِن یوسف بن احمد بن محمود بن احمد الیَد ّ مَشقِی : ' نُور القَبَس ' - یہ انتخاب ہے ' القبَس ' کا جو کہ خود انتخاب ہے ' المقتَبس ' کا -

التاج بن مکتوم الحنَفِی ّ : ' الجمع المثناۃ (؟) فی أخبار اللُّغویّین والنُّحاۃ '' - یہ دس جلدوں میں ہے - میں نے اس کے چند

---

۱ - ف ۴۰۰ھ -

۲ - ف ۶۴۶ھ -

۳ - الحسن بن عبداللہ ، ف ۳۶۸ھ -

۴ - ف ۳۷۹ھ - بعض خطّی نسخوں میں ' الزَبِیدی ' (ز کے زبر اور ب کے زیر کے ساتھ) ہے -

۵ - ف ۴۴۲ھ - یہ ' مَعرّہ ' کے رہنے والے تھے ، اس لیے بجائے ' المغربی ' کے ' المعرّی ' ؟

۶ - ف ۳۷۸ یا ۳۸۴ھ -

Marfat.com

جزء مصنّف کے ہاتھ کے لکھے ہوئے دیکھے ہیں۔ اس میں سے صرف ' المُحمّدون ' (جن کا نام 'محمد' ہے) ایک جلد میں ہیں۔ نیز شاید ہی کوئی ادبی کتاب شعر تاریخ وغیرہ کی ایسی ہو جس پر اُس کے مصنّف کے حالات ابن مکتوم کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نہ ہوں۔

ایک شخص جو میرے پاس اکثر آیا جایا کرتا تھا اسے ایسے سوانح جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ وہ اس بارے میں معلومات بڑھانے کا خاص طور پر خواہشمند تھا اور کثرت سے ایسی نادر اور کار آمد باتیں اور عجیب عجیب نکتے اکٹھے کیا کرتا تھا جو ان لوگوں کی تصانیف میں پاتا تھا جن کے سوانح پیش نظر ہوں یا جو مستند اماموں کے بیانات میں سے اس کے ہاتھ لگتے تھے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس کام کو وہی انجام دے سکتا ہے جو روایتی علم کے ساتھ ساتھ عقل اور سمجھ بھی رکھتا ہو۔ لیکن ابھی تک اس نے اپنا کام لوگوں کے سامنے نہیں رکھا، صرف اتنا ہے کہ ایک مختصر کتاب اس موضوع پر شائع کی ہے۔

(ب) ادیبوں کی تاریخ

' اُدَباء ' پر یاقوت[1] کی کتاب ہے۔

(ج) لغت کے ماہرین کی تاریخ

لُغَویّین پر، مذکورہ بالا اصحاب کے علاوہ، المجد اللُّغَوی، مصنّف ' القاموس ' کا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس کا نام ' البُلغة فی أئمة اللُّغة ' ہے۔ یہ میرا دیکھا ہوا ہے۔

(د) شاعروں کی تاریخ

' الشُعَرا ' پر ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبة کی کتاب ہے

---

۱ - یاقوت بن عبداللہ، ف ۶۲۶ھ۔

Marfat.com

اور ابوبکر محمد بن خلف بن المرزبان[1] کی ۔

نیز الثعالبی[2] کی ' یتیمة الدھر ' ۔ اس میں انھوں نے شاعروں کی بہت بڑی تعداد کا ذکر کیا ہے ۔ اس کا ذیل ابو الحسن علی بن الحسن بن علی الباخرزی[3] نے ' دمیة القصر ' اور ابو الحسن علی بن زید البیہقی نے ' وشاح الدمیة ' یا ' العمدة[4] فی کتاب الخریدة ' لکھا ہے ۔

المبارک بن ابی بکر بن حمدان بن الشعار الموصلی[5] : ' عقود الجمان فی شعراء الزمان '

ابو المعالی سعد بن علی الحظیری الکتبی[6] : ' زینة الدھر فی ذکر شعراء العصر ' ۔

العماد محمد بن حامد الاصبہانی الکاتب : ' خریدة القصر فی جریدة شعراء العصر '

[ص : ۱۰۳] ابو عبداللہ محمد بن داؤد بن الجراح : محدث (جدید) شعرا کے حالات میں کتاب مسمی بہ ''الورقة''

(عبداللہ) بن المعتز : ' طبقات الشعراء المحدثین '

المرزبانی : المعجم الصغیر للشعراء '

عبد السلام بن یوسف الدمشقی : انموذج الاعیان و الشعراء ممن ادرک بالسماع او بالعیان ''

ابو عبداللہ محمد بن سلام بن عبداللہ الجمحی (جمح کا آزاد کردہ

---

۱ - ف ۳۰۹ھ ۔

۲ - عبدالملک بن محمد ، ف ۴۲۹ھ ۔

۳ - ف ۴۶۷ھ ۔

۴ - اصل : ' اوالعمدة ' کے بجائے ' والعماد ' پڑھیں تو معنی ہونگے ' اور العماد نے کتاب الخریدہ ' ۔ العماد کی خریدة القصر کا ذکر آگے آ رہا ہے ۔

۵ - ف ۶۵۴ھ ۔

۶ - سعد بن علی ، ف ۵۶۸ھ ۔

Marfat.com

غلام) البَصْری الاَ خشْباری[1] : طبقات الشعراء ،

ابو سَعْد محمد بن حسین بن علی بن عبدالرحیم الوزیر[2] : طبقات الشعراء ۔

ابو طالب بن انجب البغدادی الخازن : اپنے زمانے کے شعرا پر ۔

الکمال عبدالرزّاق بن الفُوطی[3] : الدُّرَر النّاصعة فی شعرا المیائةِ السابعة ''

لسان الدین بن الخطیب[4] : ' التّاج المُحلّی ' آٹھویں صدی کے ادبا سے متعلق ، اور ' الاِکلیل الزّاهر فیما فَضَلَ عند نظم التاج من الجواهر '' ۔ ان دونوں کتابوں میں مغرب کے ادیبوں کے تراجم (سوانح) ہیں ۔ نیز ان دونوں میں ساری عبارت سجع میں ہے ۔

العِز ابو عمر بن جماعة : '' نُزْهة الاَلِبّاء فی مَعْرِفة الاُدَباء '' اس میں انهوں نے صرف ان لوگوں کے سوانح لکھے ہیں جن سے انهوں نے روایت شعر کا سلسلہ ملایا ، خواہ ' سَماع ' (ان کی مجلس میں سننے) کے طریقے پر یا تحریری ' اجازت ' کے ذریعے ۔ یہ کتاب کئی جلدوں میں ہے ۔ انهوں نے ایک جلد میں اس کا اختصار بھی کیا ہے ۔

البدر البَشْتَکی[5] : المَطالع البَدْرِیّة ، شعرا کی بابت جامع کتاب ہے ، حروف مُعْجم کے مطابق ترتیب دی گئی ہے ۔ میں نے اس کا ایک حصہ دیکھا ہے ۔

ابو الفَرَج ، مصنّف ' الاَغانی ' نے ' اخبار الاِماء الشواعر ' (شاعرہ کنیزوں کی خبریں) لکھی ہے ۔

---

۱ ۔ ف ۲۳۱ یا ۲۳۲ھ ۔

۲ ۔ ف ۴۳۹ھ ۔

۳ ۔ عبدالرزاق بن احمد ، ف ۷۲۳ھ ۔

۴ ۔ محمد بن عبداللہ ، ف ۷۷۶ ھ ۔

۵ ۔ محمد بن ابراہیم بن محمد ، ۷۴۸ ۔ ۸۳۰ھ ۔

Marfat.com

۱۴ - عابدوں اور صوفیوں کی تاریخ

عابدوں اور صوفیوں پر لکھنے والے :

ابو عبدالرحمن السُّلمی[۱] ،

ابو سعید محمد بن علی بن عمرو النقّاش[۲] ،

ابو العباس احمد بن محمد الفسوی[۳] -

عبدالواحد بن سیاہ الشیرازی ،

ابو سعید بن الاعرابی[۴] ،

الاستاذ ابو القاسم القُشیری[۵] - ان کی کتاب ' الرسالة ' ان کے زمانے تک کے بیشتر بڑے بڑے صوفیہ پر مشتمل ہے -

عبدالغفّار القُوصیی[۶] نے ایک کتاب دو جلدوں میں القشیری ہی کے مقابلے کی لکھی ہے - اس میں انھوں نے ان صوفیہ کو گنایا ہے جن سے ان کی ملاقات ہوئی - اس کا نام ' الوحید فی سلوک التوحید ' ہے -

ابن ابی المنصور[۷] کا بھی اس موضوع پر ایک رسالہ ہے -

ابو نُعیم : ' حلیة الاولیاء و طبقة الاصفیاء ' - جامع کتاب ہے

---

۱ - محمد بن الحسین ، ف ۴۱۲ھ -

۲ - ف ۴۱۴ھ -

۳ - ابو العباس احمد بن زکریا النَّسوی (بجائے ' الفسوی ') ف ۳۹۶ھ ، طبقات الصوفیہ کے مصنف کی حیثیت سے جانے پہچانے ہیں -

۴ - احمد بن محمد ، ف ۳۴۱ھ -

۵ - عبدالکریم بن ہوازن ، ف ۴۶۵ھ -

۶ - عبدالغفار بن احمد ، ف ۷۰۸ھ -

۷ - بظاہر الحسین بن علی ، جو مشہور مورخ الازدی کے بیٹے تھے -

Marfat.com

سب بعد میں آنے والوں نے اسی پر تکیہ کیا ہے - ابن الجوزی نے اسی سے وہ سب کچھ لیا ہے جو اپنی چار جلدوں کی کتاب ' صفوۃ الصفوۃ' میں اضافوں کے ساتھ درج کیا ہے - ' اخبار الاخیار ' اور 'اخبار النساء ' [ص : ۱۰۵] بھی ان کی تصنیفیں ہیں - دونوں کی ایک ایک جلد ہے -

الشریف محمد بن الحسن بن عبداللہ الحسنی الدمشقی[۱] : و مستجمع الاحباب ' تین جلدوں میں ہے اور اس کی ترتیب بہت خوب ہے -

ابن الملقن : کتاب الصوفیۃ ، ایک چھوٹی جلد میں ہے - ان کا کہنا ہے کہ اس میں انھوں نے ہر ملک اور ہر زمانے کے بڑے بڑے علما اور اونچے پائے کے صوفیوں کے بیشتر طبقات یکجا کر دیے ہیں تا کہ ان کی نیکیوں سے ہدایت حاصل ہو اور ان کے نقش قدم پر چلا جائے ، اس امید پر کہ حشر انھیں کے ساتھ ہو — کیونکہ ہر شخص کو انھیں لوگوں کے ساتھ رکھا جاتا ہے جن سے اسے محبت ہو[۲] اور جن کے ذکر سے وہ انھیں نئی زندگی دے — اور اس امید پر کہ ساری تکلیفیں اور مصیبتیں دور ہو جائیں -

الشرجی الیمنی : طبقات الصوفیۃ ،

ابو منصور معمر بن احمد بن زیاد العارف[۳] : طبقات النساک ، ہمارے ثقہ اور متقی رفیق ، البرہان القادری[۴] ، نے ایک کتاب کا اہتمام کیا جو زہد کی صفت رکھنے والے صوفیوں کے ساتھ مخصوص ہے - اس سلسلے میں انھوں نے بڑی کاوش کی لیکن وہ اس کو آخری شکل نہ دے پائے -

---

۱ - ف ۷۷۶ھ -
۲ - لخط ص ۲۷ سبق -
۳ - ف ۴۱۸ھ -
۴ - ابراہیم بن علی ، ف ۸۸۰ھ -

Marfat.com

ابوبکر عبداللہ بن محمد المالکی : اِفریقیہ کے رهنے والے عابدوں کی بابت کتاب جس کا نام ہے ' ریاض النفوس ' ۔

الناصح ابو محمد عبدالرحمٰن بن نجم بن عبدالوهاب بن الحنبلی[۱] :
'' الاِستسعاد بمن لقیتہ من صالحی العباد فی البلاد ''

ابن الاثیر[۲] : المختار فی مناقب الاخیار ،

ابوالحسین بن جهضم[۳] : ' بہجۃ الاسرار ، و لوامع الانوار ، فی حکایات الصالحین العلماء الاخیار ، و الصوفیۃ الحکماء الابرار '

سعید بن اسد الاُموی : فضائل التابعین و اخلاق الصالحین ''

الموفق عبدالرحمٰن بن مکی بن عثمان الشارعی[۴] : '' مرشد الزوار الی قبور الابرار ''

ابو عبداللہ محمد بن حامد بن المتوج المارینی (المار دینی) :
' محجۃ النور فی زیارۃ القبور '

۱۵ - قاضیوں کی تاریخ

قاضیوں سے متعلق تصانیف یہ ہیں :-

ابو عبید اللہ محمد بن الربیع الجیزی : ' قضاۃ مصر ' ۔

مصر کے قاضیوں سے متعلق

ابن میسر[۵] ،

ابو عمر الکندی ، اور

---

۱ - ف ۶۳۴ھ ۔

۲ - یعنی مجد الدین ۔

۳ - علی بن عبداللہ ، ف ۴۱۴ھ ۔ ان کی کنیت ' ابوالحسن ' تھی (نہ کہ ' ابو الحسین ')

۴ - زمانہ تصنیف : مابین ۶۷۱ و ۶۸۰ھ ۔

۵ - محمد بن علی ، ف ۶۷۷ھ ۔

Marfat.com

ابو محمد بن زُولاق ۔ ان کی کتاب ذیل ہے ماقبل کا ۔

قاضیوں پر مندرجہ ذیل نے بھی لکھا ہے :۔

اسماعیل بن علی بن اسماعیل بن موسیٰ الحُسَینی ،

سلیمان بن علی بن عبدالسمیع ،

عبدالغنی بن سعید الحافظ[۱] ،

ابو العباس احمد بن بختیار بن علی بن المانڈای الواسطی القاضی[۲] ' کتاب فی أخبار القُضاۃ و الشُہود ' ۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ یہ ان کی وہی کتاب ہے جو ' الحُکّام کے نام سے موسوم ہے یا اس کے علاوہ ہے ۔

[ص : ۱۰۶] ابو الحسن المُوسَوی الرَّضِیی اور الجمّال عبداللہ البیشبیشی[۳] ۔ ان دونوں کی تصانیف صرف ' قُضاۃ ' پر ہیں ۔ ان میں سے موخرالذکر کا سہارا لیتے ہوئے ہمارے شیخ (ابن حجر) نے ' رَفعُ الاِصر عن قضُاۃ مِصر ' لکھی جو ایک جلد میں ہے ۔ میں نے اس کا ذَیل ایک جلد میں لکھا ہے ۔

قاضی ابوبکر بن حَیّان وَکیع ، ۔ ان کی کتاب ' تاریخ القُضاۃ ' کا ذکر قاضی عیاض نے اپنی کتاب ' المدارک ' کے خطبے میں کیا ہے ۔

الشمس بن دانیال الموصِلی الحکیم[۴] نے مصر کے قاضیوں پر ایک اُرجوزہ نظم کیا ہے ، اس کا نام ہے ' عُقود النِّظام فیمَن وَلی مِصرَ من الحُکّام ' ۔ اس کا تتمّہ قاضی عِزّ الدّین الکِنانی الحنبلی اور ان کے بعد ایک اور ہمارے ساتھی نے لکھا ہے ۔

---

۱ ۔ ف ۴۰۹ھ ۔

۲ ۔ ف ۵۵۲ھ ۔

۳ ۔ عبداللہ بن احمد ، ف ۷۶۲ھ ۔

۴ ۔ محمد بن دانیال ، ف ۷۱۰ھ ۔

Marfat.com

اسی طرح الشہاب بن اللبودی الدمشقی[1] نے دمشق کے قاضیوں کے بارے میں ارجوزہ نظم کیا ہے اور اس کی شرح بھی لکھی ہے۔

۱۶ - (۱۷)x - گانے والوں کی تاریخ

'مغنین' (گانے والوں) پر ابوالفرج علی بن الحسین الاصبہانی الکاتب کی تصنیف ہے۔ ان کی دیگر تصانیف یہ ہیں: 'القیان' (گانے والی کنیزیں) دو جلدوں میں، 'آخبار المغنین الممالیک' اور 'الاغانی'۔ یہ ایک جامع اور اپنی نوعیت کی بہت بڑی کتاب ہے۔ التاج عثمان بن عیسی البلطی ابوالفتح[2] اور الجمال ابو الفضل محمد بن مکرم[3] نے اس کا اختصار کیا ہے۔ ابن مکرم نے دیگر بڑی بڑی تاریخوں کے ساتھ بھی ایسا ہی عمل کیا ہے۔ ابو الفرج نے یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ اس موضوع پر جو کتاب اسحاق بن ابراہیم الموصلی[4] کی طرف منسوب ہے وہ ان کی نہیں ہے بلکہ سندی الوراق نے اسے اسحاق کے لیے تیار کیا تھا۔

ابن الجوزی کی 'الظرفاء' ایک جلد میں ہے۔

۱۷ - (۱۸ الف) - شریفوں کی تاریخ

'أشراف' پر الحسن بن عتیق بن الحسن کی کتاب ہے جس کا نام ہے 'الاشراف علی الاشراف'۔ أشراف کی فضیلت کے بارے میں تو بہت سی تصانیف ہیں، ایک میری تصنیف ہے: 'ارتیقاء الغرف بحب اقرباء الرسول و ذوی الشرف'۔

---

۱ - احمد بن خلیل، ف ۸۳۴-۸۹۶ھ۔

۲ - ف ۵۹۹ھ۔

۳ - مصنف 'لسان العرب'۔ ف ۷۱۱ھ۔

۴ - ف ۲۳۵ھ۔

x - قوسین میں ذھبی کی چالیس اقسام تاریخ کا نمبر درج ہے۔

Marfat.com

(ب) سخیوں کی تاریخ

'کُرَماء' پر عثمان بن عیسیٰ البُلَیطی[1] کی کتاب ہے 'اخبار الاَجْواد'۔ نیز محمد بن زکریا الغَلاَّبی[2] کی 'الاَجْوَاد'۔ کسی نے 'اَخْبار البرامِکة' بھی دو جلدوں میں لکھی ہے۔

(ج) ذہین لوگوں کی تاریخ

'اَذْکیاء' پر ابن الجوزی کی کتاب ہے۔ انھیں کی 'اَخْبار المُغَفَّلِین' (بے وقوفوں کی خبریں) بھی ہے۔

(د) عقلمندوں کی تاریخ

العباس بن محمد بن عبدالرحمٰن الانصاری : 'عُقَلاء المَجانِین' (عقلمند دیوانے)

۱۸ - (۱۹) - طبیبوں کی تاریخ

'اَطِبَّاء' پر ابن ابی اُصَیبِعة[3] کی کتاب ہے جو بڑی جامع ہے۔ النجم بن فتہد نے اسے حروف مُعجم کے لحاظ سے مرتب کیا ہے۔

۱۹ - (۲۰) - اشعریوں کی تاریخ

'اَشاعِرة' پر ابو القاسم بن عساکر نے "تَبیِین کَذِب المُفتَرِی، علی [ص : ۱۰۷] ابی الحسن الاَشعَری" میں لکھا ہے۔ الکامِلِیّہ کے امام، کمال الدین،[4] نے اسی کو لے کر اس میں اپنی

---

۱ - چند سطر اوپر 'البَلَنطی'۔

۲ - ف بعد ۲۸۰ھ۔

۳ - احمد بن القاسم، ف ۶۶۸ھ۔

۴ - محمد بن محمد بن عبدالرحمن، ۸۰۸—۸۶۴ھ۔ کاملیہ کی بنیاد سنہ ۶۲۲ میں رکھی گئی۔

Marfat.com

طرف سے اضافے کیے - ان سے پہلے العفیف الیافعی نے بھی اپنی کتاب ' المرہم ' میں یہی کچھ کیا تھا -

۲۰ - (۲۲) - بدعتیوں کی تاریخ

' مبتدعة ' پر الاہدل کی کتاب ' اللمعة المقنعة فی معرفة فرق المبتدعة ' تقریباً دو کراسوں میں ہے -

نیز الفخر ابو محمد عثمان بن عبداللہ بن الحسین العراقی[۱] کی " الفرق المفترقه بین اہل الزیغ و الزندقة "

اور استاد ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر التمیمی البغدادی[۲] کی " الفرق بین الفرق و بیان الفرقة الناجیة "

منجملہ ان کے جنھوں نے مستقل کتابیں لکھی ہیں الفورانی[۳] اور ابن ابی الدم ہیں جن کی ایک تصنیف مسلمانوں کے فرقوں پر ہے -

ضمناً اس موضوع پر ان کتابوں میں بہت کچھ پایا جاتا ہے :-

' الملل و النحل ' شہرستانی[۴] کی ، ابن حزم کی ، اور ان دونوں کے علاوہ دیگر مصنفین کی -

' المرہم ' یافعی کی -

' إرشاد القاصد لاسنی المقاصد ' ابن الاکفانی کی ، جنھوں نے ابن عربی[۵] اور ان کی تصانیف خوب چھان بین کی ہے - اسی لیے میں نے ابن عربی کے معتقدین کی جو فہرست تیار کی ہے اس میں ان کا نام

---

۱ - ۵۰۰ھ کے آس پاس -

۲ - ف ۴۲۹ھ -

۳ - عبدالرحمٰن بن محمد ، ف ۴۶۱ھ -

۴ - محمد بن عبدالکریم ، ف ۵۴۸ھ -

۵ - محمد بن علی ، ف ۶۳۸ھ -

Marfat.com

درج ہے مہرست اس قابل ہے کہ اس میں کچھ اضافہ کیا جائے تو وہ ایک ...اب بن جائے۔

'طبقات المعتزلہ' ابو القاسم عبداللہ بن احمد بن محمود الکعبی البلخی[1] کی جو معتزلہ کے ایک گروہ کے سردار تھے۔

"القواصم فی الرد علی شبہ الباطنیۃ" غزالی کی۔

"الرد علی الجہمیۃ و علی المعارض بکلام بشر المریسی[2]" دارمی[3] کی، ان دو کے علاوہ کسی نے 'الرد علی الزیدیہ" بھی لکھی ہے۔

'خلق أفعال العباد' بخاری کی۔

ہم نے ان حوالوں کو خاصی وسعت دیدی ہے۔ ان میں سے بیشتر ایسے ہیں جن میں ہمارے موضوع سے متعلق کچھ نہیں ہے۔

۲۱ - (۲۱) - شیعہ کی تاریخ

شیعہ کو یکجا کرنے کا کام مندرجہ ذیل نے کیا ہے:-

الحسن بن علی بن فضال بن أنیش التیمی (تیم[a] کے آزاد کردہ غلام) الکوفی،[4] اور ان کے بیٹے علی[b]،

ابو جعفر محمد بن الحسن بن علی الطوسی[5]۔ ابو علی الحسن کے والد،

علی بن الحکم،

ابو العباس بن عقدۃ[6]،

---

۱ - ف ۳۱۹ھ۔

۲ - بشر بن غیاث، ف ۲۱۸ھ۔

۳ - عثمان بن سعید، ف ۲۸۰ھ۔

۴ - ف ۲۲۴ھ۔

۵ - ف ۴۵۹ھ۔

۶ - احمد بن محمد، ف ۳۳۲ھ۔

Marfat.com

ابو الحسن بن بابتّو یشه[۱] ،
یحییٰ بن ابی طیّ[۲] ،
یحییٰ بن الحسین بن البیطشریق ،
الشریف ابو القاسم علی بن الحسین بن موسیٰ العلوی المرتضی
المتکلّم الرافضی المعتزلی[۳] ،
الرشید سعد بن عبداللہ القمی[۴] ،
ابن النجاشی[۵] ،
ابو عمرو الکشّی[۶] ،

ان کے علاوہ اور بہت سے ہیں ۔ ان کے بارے میں احتیاط کی ضرورت ہے کہ گڈ مڈ نہ ہونے پائیں ۔

۲۲ ۔ (۲۴) ۔ بخیلوں کی تاریخ

' البخلاء ' پر حافظ ابوبکر الخطیب کی تصنیف ہے ۔ ان کی ایک کتاب [ص : ۱۰۸] ' اخبار الطفیلیین ' بھی ہے ۔ دونوں بہت دلچسپ ہیں ۔ ابو الفرج الاصبہانی نے بھی ' اخبار الطفیلیین ' لکھی ہے ۔

۲۳ ۔ (۲۸) ۔ بہادروں کی تاریخ

بہادروں سے متعلق ابو الحسن علی بن ابی المنصور الازدی المالکی کی ' اخبار الشجعان ' ہے ۔

---

۱ ۔ ہوسکتا ہے علی بن عبید اللہ ، ف ۵۸۰ھ مراد ہوں ۔
۲ ۔ بن ابی طی حمید ، ف ۶۳۰ھ ۔
۳ ۔ ف ۴۳۶ھ ۔
۴ ۔ ف ۲۹۹ یا ۳۰۰ یا ۳۱۱ھ ۔
۵ ۔ احمد بن علی ، ف ۴۵۰ یا ۴۵۵ھ ۔
۶ ۔ محمد بن عمر ، چوتھی صدی ہجری ۔

Marfat.com

الخلیل بن التّھیثم[1] کی الحیَل و المکائد فی الحروب ' ہے ۔

۲۴ ۔ (۲۵) ۔ کانوں ، چندھوں ، اندھوں اور کبڑوں کی تاریخ

الصّلاح الصّفدی[2] کی ان کے بارے میں کئی تصانیف ہیں ۔

۲۵ ۔ (۳۱) راھبوں کی تاریخ

ابو القاسم تمّام بن محمد الرّازی[3] نے ' أخبار الرُّھبان ' لکھی ہے ۔

۲۶ ۔ (۳۹) قرآن سن کر جان دینے والوں کی تاریخ

' قتلیٰ القرآن ' الثّعلبی المفسّر نے لکھی ہے ۔

۲۷ ۔ (۳۴) عاشقوں کی تاریخ

' عشّاق ' پر جعفر السّرّاج کی ' مصارع العشّاق ' ہے ۔ کسی نے اس کا اختصار بھی کیا ہے ۔
ابن ابی الدّنیا نے ' المتیّمین ' (بندگان عشق) پر لکھا ہے ۔ محمد بن خلف المرزبان کی بھی ایسی ہی تصنیف ہے ۔

سخاوی کی اپنی رائے میں تاریخ کی کتابوں کے اقسام

حاصل یہ ہے کہ مورخین میں کچھ تو ایسے ہیں جنھیں اپنی توجہ کو انبیا (علیھم السلام) اور خاص طور پر اگلوں اور پچھلوں کے سردار

---

۱ ۔ مامون کی خاطر کتاب لکھی تھی ۔
۲ ۔ خلیل بن ایبک ، ف ۷۶۴ ھ ۔
۳ ۔ ف ۴۱۴ ھ ۔

Marfat.com

('متیّد الا و لیین والآ خیرین') تک محدود رکھنے کی سعادت ملی۔ کبھی کبھی وہ اس کے ساتھ ابتدائے آفرینش ('بدء الخلائق') کا اضافہ کر دیتے ہیں یا دونوں میں سے کسی ایک موضوع ہی تک محدود رہتے ہیں - یا پھر یہ ہوتا ہے کہ اپنے دائرے کو صحابہ تک محدود رکھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جاچکا ہے، یا اس کو علی الاطلاق عالی نسب لوگوں تک محدود رکھتے ہیں، جیسے 'اشراف' چنانچہ الحسن بن عتیق بن الحسن القسطلانی کی 'کتاب الاشراف علی مناقب الاشراف' مخصوص اشراف' سے متعلق نہیں ہے۔ دوسری کتاب 'معالیم العترة النبویة و معارف اهل البیت الفاطمیة العلویة' عبدالعزیزبن الاخضر[1] کی ہے۔

یا صرف مخصوص اشراف سے سروکار رکھتے ہیں، جیسے 'الطالبیین' پر الجعابی[2] اور محمد بن أسعد الجوانی[3] کی کتابیں ہیں۔ اور الشہاب احمد بن علی بن الحسین بن علی الحسنی معروف بہ ابن عُتبة[4] کی 'عمدة الطالب فی نسب آل ابی طالب' اور اس کا اختصار۔ دونوں اُنھیں کی تصنیف ہیں۔ ابوالفرج، مصنف 'الاغانی'، کی 'مقاتیل الطالبیین' اور 'نسب' بنی شیبان' اور 'نسب المهالبة' کیونکہ انھیں وزیر المہلبی سے خاص تعلق تھا۔

'القرشیین' پر الزبیر بن بکار بن عبداللہ بن مصعب الزبیری کی تصنیف دو جلدوں میں ہے۔ اس کے بارے میں کسی کا قول ہے کہ یہ 'عجب' یعنی اچنبھے کی کتاب ہے نہ کہ 'نسب' کی، اس لیے کہ اس میں کارناموں ہی کا ذکر ہے۔

---

۱ - عبدالعزیز بن محمود، ف ۶۱۱ھ۔

۲ - محمد بن عمر، ف ۳۵۵ھ۔

۳ - ف ۵۸۸ھ۔

۴ - ف ۸۲۸ یا ۸۳۶ھ۔

Marfat.com

' الناشریّین ' پر العفیف عمر بن عمر الناشیری[۱] کی تصنیف ہے ۔ ' الطبّریّین ' ، ' الظّہیرۃ یّین ' ، ' النّوَیریّین ' ، ' القسطلا نیّین ' اور ' الفہود ' پر ہمارے رفیق النجم بن فہد کی پانچ تصانیف ہیں ۔ اس کے علاوہ ' بنی الطّبَری ' کی تاریخ پر ایک تصنیف اُمّ الھُدیٰ عائشۃ[۲] ابنۃ الخطیب التّقیِی عبداللہ بن الحافظ المحبّ ابی جعفر [ص : ۱۰۹] احمد بن عبداللہ الطّبریّ کی ہے جس میں بہت کارآمد باتیں ہیں ۔

الشّہاب بن فضل اللہ العُمَری[۳] کی ' فواضل السّمَر فی فضائل آل عُمَر ' چار جلدوں میں ہے ۔

الشہاب احمد بن عبد اللہ بن احمد بن عبد اللہ بن سُلیمان القلقشندی الشافعی : ' نہایۃ الاَرَب فی معرفۃ قبائل العَرَب ' ۔ ایک جلد ، جسے جمال الدین الاُستادار کے لیے تصنیف کیا ۔

یا مخصوص ان سے سروکار ہوتا ہے جو وَلاء (الحاق بغیر نسب) کے رشتے میں منسلک ہوں ، جیسے ' المَوالی ' پر ابو عمر الکِندی کی تصنیف ہے ۔

یا مخصوص صفت سے سروکار ہوتا ہے جیسے ، چُندھاپن ' کاناپن ، اندھاپن ، ذکاوت ، بے وقوفی ، عقلمندی ، تونگری[۴] ، محبت ۔ کسی شیدا ، عاشق ، یا قرآن کے مارے ہوئے (' مقتول بالقرآن ') کی سخاوت ، کنجوسی ، طُفَیلیَّت اور ثقاہت ۔ چنانچہ

' الثِقات ' پر ابو حاتم بن حِبّان کی تصنیف ہے جو

---

۱ ۔ ۸۰۴—۸۴۸ھ ۔ صحیح نام ' عثمان بن عمر ' ہے ۔

۲ ۔ ف ۷۶۰ھ کے بعد ۔

۳ ۔ احمد بن یحییٰ ، ف ۷۴۹ھ ۔

۴ ۔ اصل : ' غِنیٰ ' ۔ اس کے بجائے ' غبی ' (= غباوت یعنی بے عقلی) پڑھنا زیادہ مناسب ہے ۔

Marfat.com

جامع ترین ہے۔ طبقات پر مرتب ہے۔ الھَیثَمی[1] نے اس کو (حرف وار ترتیب دے کر) ایک مُعجَم بنا ڈالا۔ دوسرے مصنّفین یہ ہیں:-

العِجلی[2]،

ابن شاہین،

ابو العَرَب التّمیمی،

الشمس محمد بن ایبک السّرُوجی[3]۔ یہ متاخرین میں سے ہیں، اپنی کتاب پوری نہ کر سکے، اگر پوری ہو جاتی تو ان کے اپنے پختہ اور خوبصورت خط میں لکھی ہوئی بیس جلدوں میں ہوتی۔ اس میں صرف 'اَحمَدِین' ('احمد' نام والے) ایک جلد میں ہیں۔

ہمارے شیخ (ابن حجر) نے مستقل کتاب ان 'ثقات' کے متعلق لکھی ہے جن کا ذکر 'التہذیب' میں نہیں ہے۔ وہ بھی اسے پورا نہ کر پائے۔

ہمارے ساتھیوں کے زمرے میں بھی ایک شریف انسان نے اسی موضوع پر کام کیا اور میں نے اس کے ایک سے زیادہ نسخے نقل کیے۔

بخصوص صفتِ 'ضعف'۔ 'الضُّعَفاء' (ضعیف راویوں) پر لکھنے والے یہ ہیں:-

یحییٰ بن مَعین،

ابو زُرعة الرّازی،

البُخاری۔ دونوں کتابوں 'کبیر' اور 'صغیر' میں۔

النّسائی،

ابو حفص الفلاّس،

---

۱ - علی بن ابی بکر، ف ۸۰۷ھ۔ اسی نام کے ایک اور ہیثمی کی وفات ۸۰۷ھ میں مذکور ہے۔

۲ - احمد بن عبداللہ، ف ۲۶۱ھ۔

۳ - ۷۱۴ - ۷۴۴ھ۔

Marfat.com

ابو احمد بن عَدِی : ان کی تصنیف ' الکامل ' ہے ۔ اس سے قبل جتنی کتابیں لکھی گئیں ان سب میں کامل ترین اور عظیم ترین ہے ۔ لیکن انھوں نے بہت وسعت دے دی ہے اور جس کسی کے احوال ذرا بھی موضوع بحث رہے ہوں اس کو شامل کر لیا ہے خواہ وہ ' ثقہ ' ہی کیوں نہ ہو ۔ نیز یہ بات بھی کچھ اچھی نہیں کہ ' ناقص ' لوگوں پر ' کامل ' کا نام چسپاں کیا جائے ۔

ابو الفضل بن طاہر[۱] نے اس کا ذیل ' تکملۃ الکامل ' لکھا ہے ۔

ابو جعفر العُقَیلی[۲] ۔ ان کی کتاب سَعید السُّعَداء[۳] کے وقف میں شامل ہے ۔ المحب بن الشِّحْنہ[۴] کے پاس اس کا مستند اور صحیح نسخہ تھا ۔

ابو حاتم ابن حِبّان ،

دارَ قُطنی ،

ابو زکریاء الساجی[۵] ،

الحاکم ،

ابو الفتح الاَزْدی ،

ابو علی بن السَّکَن ،

ابن الجوزی ۔ ان کی کتاب کو ذہَبی نے مختصر کیا اور اس کا ذَیل بھی لکھا ۔ یہ دو جداگانہ تصنیفیں ہیں اور ان کا بیشتر حصہ ' مِیزان ' میں یکجا ہے ۔ بعد میں آنے والوں نے اسی پر تکیہ کیا ہے ۔

۱ ۔ محمد بن طاہر ، ف ۵۰۷ھ ۔
۲ ۔ محمد بن عمرو ، ف ۳۲۲ھ ۔
۳ ۔ قاہرہ کا ایک صوفی مرکز جس کی بنا ۵۶۹ھ میں رکھی گئی ۔
۴ ۔ محمد بن محمد بن محمد بن محمود ، ۸۰۴—۸۹۰ھ ۔
۵ ۔ غالباً ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ الساجی ، ف ۳۰۷ھ ۔

Marfat.com

انھوں نے ابن عدی کی پیروی میں ہر اس شخص کو لے لیا ہے جس کے احوال ذرا بھی موضوع بحث رہے ہوں خواہ وہ ثقہ ہی کیوں نہ ہو، البتہ انھوں نے اس کا التزام کیا ہے کہ صحابہ اور [ص : ۱۱۰] مانے ہوئے اماموں میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا۔ الزّین العراقی نے ایک جلد میں اس کا ذیل لکھا ہے۔ ہمارے شیخ (ابن حجر) نے اس میں سے ان اشخاص کو چنا جن کا ذکر 'تہذیب الکمال' میں نہیں پایا جاتا پھر راویوں کے بارے میں جو کچھ ذہبی سے چھوٹ گیا تھا وہ اور اس کے ساتھ نئے 'تراجم' (تذکروں) کا اضافہ کر کے اپنی کتاب 'لسان المیزان' میں تنقید اور تحقیق سے کام لیا۔ میں نے انھیں کی نگرانی میں اس پر مزید کام کیا اور بہت سی کارآمد باتیں اس میں بڑھائیں۔ اس کے علاوہ ابن حجر کی دو اور کتابیں ہیں: 'تقویم اللسان' اور 'تحریر المیزان'۔ ذہبی کی ضعفاء کے بارے میں ایک مختصر بھی ہے جس کا نام 'المغنی' ہے اور ایک اور کتاب ہے جس کا نام 'الضعفاء و المتروکین' ہے۔ انھوں نے اس کا ذیل بھی لکھا ہے۔ بعض نے ضعفاء میں سے صرف وضّاعین (حدیثیں گھڑنے والوں) کو، بعض نے صرف مدلّسین (اوپر کے شیوخ سے حدیث سننے کا دھوکا دینے والوں) کو، اور بعض نے مختلطین (گڈمڈ کرنے والوں) کو چنا ہے۔ ذہبی نے ایک کتاب 'معرفة الرّواة المتکلّم فیهم بما لا یوجب الرّدّ' بھی لکھی ہے۔

ان کے علاوہ وہ کتابیں ہیں جو ثقات اور ضعفا دونوں کو شامل ہیں۔ مثلاً ذیل کی کتابیں:-

ابن أبی خیثمة۔ ان کی کتاب بڑی مفید ہے۔

ابن سعد: الطبقات،

البخاری کی تینوں تاریخیں: (۱) الکبیر۔ اس کی ترتیب حروف معجم کے مطابق ہے اور ابتدا 'محمد بن' (محمد نام کے اشخاص) سے۔ (۲) الاوسط۔

Marfat.com

اس کی ترتیب سنہ وار ہے ۔ (۳) الصغیر ۔ مَسْلَمة بن قاسم[1] نے ایک جلد میں 'الکبیر' کا ذیل لکھا ہے جو ' الصِّلَة ' کے نام سے موسوم ہے ۔ ہمارے شیخ (ابن حجر) کے ارشادات میں میں نے ایسا ہی لکھا دیکھا ہے ۔ خود میرے پاس جو کتاب الصلة ہے وہ اس کے مولف کی اپنی کتاب موسوم بہ ' الزّاھِر ' کا ذیل ہے ، جیساکہ خطبے سے پتا چلتا ہے ۔ مخصوص طور پر الکبیر کے ' مُحَدِّثِین ' والے جز کا ذیل دارَ قُطنی نے اور ان کے بعد ابن المحب" نے لکھا ۔ الخطیب نے اپنی کتاب ' المُوضِح لِاَوهام الجَمْع والتَّفْرِیق ' (ایک جلد) میں بخاری کا ' تَعَقُّب ' کیا (= غلطیاں پکڑیں) ۔ ان سے پہلے ابن ابی حاتم نے ایک ضخیم جلد میں جو میرے پاس ہے بخاری پر تنقید کی ، البتہ ان کی ایک کتاب ' الجَرْح و التَّعْدِیل ' کئی جلدوں میں ہے جس میں وہ بخاری کے نقش قدم پر چلے ہیں ۔ ایک مولف نے بخاری کی کتاب سے ان اسامی کو چنا ہے جو ' تہذیب الکمال ' میں مذکور نہیں ، لیکن وہ اپنا کام پورا نہ کر سکے ۔

الحسین بن إدریس الانصاری الھَرَوی ، معروف بہ ابن خُرَّم[2] ، نے بخاری کی تاریخ کبیر کے نمونے پر ایک تاریخ لکھی ہے ۔

علی بن المَدِینی کی تاریخ دس حدیثی[3] اجزاء میں ہے ۔

ابن حِبّان نے بھی ' أوهام اصحابِ التَّوارِیخ ' پر جو کتاب لکھی ہے وہ دس جزء میں ہے ۔

ابو محمد عبداللہ بن علی بن الجارُود : الجرح و التَّعدیل ' ۔

مُسلِم : رُواۃ الاِعْتِبار '

النَّسائی : ' التَّمْیِیز ' ۔

---

۱ ۔ ف ۳۵۳ ۔

۲ ۔ ف ۳۵۱ ۔

۳ ۔ جیسے کہ کتب حدیث کے ہوتے ہیں ۔

Marfat.com

ابو یعلیٰ الخلیلی[1] : 'الارشاد' ۔

العماد بن کثیر : 'التکمیل فی معرفۃ الثقات و الضعفاء و المجاھیل' ۔ اس میں انھوں نے المزّی کی 'تہذیب' اور الذہبی کی 'میزان' کو یکجا کرکے اضافے کیے ہیں اور [ص : ۱۱۱] جرح و تعدیل کی بابت اپنی طرف سے بہت کچھ تحریر کیا ہے ۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک اچھے فقیہ کے لیے ، اور اسی طرح ایک محدث کے لیے ، یہ نہایت مفید چیز ہے ۔

الصلاح الصفدی کی 'الوافی بالوفیات' تقریبا تیس جلدوں میں ہے اور حروف معجم کے لحاظ سے مرتب ہے ۔ ہمارے شیخ (ابن حجر) نے جبکہ ان کے علمی کاموں کا آغاز ہی تھا اس کا خلاصہ تیار کیا تھا اور جس وقت فوت ہوئے تو دوبارہ اس کا خلاصہ تیار کر رہے تھے ۔

ہمارے شیخ نے ناصر بن احمد بن یوسف البیسکری[2] کے تذکرے میں ، جن سے وہ ملے تھے اور فیض یاب ہوئے تھے ، لکھا ہے کہ انھوں نے 'تاریخ الرواۃ' سو جلدوں میں جمع کی تھی لیکن وہ ایسی منتشر ہوئی جیسے اس کا وجود ہی نہ تھا گو وہ اس کو پورا بھی نہ کر پائے تھے ۔

(سخاوی کی اپنی کتاب سے متعلق یادداشت) میں نے ایک جامع کتاب حروف معجم کی ترتیب کے مطابق تیار کی ہے ، اس طرح کہ ذہبی کی تاریخ الاسلام کو اصل بنایا اور اس پر بہت سے ان اشخاص کا اضافہ کیا جو ان سے چھوٹ گیے تھے یا بعد میں پیدا ہوئے ۔ لیکن ابھی تک میں اس کے بارے میں اپنا منصوبہ پورا نہیں کر سکا ۔ چنانچہ اس کی خاطر میں نے مندرجہ ذیل کتابوں کا پورا پورا مطالعہ کیا :۔

التہذیب ؛ تہذیب التہذیب ؛ المیزان ؛ لسان المیزان ؛ الاصابہ ؛ الدرر ؛ ۔ ان میں بہت سی چیزیں جو اصل پر اضافے کے قابل ملیں وہ

---

۱ ۔ الخلیل بن عبداللہ ف ۴۴۶ھ ۔

۲ ۔ ۷۸۱ — ۸۲۳ھ ۔

Marfat.com

میں نے مختصر طور پر ماخذ کے حوالہ کے ساتھ ٹانک دیں ۔ العیجلی کی ' ثقات ' ، السبکی اور ان کے بعد الھیثمی نے اس کی جو ترتیب وضع کی ہے اس کو بھی میں نے پیش نظر رکھا ۔ ؛ ابن حبان کی ' ثقات ' حسب ترتیب الھیثمی ۔ گو اس میں بہت کچھ سقم ہے لیکن ' ثقات ' کا اصل نسخہ جو میرے پاس ہے وہ حافظ ابو علی البکری کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ۔ ؛ ابو جعفر العقیلی کی ' الضعفاء ' حاء غیر منقوطہ کے شروع سے ' محمدین ' کے شروع تک سعید السعداء کے نسخے کے مطابق ، اس کے لیے ضروری ہے کہ شریک بن عبداللہ النخعی[1] اور صفوان الاصم جو بعض صحابہ سے روایت کرتے ہیں ، اور عبداللہ بن زیاد بن سمعان[2] کے سوانح کا ابن الشحنۃ کے نسخے سے مقابلہ کرکے میں اپنے نسخے میں اصلاح کروں ۔ ؛ ابن حبان کی ' الضعفاء ' ؛ ابن ابی حاتم کی ' الجرح و التعدیل ' اور بخاری کی ' التاریخ الکبیر ' کا کچھ حصہ ؛ اس (التاریخ الکبیر) میں ہے صرف ' المحمدین ' پر دار قطنی کا جو ' استدراک ' ہے وہ پورے کا پورا ۔ اس کا نسخہ ایک کراسے میں ہے جس کے شروع اور آخر کے چند ورق جدا ہوکر ضائع ہوگئے ہیں ؛ دارقطنی (کے استدراک) پر ابن المحب کا ' استدراک ' جس میں معدودے چند تذکرے ہیں ؛ الخطیب کی تاریخ بغداد کا کچھ حصہ اور ابن النجار نے اس کا جو ذیل لکھا ہے اس کی دوسری اور تیسری جلد ، ان دونوں جلدوں کی ابتدا محمد بن حمزۃ بن علی بن طلحۃ بن علی سے اور انتہا ' المحمدین ' کے خاتمے پر ہوتی ہے ۔ پوری کتاب پندرہ جلدوں میں جامع الحاکم کے اوقاف میں تھی ، اس میں سے جو موجود ہیں وہ پہلی چار جلدیں ہیں ، جن کی [ص : ۱۱۲] انتہا احمد بن علی بن موسیٰ پر ہوتی ہے ؛ کچھ حصہ چھٹی جلد کا جس کی ابتدا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۳) اس میں سے

---

۱ ۔ ف ۱۷۷ یا ۱۷۸ھ ۔

۲ ۔ المہدی کے عہد میں حیات تھے ۔

۳ ۔ اصل میں نقطوں کی جگہ چھوٹی ہوئی ہے ۔

Marfat.com

جو حصہ مفقود ہے وہ جعفر بن یحیىٰ بن ابراہیم بن یحیی سے الحسین بن احمد بن میمون تک کا ہے ؛ ساتویں اور آٹھویں جلد ، یہ دونوں عبداللہ بن محمد بن علی بن احمد پر ختم ہوتی ہیں ؛ نوین جلد ، میرا خیال ہے کہ یہ وہی ہے جو التقیی القلقشندی[1] کے پاس تھی اور ان کے بھتیجے[2] نے اس کا انکار کیا تھا ، شیخ عبدالقادر[3] (کا تذکرہ) اسی میں ہے ؛ کچھ حصہ گیارھویں جلد کا ، اس میں سے چند کتّر اسے شروع سے لے کر ھاء تک کے مفقود ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کی انتہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ؛ اور آخری چار جلدیں جن کی ابتدا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الغرض پانچویں جلد ، کچھ حصہ چھٹی جلد کا ، پوری کی پوری دسویں جلد ، اور کچھ حصہ گیارھویں جلد کا مفقود ہے ۔ میں نے اس کے کچھ اجزا الجمالیہ کے اوقاف میں دیکھے تھے لیکن بعد کو وہ مجھے نہیں ملے ۔

میں نے اس کتاب کی خاطر اس ذیل کے مسودے کا بھی پورا پورا مطالعہ کیا جو التّقیی بن[4] رافع نے ابن النجّار (کے ذیل) پر لکھا ہے ۔ یہ مسودہ خود ان کے ہاتھ کا ہے اور ایک جلد میں ہے لیکن اس میں بہت سے تراجم (تذکرے) اور بعض ترجموں میں سے بعض باتیں کاٹ دی گئی ہیں درآنحالیکہ انھوں نے اس کے اوپر بحرف واحد یہ لکھا ہے کہ '' مُبَیّضه (صاف نسخے) کی بہ نسبت اس میں بہت کچھ کمی ہے اور تھوڑا بہت اضافہ '' ۔ ان کے کہنے کے مطابق ' مبیّضه تین جلدوں میں ہے ' اس کے خطبے میں وہ کہتے ہیں کہ '' میں اس کتاب میں ان علما ' فقہا ' محدّثین ، وزراء اور اُدبا کا ذکر کروں گا جو بغداد میں داخل ہوئے ۔ اگر کسی کا تذکرہ ان دونوں یعنی خطیب اور ابن النجّار یا دو میں سے کسی ایک سے نظر انداز ہوگیا ہے تو اس کو

---

۱ - ابوبکر بن محمد ، ۷۸۳ـ۸۶۷ھ ۔

۲ - بظاہر عبدالکریم بن عبدالرحمن ، ۸۰۸ـ۸۵۵ھ ۔

۳ - بظاہر عبدالقادر بن عبداللہ الجیلانی ف ۵۶۱ھ ۔

۴ - محمد بن رافع ، ۷۰۴ - ۷۷۴ھ ۔

Marfat.com

بھی درج کروں گا "۔ مسودے پر ذہبی نے اپنے ہاتھ سے بحرف واحد یوں لکھا ہے: "کتاب التذییل والصلۃ علی تاریخ بغداد جسے اللہ تعالی کے احسان مند، امام، حافظِ حدیث، طلبہ کے محسن، راویوں کے سردار، تقی الدین محمد بن رافع الشافعی نے جمع کرکے اور ترتیب دے کر اس تاریخ کبیر کا صِلہ (تتمہ) بنایا جسے عراق کے حافظ حدیث محب الدین ابن النجار نے جمع کیا تھا اور اپنی کتاب کو حافظ حدیث ابوبکر الخطیب کی تاریخ کے ذیل اور استدراک (اضافہ و اصلاح خطا) کی شکل دی تھی۔ اللہ ان سب کی اور ہماری مغفرت کرے " ھ ق۔

میرے رفیق النجم بن فہد نے مجھے بتایا کہ انھوں نے مبیضہ دیکھا تھا لیکن انھیں یاد نہیں کہ کس جگہ دیکھا تھا۔

نیز میں نے ان کتابوں کا بخوبی مطالعہ کیا:

ابو نعیم کی تاریخ اِصبہان کے کچھ حصہ کا،

ابن عساکر: تاریخ دمشق،

ابن یونس: تاریخ المصریین،

الفاسی: تاریخ با تراجم (سوانح)،

الاحاطۃ کا پہلا حصہ،

[ص: ۱۱۳] ابن عبدالملک، 'التکملۃ' نو جلدوں میں سے پہلی پانچ جلدیں، چھٹی جلد کے عنوان 'محمد بن احمد بن عثمان القیسی' تک۔

الاُدفوی: الطالع السعید۔

السلفی: معجم السفر، ایک جلد، نہایت مفید، محمد بن المنذری[1] کے ہاتھ کی لکھی ہوئی۔ وہ اپنے باپ الزکی کا قول نقل کرتے ہیں کہ انھیں السلفی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی جزازات (چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں) کی شکل میں ملی تھی اسی طرح کہ ہر جزازہ میں ایک ترجمہ (ایک شخص کا تذکرہ) تھا۔ انھوں نے اس کا ایک صاف نسخہ تیار کیا

۱۔ محمد بن عبدالعظیم۔ والد عبدالعظیم بن عبدالقوی، ف ۶۵۶ھ۔

Marfat.com

اور ترتیب جیسی کچھ بن پڑی ویسی ہی رہنے دی ، جو ترتیب واجب تھی وہ نہ ہوئی ، چنانچہ اس کی ترتیب وہ نہیں جو ہونی چاہیے ۔ انھوں نے اس میں اہل اصبہان میں سے ایک کو بھی درج نہیں کیا ۔

الدمشیاطی کی معجم ۔ ۴۴ حدیثی اجزا[1] میں ہے ۔ اس کا نصف ثانی اس نسخے سے منقول ہے جو التاج بن مکتوم کے ہاتھ کا لکھا ہؤا صُرغتمشیہ میں ہے ، اور باقی کسی اور نسخے سے منقول ہے ۔

البدر الغارقی کی معجم ۔ ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے سے منقول ، اور ابراھیم بن القطب الحلبی کی ' تخریج ' (تصحیح) کے مطابق ۔ اس میں کثرت سے تراجم ہیں ، نیز ان کے باپ القطب کی تاریخ مصر کا وہ ٹکڑا جو ' المحمدین ' سے متعلق ہے ۔

المقریزی کی تاریخ مصر کا شروع کا حصہ ،

المجد عبدالرحمٰن بن عمر بن احمد بن ہبۃ اللہ بن العدیم[2] کی معجم ، بہ تخریج (تصحیح) حافظ الجمال ابو العباس بن الظاہری ،

ابو المعالی الابرقوھی[3] کی معجم ، سعد الدین مسعود الحارثی[4] کی تخریج کے مطابق ، ابن الظاھری کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے سے منقول ،

الذھبی کی ' المعجم الکبیر ' ان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی جو کہ ' محمودیۃ ' میں ہے ۔

التاج السبکی کی معجم، محمد بن یحیی بن محمد بن سعد السمقدسی کی تخریج کے مطابق ، خود ان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ، جو کہ محمودیۃ میں

---

۱ - چھوٹے چھوٹے اجزا جیسے کہ حدیث کی کتابوں کے ہوتے ہیں ۔
۲ - ف ۶۷۷ھ ۔
۳ - احمد بن اسحاق ، ف ۷۰۱ھ ۔
۴ - مسعود بن احمد ، ف ۷۱۱ھ ۔

Marfat.com

ہے ، اس کی دو پتلی جلدیں ہیں ، ۱۷۲ شیوخ کے تذکرے پر مشتمل ہے جن کے حلقے میں مصنف نے حدیث سنی (سماع) یا جنھوں نے مصنف کو روایت کی اجازت (إجازۃ) دی ۔

وہ تذکرے جن کا ابو الحسین احمد بن ایبک الدّمیاطی[۱] نے ابن مَسْدِی[۲] کی معجم سے انتخاب کیا ، تقریباً چار موٹے موٹے کرّاسے ہیں جن میں بہت سے نام ہیں ۔

التاج بن السبکی کی ' طبقات الشافعیۃ الوُسْطیٰ ' اور اس کے وہ حواشی جو إسنَوی کے ذکر کردہ سوانح پر مشتمل ہیں ، نیز وہ جن میں العفیف بن عبداللہ بن محمد بن احمد المدَنی المَطَری نے العماد بن کثیر کی رو سے اس کی فروگذاشتوں کی اصلاح (' استدراک ') کی ہے ۔ ان دو کے علاوہ دیگر کتابوں سے ماخوذ تراجم (سوانح) بھی ہیں اور یہ سب الصلاح الاَقفَہسی[۳] کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں ۔ مزید وہ تراجم اور تتمّے ہیں جو اسی پر یعنی طبقات ابن السبکی پر الجمال بن موسیٰ المرّاکُشی[۴] کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں ، یہ بہت کم ہیں بہ نسبت ان کے جو الاقفہسی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں اور وہ بھی جو اسی پر ہمارے شیخ (ابن حجر) کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں ۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ قاہرہ میں جو نسخہ ہے اس پر ان کے ہاتھ کی یہ تحریر ہے یا نہیں ۔ اتنا ضرور ہے کہ جو کچھ ہے وہ اس کے مصنف کی طرف منسوب ہے ۔ البرہان القیراطی[۵] .[ص : ۱۱۴] نے طبقات پر لکھا ہے :-

طبقاتُ التاجِ منہا
یُرتقی للمغفُرٰتِ

---

۱ - ف ۷۴۹ھ -
۲ - محمد بن یوسف ، ف ۶۶۳ھ - ' مسدی ' کا تلفظ تحقیق طلب ہے -
۳ - خلیل بن محمد ف ۸۲۰ھ -
۴ - محمد بن موسیٰ ، ۷۸۹—۸۲۳ھ -
۵ - ابراہیم بن محمد ، ف ۷۸۱ھ -

Marfat.com

تاج کی طبقات ہی کے ذریعے جنّت کے مقامات تک چڑھا جاتا ہے ۔

بالطِّباق السّبْع عُوِّذ
حسنُ تلک الطّبقاتِ

(آسمان کے) سات طبَق کی پناہ حاصل ہے ان ' طبَقات ' کے حُسن کو ۔

ابن رجب : ' طَبقات الحَنابلة ' یہ ذیل ہے ابو الحسین بن الفرّاء کا ۔

المُحیوی عبدالقادر القُرَشی : طبقات الحنفیة ' اس کا نام ہے ' الجَواهِیر المُضِیّة فی طبقات الحنفیة ' اس کے اوپر الجمال محمد بن ابراہیم المُرشِدی المکی[1] کے ہاتھ کے لکھے ہوئے حواشی اور تراجم بھی ہیں ۔

الموفّق الخزْرَجی : ' تاریخ الیمَن ' کا نصف اول ، اس نسخے سے جو خود ان کے ہاتھ کا لکھا ہؤا ہے اور جس کی انتہا ' العلاء ' پر ہوئی ہے ۔ یہ دو جلدوں میں ہے ۔ شروع میں سیرت ہے ، پھر خلفا المُستعصِم عبداللہ بن المُستنصِر العباسی تک ، پھر ان کے بعد کے خلفاء الظاہر بَرْقُوق تک ، تھوڑے بہت ' حوادث ' اور ' وَفَیات ' (تاریخہائے وفات) کا ذکر بھی ہے ۔ اس پر مولف (رح) نے اپنے یہ شعر لکھے ہیں :-

هذا کتابٌ حسنٌ وَضعُهُ
مُستوعِبٌ اعیانَ اهل الیمَنْ

یہ کتاب بڑے اچھے طرز کی ہے ، یمن کے سب بڑے بڑے لوگوں پر حاوی ہے ،

دُرٌّ و یاقوتٌ اذا خِلتَهُ
تخال عِقدا زان جیدَ الزّمَنْ

---

۱ - ۷۷۰-۸۳۹ھ ۔

تم دیکھو تو موتی اور یاقوت ہے ، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہار ہے جو زمانے کے گلے کی زینت ہے

جَمَعْتُهُ أرجُو بِهِ دَعْوَةً
مقبولةً فی السِّرِّ او فی العَلَنْ

میں نے اسے اس امید میں تالیف کیا ہے کہ دعا کرے گا۔ اور دعا مقبول ہوگی خواہ وہ خفیہ ہو یا علانیہ ۔

مِن مُستفیدٍ منه او ناظِرٍ
فَلْیَبْذُلْ عَوْنَهُ لی وله مَنّ و سَنْ

وہ شخص جو اس سے فائدہ اٹھائے گا یا اسے پڑھے گا ، پس جو بھی ہو اسے چاہیے کہ دعا کرے میرے لیے اور اپنے لیے ،

یقول : یا ربِّ اعفُ واغفِرْ وجُدْ
و الطُفْ و سامِحْ و ارْضَ عنّی و عَنْ

بایں الفاظ کہ : اے رب ! معاف کر ، بخش دے ، انعام دے ، مہربانی کر ، درگذر کر ، اور راضی ہو جا مجھ سے اور (اُس) سے "

الکمال ابو حَفْص عمر بن احمد بن العَدیم کی تاریخ حلَب ، جس کا نام ہے ' بُغْیة الطَّلَب ' اس کی کئی جلدیں (میں نے بخوبی مطالعہ کیں) جو ہمارے رفیق الجمال بن السابق الحَمَوی[1] کے پاس خود مولّف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں اور ہمارے رفیق ابن فَہْد نے انھیں اسی نسخے سے نقل کیا تھا ۔ پہلی جلد احمد بن جعفر بن محمد بن عبید اللہ بن المُنادی سے شروع ہوتی ہے اور احمد بن عبدالوارث بن خلیفۃ کے (تذکرے کے) خاتمے پر ختم ہوتی ہے ۔ دوسری جلد جو لگاتار

---

۱ - محمد بن محمد ، ۸۱۱-۸۷۷ھ -

Marfat.com

نہیں اور اس کے بعد کی جلد ، دونوں احمد بن محمد بن مَتّوَیْہ سے شروع ہوتی ہیں اور اُمیّۃ بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے تذکرے کے درمیان میں ختم ہوتی ہیں - چوتھی جلد الحجاج بن ھشام سے شروع اور الحسن بن علی بن الحسن بن متّو اس (کے تذکرے) کے خاتمے پر ختم ہوتی ہے - پانچویں اور اس کے بعد کی جلد دونوں الحسین بن عبیداللہ الخادم سے شروع ہو کر دَعْلَج بن احمد [ص : ۱۱۵] بن دَعْلَج (کے تذکرے) کے درمیان ختم ہوتی ہیں - ساتویں اور اس کے بعد کی جلد دونوں راجح بن اسماعیل الاسدی (کے تذکرے) کے درمیان سے سعید بن سلّام تک - نویں جلد مشرق بن عبداللہ الحلبی سے الولید بن عبدالعزیز بن ابان[1] (کے تذکرے) کے وسط تک ، لیکن اس میں حرف ' ھاء ' نہیں ہے ، جیسی کہ بہت سے مصنفین کی عادت ہے کہ ' ھاء ' کو ' واو ' کے بعد لاتے ہیں -

خاص اس جزء کا مسودہ جو مولف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے میں نے ابن فَہد کے پاس دیکھا - اس پر مولف نے اپنے ہاتھ سے عنوان میں ' چودھویں ' (جلد) لکھا ہے - دسویں جلد میں ' الکُنی ' (کُنیتیں) ہیں اور انتہاء ' انساب ' کے خاتمے پر ہوئی ہے - میں نے اس کتاب کی ایک اور جلد دیکھی ہے جس میں بعض شہروں (بُلدان) کا ذکر ہے - المحب بن الشحنہ کے پاس اس کتاب کے چند جزء مولّف کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے لیکن میں ان کا مطالعہ نہ کر سکا - میں نے اس کتاب کے ذیل کا بھی بخوبی مطالعہ کیا جو العلاء بن خطیب الناصریۃ[2] نے چار حصوں میں لکھا ہے -

ابن فہد کی ظُہَیریّین ، نُوَیریّین ، طَبَریّین ، قَسطلانیّین اور فُہود کے بارے میں جو تصانیف ہیں ان کا بھی میں نے بخوبی مطالعہ کیا - ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ہیں جن کے نام مجھے

---

۱ - اصل : ' امان ' -

۲ - علی بن محمد ف ۸۴۳ھ -

Marfat.com

اس وقت یاد نہیں۔

(ذہبی کی تاریخ الاسلام میں) تیسویں طبقے (الطبقة الثلاثون) میں سے، جو سنہ ۲۹۱ سے صدی کے آخر تک ہے اور دسویں جلد کا آخری حصہ ہے، محمود بن احمد بن الفرّج سے لے کر طبقے کے خاتمے تک کا ٹکڑا چھوٹ گیا ہے۔ البدر البشتکی نے بھی اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے میں جو 'الباسطیّہ' میں محفوظ ہے اس ٹکڑے کو جگہ نہیں دی ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کتابت کرنے سے قبل ہی یہ ٹکڑا پایا نہیں جاتا تھا۔ پس کسی دوسرے نسخے سے اس ٹکڑے کا پتا لگانا چاہیے۔ مدرسته السلطان، مکہ' میں جو نسخہ ہے اس کے ناسخ نے اس ٹکڑے کی جگہ خالی چھوڑ دی ہے۔

ابن ابی حاتم کی 'الجرح' کا بھی کوئی دوسرا نسخہ دیکھنا چاہیے 'مین' (غیر منقوطہ) میں 'اجداد المحمدین' کے تحت، تاکہ محمد بن عبداللہ بن الهیثم العطّار (کا تذکرہ) صحیح صحیح لکھا جا سکے۔ یہ بات میں نے اپنے والد کے منہ سے سنی تھی۔

طبقات الحنفیة میں سے بھی المؤمّل بن مسرور[1] اور میمون بن احمد بن الحسن کے درمیان کے حصے کو جانچ کر صحیح صحیح لکھنا ہے۔

یہ فصل بطور یادداشت کے تھی میرے لیے اور ہر اس شخص کے لیے جو کبھی میری کتاب کو دیکھے گا۔

اسماء الرجال کی بنیادی کتابیں

ایک کتاب 'الاسماء والکُنی' پر امام احمد کی، جسے ان کے بیٹے صالح[2] نے ان سے روایت کیا۔

۱۔ الخُمری، ف ۵۱۶ھ۔

۲۔ ف ۲۶۶ یا ۲۶۵ھ۔

Marfat.com

ایک تاریخ متعلق بہ 'رجال' یحیی بن معین کی، جسے عباس الدُّوری[1] نے ان سے روایت کیا۔

'اَسْئِلۃ (سوالات) ابراہیم بن الجُنید[2] کے، بروایت خود،

" عثمان بن سعید الدارمی کے،

" ابو جعفر محمد بن عثمان بن ابی شیبۃ[3] کے، علی بن المدینی سے،

" ابو عُبید الآجُرّی[4] کے ابو داؤد سے،

" [ص : ۱۱۶] بغدادیوں کے اور مسعود السجزی[5] کے، الحاکم سے،

" ابو القاسم حمزۃ بن یوسف السہمی[6] کے، دار قطنی سے، اور حدیث کے حافظوں سے، جو بہت لوگوں سے مروی ہیں۔

البرقانی[7] کے سوالات دارقطنی سے رجال کی بابت کچھ اور ہی ہیں؛ وہ نہیں ہیں جو ہمارے حلقے میں پڑھائے جاتے ہیں۔

ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ مورّخ کا سروکار صرف ایک مخصوص علم کے لوگوں سے ہو جیسے تفسیر، قرآت، حدیث (یعنی حفاظ وغیرہ)، فقہ (یعنی مروّجہ مذاہب کے امام وغیرہ)، تصوف (یعنی عابد، ناسک اور زاھد)، لغت، نحو، شعر (یعنی قدیم اور جدید شاعر)، طبّ اور کتابت۔

---

۱ - العباس بن محمد، ف ۲۷۱ھ۔

۲ - ابراہیم بن عبداللہ،

۳ - ف ۲۹۷ھ۔

۴ - محمد بن علی بن عثمان۔

۵ - مسعود بن علی، ف ۴۳۸ھ۔

۶ - ف ۴۲۷ھ، مورخ جرجان۔

۷ - احمد بن محمد ف ۴۲۵ھ۔

Marfat.com

یا یہ کہ مورخ کا سروکار صرف ایک مخصوص عہدے سے ہو جیسے خلافت (یعنی عباسی و دیگر خلفا) ، قضاء ، حکومت ، امارت ، وزارت ۔

یا یہ کہ مورخ کا سروکار صرف مخصوص کتابوں کے راویوں سے ہو جیسے :-

' رجال الموطّا ' ابن الحذّاء[۱] کی اور ھبۃ اللہ بن احمد اکفانی کی ۔ موخرالذکر کی ایک کتاب ' تسمیۃ من روی الموطّا عن مالک ' بھی ہے ۔

' رجال البخاری ' ابو نصر الکلاباذی[۲] کی جس کا نام 'الارشاد' ہے ۔

' رجال مسلم ' ابوبکر بن منجویہ[۳] کی ۔

' رجال البخاری و مسلم معاً ' ھبۃاللہ بن الحسن اللالکائی[۳] کی اور ابو الفضل بن طاھر کی، نیز الحاکم کی جیسا کہ 'التقیید' میں ابن نقطۃ[۵] کے قول سے ترشح ہوتا ہے ۔

' رجال ابی داؤد ' ابوعلی الجبّابنی کی ،

' رجال الترمذی ' اور ' رجال النسائی ' پر بہت سے مغربیوں کی تالیفات ہیں ۔

صحاح ستّہ کے رجال پر عبدالغنی المقدسی کی کتاب 'الکمال ' ہے ۔ المزّی نے ' تہذیب الکمال ' میں اسی کو کانٹ چھانٹ کرکے بہتر شکل دے دی ہے ۔ اس کی تلخیص بہتوں نے کی ہے ، منجملہ ان کے :- ذھبی : ' التذھیب ' اور ' الکاشف ' ۔ ہمارے شیخ

---

۱ - محمد بن یحیی ، ف ۴۱۶ھ ۔

۲ - احمد بن محمد ، ف ۳۹۸ھ ۔

۳ - احمد بن علی ، ف ۴۲۸ھ ۔

۴ - ف ۴۱۸ھ ۔

۵ - محمد بن عبد الغنی ، ف ۶۲۹ھ ۔

Marfat.com

(ابن حجر) : ' التہذیب ' اور ' التقریب ' ۔ مُغلطای نے المِزّی کا ذیل لکھا ہے ۔ التقی بن فَہد نے المِزّی اور ہمارے شیخ (ابن حجر) کی کتابوں کو حرف بحرف یکجا کر کے کچھ اضافے کیے ہیں اور نام رکھا ہے ' نہایۃ التقریب و تکمیل التہذیب بالتذہیب ' ۔ ابن کثیر نے ' التہذیب ' اور ' المیزان ' کو کجا کر دیا ہے ، جیسا کہ اوپر ذکر ہؤا ۔

ائمہ ستّہ کے شیوخ پر ابن عساکر کی تالیف ہے جس کا نام ہے ' الشیوخ النُّبَّل '

ذہبی نے ان شخصیتوں پر کتاب لکھی ہے جن کا صحاح ستہ کے مصنفین نے اپنی دوسری تصانیف میں حوالہ دیا ہے اور ' الکاشف ' میں مذکور نہیں ہیں ۔

الزّین العراقی نے ' رجال ابن حبّان ' اور ' رجال الدار قطنی ' پر مستقل کتابیں لکھی ہیں ۔

' رجال العُمدۃ[1] ' پر عبدالقادر الحنفی کی مستقل کتاب ہے جس کا نام ہے ' الاِلمام ' ۔ کسی کی ایک کتاب ان شخصیتوں سے متعلق بھی ہے جن کا ' المشکاۃ ' میں ذکر ہے یا روایت ہے (اسماء من لہ ذکر او روایۃ فی المشکاۃ) ۔

النّوَوی : ' تہذیب الاسماء و اللغات ' یعنی وہ اشخاص اور لغات [ص : ۱۱۷] جن کا ذکر مذہب (شافعی) کی مخصوص کتابوں میں آیا ہے ۔ ان کا کہنا ہے کہ اس تالیف میں انھوں نے ان اماموں اور بڑے بڑے حافظوں کی کتابوں سے مدد لی ہے جو اس بارے میں امامت کے لیے مشہور ہیں اور تمام علما کے نزدیک قابل اعتماد ہیں ، جیسے ' تاریخ ' از بخاری و ابن خیثمہ و خلیفۃ بن خیّاط معروف بہ ' شبّاب ' ۔

' الطبقات الصغری و الکبری ' از محمد بن سعد کاتب الواقدی ۔ یہ خود ثقہ ہیں اگرچہ ان کے شیخ الواقدی ضعیف ہیں ۔

---

۱ - العمدۃ از عبدالغنی الجمّاعیلی ۔

Marfat.com

الجرح و التعدیل ' از ابن ابی حاتم ،
' الثقات ' از ابن حبّان (حاء کے زیر کے ساتھ) ،
' تاریخ نیسابور ' از حاکم ،
' تاریخ بغداد ' از خطیب ،
' تاریخ ھمدان ' مولف کا نام ندارد ،
' تاریخ دمشق ' از ابن عساکر ،

ان کے علاوہ دیگر تاریخ کی بڑی کتابوں سے (انھوں نے مدد لی) اور ان کتابوں سے بھی جو اسماء صحابہ سے متعلق ہیں جیسے ' الا ستیعاب ' از ابن عبدالبرّ و تصانیف ابن مندہ و ابو نعیم و ابو موسیٰ و ابن الاثیر وغیرہ - اسی طرح مغازی اور سیر کی کتابوں سے ، اور ' ضبط الاسماء ' (ناموں کی صحت) کی کتابوں سے جیسے ' المؤتلف و المختلف ' دارقطنی کی ، عبدالغنی بن سعید کی ، خطیب کی ، ابن ماکولا[۱] کی ؛ وغیرہ وغیرہ -

اور (انھوں نے مدد لی) ان کتابوں سے جو ' طبقات الفقہا ' کے موضوع پر ہیں ، ابو عاصم العبّادی کی ، ابو اسحٰق کی ، اور ابو عمرو بن الصلاح کی - موخرالذکر کتاب ٹکڑوں میں ہے - میں نے کانٹ چھانٹ کرکے ان کو ترتیب دینا شروع کیا ہے - یہ بہت خوب کتاب ہے ، اس جیسی تو کیا اس کے لگ بھگ بھی کوئی اور تصنیف نہیں - جہاں تک فقہا کی بابت معلومات کا تعلق ہے کوئی اور کتاب ایسی نہیں جو اس سے بے نیاز کر دے - جو شافعیؒ کے مذہب سے تعلق رکھتا ہو اس کے لیے اس کتاب سے واقف نہ ہونا ایک عیب ہے -

' رجال شرح معانی الآثار للطحاوی[۲] ' از البدر العینی ،

مندرجہ ذیل کتابوں میں سے ہر ایک کے ' رجال ' پر الزّین قاسم

---

۱ - علی بن ھبۃ اللہ ، ف تقریباً ۴۸۵ھ -

۲ - احمد بن محمد ، ف ۳۲۱ھ -

Marfat.com

الحنفی[1] نے لکھا ہے: الطّحاوی، محمد بن الحسن[2] کی موطّا اور ان کی ' الآثار '، ابو حنیفہ کی مُسند از (اشاعت) ابن المُقری، نیز موطّا، مُسندِ شافعی اور سُنن دارقطنی میں سے ہر ایک کے وہ رجال جو صحاح ستّہ (کے رجال) سے زائد میں۔

ابو اسحاق الصّریفینی[3] نے کُتب عشرہ[4] (دس کتابوں) کے رجال پر لکھا ہے۔ ایسی ہی تصنیف ابن الملقّن کی بھی ہے۔

المعین ابوبکر بن نُقطة نے ان راویوں کے تذکرے لکھے ہیں جن کے واسطے سے صحاح ستہ اور دوسری کتب حدیث و مسانید[5] میں اتصال پایا جاتا ہے، اس کا نام ' التقیید ' ہے اور التقی الفاسی المکیؒ نے اس کا ذیل لکھا ہے، اصل اور ذیل دونوں ایک ایک جلد میں ہیں۔

ہمارے شیخ (ابن حجر) نے ' تعجیل المنفعة بزوائد رجال الائمّہ الاربعہ ' ایک جلد میں لکھی ہے۔ ان سے پہلے الشمس الحسینی نے ' التذکرة [ص: ۱۱۸] فی رجال العشرة ' تالیف کی۔ انھوں نے ' التھذیب ' کو مختصر کرکے اس میں سے ان رجال کو حذف کر دیا جو صحاح ستہ میں نہیں ہیں اور ان کا اضافہ کر دیا جو موطّا، مُسند احمد، مسند شافعی مسند ابی حنیفة از (اشاعت) الحارثی[6] میں ہیں۔

ان کے علاوہ رجال پر اور بہت سی کتابیں ہیں جن کا بیان بہت طویل اور احاطہ کرنا دشوار ہوگا۔

---

۱ - القاسم بن عبداللہ بن قطلوبغا، ف ۸۷۹ھ۔
۲ - الشیبانی، ف ۱۸۹ھ۔
۳ - بظاہر ابراہیم بن محمد، ف ۶۴۱ھ۔
۴ - صحاح ستہ اور موطّا اور مسانید احمد و شافعی و ابی حنیفة۔
۵ - جمع مُسنَد۔
۶ - عبداللہ بن محمد، ف ۳۴۰ھ۔

Marfat.com

اپنی کتاب ' جامع ' میں خطیب کہتے ہیں : ' طالب علم کو جن چیزوں کا اہتمام چاہیے منجملہ ان کے یہ ہے کہ محدّثین کی تواریخ اور راویوں کے حالات سے متعلق جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ سب سنے ، جیسے ابن مَعین کی کتابیں ، حسب روایت الحسین بن حِبّان البغدادی[۱] ، اور عبّاس الدُوری کی کتاب اور المفضّل الغَلاّبی کی کتاب اور تاریخیں ابن ابی خَیثمة و حنبل بن اسحاق[۲] و خلیفة بن خَیّاط و محمد بن اسحاق السَّرّاج[۳] و ابو حسّان الزیادی[۴] و ابو زُرعة الدمشقی کی ، اور ' کتاب الجرح و التّعدیل ' ابن ابی حاتم کی ۔ وہ کہتے ہیں کہ تاریخ البُخاری ان سب سے بڑھ کر ہے ۔ اسی سیاق میں وہ ابو العباس بن عُقدہ کا قول پیش کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تیس ہزار حدیثیں لکھ چکا ہو تب بھی اس (تاریخ البخاری) سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ھ ق ۔

یا یہ کہ مورّخ کا سروکار کسی ایک مخصوص صفت رکھنے والوں سے ہو جیسے :-

' المُوتَلِف و المُختلِف ' (جن کے نام کتابت میں ملتے جلتے ہوں لیکن تلفظ میں مختلف ہوں) ۔

' المُتّفِق و المُفتَرِق ' (ایک ہی نام کے دو اشخاص) ۔

الکُنیٰ (کُنیتیں) ، الانساب (نسبتیں) ، القاب ، مُبہمات[۵] ، مُہملات[۶] اپنے باپ ، ماں بھائیوں یا بہنوں سے پہچانے جانے والے ،

---

۱ - ف ۲۳۲ھ -

۲ - ف ۲۷۳ھ -

۳ - ف ۳۱۷ھ -

۴ - الحسن بن عثمان ، ف ۲۴۲ھ -

۵ - مبہمات = جہاں راوی نام نہ بتائے کہ کس شخص سے روایت کر رہا ہے ۔

۶ - مہملات = جس سے روایت کر رہا ہے اس کا نام ' متفق ' ہو یعنی اس نام کے دو شخص ہوں اور تمیز نہ ہوسکے ۔

Marfat.com

سابق ولاحق (ایک شیخ سے روایت کرنے والے دو شخص جو کافی فرق سے آگے پیچھے مریں)، وُحدان (جن سے روایت کرنے والا صرف ایک شخص ہو)، بواسطہ باپ کے دادا سے روایت کرنے والے، کسی مخصوص شخص سے، جیسے زُہری سے روایت کرنے والے۔ اسی طرح کی تالیف عبدالغنی بن سعید کی ہے اُن تابعین کی بابت جنھوں نے عمرو بن شعیب[۱] سے روایت کی۔ ایسی ہی کتاب وہ ہے تابعین سے روایت کرنے والے صحابہ سے متعلق جس کا ذکر اوپر ہؤا[۲]۔ مالک سے روایت کرنے والوں پر تصانیف ہیں دارقطنی کی، اور خطیب کی۔ جس میں سب سے زیادہ معلومات ہیں۔ اور ابن فِہر[۳] کی، اور ابو سعید بن یونس کی، اور ابو القاسم بن شعبان کی، اور ابو القاسم بن الطّحّان[۴] کی، نیز ابو القاسم عیسیٰ بن عبدالعزیز بن عیسیٰ اللّخمی[۵] کی: المسالک فی أسماء الامام مالک ' میں بقدر ایک کرّاسہ، اور الرّشید العطار[۶] کی ' الاعلام ' میں (ان کا ذکر ہے) — بخاری اور مسلم سے روایت کرنے والوں پر دو تصنیفیں ہیں ضیاء الدین کی۔

یا اس کے برعکس کسی مخصوص شخص کے شیوخ سے متعلق تالیفات جو ' مُعجم ' کہلاتی ہیں اور حروف کے مطابق مرتب ہوتی ہیں، یا پھر انھیں ' مَشیخة ' کہتے ہیں اور اس نام کی تالیفات زیادہ عام ہیں، ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ ان کو (حروف کے بجائے) شہروں کے لحاظ سے مرتب کیا جائے گو متذکرہ بالا دو صورتوں کے مقابلے میں اس

۱ - ف ۱۱۸ھ -
۲ - لحظ ص ۹۳ مبق -
۳ - بظاہر ابو الحسن علی بن الحسن بن محمد بن فہرالفہری -
۴ - یحیی بن علی، ف ۴۱۶ھ -
۵ - ف ۶۲۹ھ -
۶ - یحیی بن علی، ف ۶۶۲ھ -

Marfat.com

کا رواج کم ہے - نیز یہ کہ کبھی تو وہ مخصوص شخص خود ہی اپنے شیوخ کو جمع کرتا ہے اور کبھی اس کے علاوہ کوئی اور - میرے خیال میں کوئی بعید نہیں کہ اس قسم کی تالیفات ہزار کے اوپر ہوں - ان سب کے ذکر کرنے میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا ، خاص طور پر اس وجہ سے کہ ان میں سے بیشتر ایسے ہیں جنھوں نے شیوخ کے سوانح دیے ہیں - یہی عمل بہت سے ان لوگوں کا ہے جنھوں نے مخصوص صفات رکھنے والوں سے متعلق تالیفات کی ہیں - ان میں سے اکثر کا میں ' فتح المُغیث ' میں ذکر کر بھی چکا ہوں ، منجملہ ان کے یہ ہیں :-

[ص : ۱۱۹] السِّلفی : ' معجم بغداد ' و ' معجم إصْبَہان ' و ' معجم السَّفَر '

عِیاض ،

ابو سعد بن السَّمْعانی : ' التَّحْبیر ' - اور ان سے پہلے ان کے باپ ابو المظفّر[1] اور

ابو المَواهب بن صَصْرَی[2] ، اور

ابن عساکر ، ان کی ' معجم النِّسْوان ' بھی ہے -

ابن النجّار : بغداد کی مخصوص معجم ، نیز دوسرے شہروں کی -

الحافظ عزّ الدین الحاجب الاَمینی[3] ،

المُنذِری ،

الرشید العطّار ،

---

۱ - السمعانی کے دادا مراد ہیں : منصور بن محمد ، ف ۴۸۹ھ -

۲ - الحسن بن هبة الله ، ف ۵۸۶ھ - ساتویں صدی هجری میں اس خاندان کے بہت سے افراد نمایاں حیثیت رکھتے تھے - ہوسکتا ہے کہ یہاں کوئی اور فرد مراد ہو -

۳ - عمر بن الحاجب -

Marfat.com

ابن متشدری ،
الدّمشیاطی ،
القُطشب الحلبی ،
البیرزالی ،
ابو حیّان ،

الذّھبی : بڑی ، چھوٹی اور مختصر تین کتابیں ان کی ہیں اور انھوں نے العلاء علی بن ابراہیم بن داؤد بن العطار کی معجم بھی اصلاح کے بعد شائع کی[۱] ۔

ابن حبیب[۲] : معجم ، ذھبی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی المُویّدیّہ[۳] میں موجود ہے ۔

ابن العدیم ،
التّقیی بن رافع ،
المَجد اسماعیل الحنفی ،
الجمّال بن ظُہیرة[۴] ۔ بہ تخریج الاَقشفہشی ،
البُرھان الحلبی ۔ جمع کردہ ابن حجر و ابن فہد ،

ہمارے شیخ (ابن حجر) کی اپنی معجم ، اور التّنُوخی[۵] ، القِبابی[۶] ، اور مریم الاَذرعیّہ[۷] وغیرھم کی ۔

---

۱ ۔ اصل عبارت کی رو سے : " العلاء نے ذھبی کی معجم اصلاح کے بعد شائع کی " ۔ العلاء ف ۷۲۳ھ ۔

۲ ۔ الحسن بن عمر ، ف ۷۷۹ھ ۔

۳ ۔ قاہرہ کے آثار قدیمہ میں مشہور ہے ، اس کی تکمیل ۸۱۹ھ میں ہوئی ۔

۴ ۔ محمد بن عبداللہ ، ۷۵۱—۸۱۷ھ ۔

۵ ۔ ابراہیم بن احمد ، ۷۰۹—۸۰۰ھ ۔

۶ ۔ عبدالرحمٰن بن عمر ، ۷۴۹—۸۳۸ھ ۔

۷ ۔ مریم بنت احمد ، ۷۱۹—۸۰۵ھ ۔

Marfat.com

الجمال بن موسیٰ نے الزّین ابی بکر المرّاغی[۱] کی معجم لکھی۔

ابن فہد نے اپنی، اپنے باپ کی، ابن المراغی[۲] کی، اور بہت سے لوگوں کی (معجم لکھی)

اس کتاب کے مصنّف (السخاوی) نے خود اپنی معجم تین جلدوں میں لکھی، نیز الرشیدی[۳]، اور الشہاب العقبی[۴] اور التّقی اشمُنّی[۵] کی معجم لکھی۔

اس فن کے قدیم مصنفین یہ ہیں:-

ابو یوسف یعقوب الفسوی، انھوں نے شیوخ کو ان شہروں کے لحاظ سے ترتیب دیا ہے جہاں جہاں وہ گیے ہیں۔ ان کے بعد

الحافظ ابو یعلیٰ الموصلی[۶]، ان کے بعد

ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن حمزۃ الاصبہانی[۷]، ان کے بعد

الطّبرانی جن کی دو معجمیں ہیں ایک درمیانی اور ایک چھوٹی، اور

ابو احمد بن عدیؔ الجُرجانی،

ابوبکر الاسماعیلی[۸]،

ابو الشّیخ،

ابو احمد العسّال،

---

۱ - ابوبکر بن الحسین، ف ۸۱۶ھ -

۲ - بظاہر محمد بن ابی‌بکر، لحظ ص ۹۰ سبق -

۳ - محمد بن عبداللہ، ۷۶۲ھ-۸۵۴ھ -

۴ - احمد بن محمد، ۸۶۱ھ -

۵ - احمد بن محمد، ۸۰۱-۸۷۲ھ -

۶ - بظاہر احمد بن علی بن المثنّی، ف ۳۰۷ھ -

۷ - ف ۳۵۳ھ -

۸ - احمد بن ابراہیم، ف ۳۷۱ھ -

Marfat.com

ابوبکر بن المُقری[1]، نیز انھیں کے طبقے کے اور لوگ ۔ ان کے بعد

ابو نُعَیم الاِصْبہانی ،
ابو الحسین بن جَمیع[2] ،
ابو ذَرّ الھَرَوِی[3] ،
ابو علی بن شاذان[4] ،
ابو الحسین بن المُھتَدِی باللہ[5] ،
ابو عبداللہ القُضاعی ۔

یا وہ اشخاص جو ایک مخصوص نام کے حامل ہوں ، اس فن کی تالیفات یہ ہیں :-

الطَّبَرانی : ' من اِسمُہ عَطاء ' (عطاء نام کے اشخاص)
الدِّمیاطی : من اِسمُہ عبدالمومن
عِوَض[6] (مولّف) : عِوَض نام کے اشخاص پر ۔ مولّف نے اس کتاب کا نام رکھا ہے ۔ ' شِفاء المَرَض فیمن سُمِّی بعِوض ' ۔

ہمارے شیخ (ابن حجر) کی تالیف ابو الفضل احمد نامی اشخاص پر ہے ۔

اس کے علاوہ اور بہت سے اس فن کے مصنفین ہیں ۔

یا مورّخ کا سروکار ہوتا ہے ' مُعمَّرِین ' (عمردراز پانے والوں) سے ، چنانچہ جاہلیت اور آغاز اسلام سے متعلق بہت سے ' اَخبار ' کے عالموں نے لکھا ہے ۔

---

۱ - محمد بن ابراہیم ، ف ۳۸۱ (؟) ھ ۔
۲ - محمد بن احمد ، ف ۴۰۲ھ ـ جَمیع یا جُمَیّع ؟
۳ - عبد بن احمد ، ف ۴۳۴ھ ۔
۴ - الحسن بن احمد ، ف ۴۲۶ھ ۔
۵ - محمد بن علی ، ۴۶۵ھ میں حیات تھے ۔
۶ - عوض بن نصر ، ف ۷۴۷ھ ۔

Marfat.com

اور اسلام کے دور سے متعلق ذهبی نے ایک کرّاسة لکھا ہے اور ہمارے شیخ (ابن حجر) نے بھی -
[ص : ۱۲۰] یا (مورّخ کا سروکار ہوتا ہے) ' الشُبّان (نوجوانون) سے ، جیسا کہ ابن عساکِر کی ایک جزء کی کتاب میں ہے -

یا (مورّخ کا سروکار ہوتا ہے) ایک مخصوص زمانے سے ، جیسے :-
الصلاح الصَّفَدی : ' عنوان - یا آعوان - النَّصر فی آعیان العَصر ' یہ کتاب چھ جلدوں میں ہے -
ابوحَیّان : ' مَجانی الهَصر فی آعیان العصر ' - انھیں کی ایک اورکتاب 'النُّضار فی المَسْلاة عن ابنة (ابنته ؟) نُضار' ہے جو 'الرِحلة'[1] سے ملتی جلتی ہے اور مفید ہے -
الشّہاب بن فضل الله : ' ذهَبیّة القَصر فی آعیان العَصر '
التّقِی المَقریزی : العُقود الفَریدة ' دو جلدوں میں -
ہمارے شیخ (ابن حجر) ، ' الدُّرَر الکامنة فی آعیان المائة الثّامِنة '
راقم (السخاوی) : ' الضّؤ اللاّمِع لِاَهل القَرن التّاسِع '
اسی قبیل سے وہ لوگ ہیں جن کی تالیفات مخصوص حکمران خاندانوں سے متعلق ہیں :-
ابو شامہ : ' الرّوضَتَین فی آخبار الدّ و لَتَین ' - انھوں نے خود ہی اس کا ذیل بھی لکھا ہے اور دونوں میں ' حوادث ' بھی درج ہیں -
لِسان الدین بن الخطیب : طُرفة العَصر فی دّولة بنی نَصر ' تین جلدوں میں - اور ' رَقم الحُلَل فی نَظم الدّوَل ' (اُرجوزة) -
ابوبکر بن عبدالله بن ایبک الدّواداری : ' النُّکَت الملوکیّة الی الدّولة التُّرکِیّة ' ایک جلد میں ان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ابن فَہْد کے خاندانی ذخیرہ کتب میں موجود ہے -

---

۱ - الرحلة - سفرنامہ ، یہاں خاص طور پر ابن رشید کی ' الرحلة ' کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے ، لحظ ص ۱۶۲ لحق -

Marfat.com

البَدْر حسَن بن عمر بن حَبیب : ' دُرّۃ الاَسْلاک فی دَولۃ الاَتراک ' ، پوری کی پوری سجع میں ہے ۔ اس کا ذیل ان کے بیٹے طاهر۱ نے لکھا ہے ۔

المَقریزی : ' السُّلوک ' چار جلد ۔ انھوں نے اس میں صرف ان کو لیا ہے جو فاطمیوں کی حکومت کے زوال اور خاتمے پر مصر کے بادشاہ ہوئے یعنی کرُد ایوبی فرمانروا اور ترکی اور چرکسی غلام بادشاہ (سلاطین مَمالیک) نیز ان کے زمانے میں جو حوادث رونما ہوئے انھیں بھی مختصراً درج کیا ہے اور خدا کی مشیت کے مطابق جو ' وَفَیات ' ہوئیں ان کا سال بسال ذکر کیا ہے ۔ کتاب کی انتہا مصنّف کے سنہ وفات پر ہوتی ہے ۔ میں نے ' التِبْر المَسْبوک ' میں اس کا ذیل لکھا ہے اور بھی کئی ' مُہمل ' لوگوں نے اس کا ذیل لکھا ہے جن کی بات کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی ان پر بھروسا کیا جا سکتا ہے ۔

یا مورّخ کا سروکار اس بات سے ہوتا ہے کہ ایک مخصوص شخص پر مستقل کتاب لکھے ' الجواھِر والدُّرَر ' کے آخر میں میں نے اس موضوع پر جو ' خاتمہ ' لکھا ہے ویسا مجھ سے پہلے کسی نے نہیں لکھا۔ اس میں ذکر ہے ان کا جنھوں نے مستقل کتابیں لکھیں سیرت نبویہ پر اور ہمارے نبی (صلعم) کے علاوہ دوسرے انبیا (علعس) پر ، صحابہ (رض) پر ، مانے ہوئے اماموں پر ، بادشاہوں پر ، اور ان کے علاوہ عالموں (حدیث کے) حافظوں ، محدّثوں ، زاہدوں اور شاعروں پر — ان سب باتوں کا پتا وہاں سے ، نیز تصانیف سے ، لگایا جا سکتا ہے ۔

اس فن میں میری مستقل کتابیں یہ ہیں :-

[ص : ۱۲۱] صحاح ستّۃ کے مصنفین پر ، ان میں سے ہر ایک کی کتاب کے ختم کی تقریب میں ۔

ابن ھشام پر ، ان کی سیرت کے ختم کی تقریب میں ۔ نیز

---

۱ - ف ۸۰۸ھ ۔

Marfat.com

ابن سیّدالناس پر اور

بیہقی پر : ' الدلائل ' کے ختم کی تقریب میں ،

عیاض پر : ' الشفاء ' کے ختم کی تقریب میں ،

النوَوِی پر ایک جامع کتاب ،

العَضُد[1] پر ،

ابن ھشام النحوی[2] پر ،

ہمارے شیخ (ابن حجر) پر ایک بڑی نفیس کتاب دو جلدوں یا ایک جلد میں ، اور وہی ' خاتمہ ' جس کا حوالہ اوپر گزرا ۔

نیز اور بہت لوگ ہیں (جن پر میری تصانیف ہیں) ۔ ہاں ! میں نے ایک مستقل کتاب ابن عربی پر لکھی ہے جو ایک جلد میں ہے اور اس کا خلاصہ ایک کُرّاسے میں ہے وغیرہ وغیرہ ۔

یہ کچھ تو ہے ہی ، اس پر مزید میری وہ تصانیف ہیں اس موضوع سے متعلق جن کا میں نے جابجا ذکر کیا ہے مثلاً :

' التِبر المَسبوک فی الذّیل علی السّلوک ' ۔ سنہ ۸۴۵ سے لے کر آخر وقت تک وَفَیات اور حوادث پر مشتمل ہے ۔ اس کی کئی جلدیں ہیں ۔

'' وجیز الکلام فی الذّیل علی دُوَل الاسلام ' ۔ وفیات اور حوادث پر مشتمل ہے ، بڑے اختصار کے ساتھ البتہ آخری سنہ اس سے مستثنیٰ ہیں ۔ ابتدا سنہ ۷۴۵ھ سے اور انتہا موجودہ وقت پر ہوتی ہے ۔ ایک جلد یا دو جلدوں میں ہے ۔

' الذیل علی القُرّاء لابن الجزَری ' اور ' الذیل علی قُضاۃ مصر لشیخنا (ابن حجر) ' ۔ دونوں ایک ایک جلد میں ہیں ۔

' الضّوء اللّامیع لاھل القرن التاسع ' پانچ جلدوں میں ہے ۔

' الشفاء من الاَلَم فی وفَیات ھذین القرنَین من العرب والعَجَم '

---

۱ ۔ بظاہر عبدالرحمن بن احمد الایجی ، ف ۷۵۶ھ ۔

۲ ۔ عبداللہ بن یوسف ، ف ۷۶۱ھ ۔

Marfat.com

ایک معجم ان (شیوخ) کی جن سے میں نے روایت کی ، تین موٹی موٹی جلدوں میں ،
اور بہت سی کتابیں جیسے ' الکُنیٰ ' اور ' الالقاب ' ایک ایک جلد میں ۔
خدا سے امیدوار ہوں کہ خاتمہ بالخیر ہو اور دل میں کوئی برائی باقی نہ رہے ۔

یا (مورّخ سروکار رکھتا ہے) کسی مخصوص مقام کے باشندوں سے ۔ میرے علم میں جو اس قسم کے مصنّفین ہیں انھیں میں نے بہ لحاظ ترتیب ' بِلاد ' (مقامات) مطابق حروف معجم سلسلہ وار لکھا ہے :۔

اَبِیوَرد

ابو المظفّر محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن اسحاق الاَبیوردی الاَدیب[1] ، ان کی ایک دلچسپ کتاب ہے جس کا نام ہے ' بهرة الحُفّاظ ' ۔ اس میں انھوں نے ابیورد کے ساتھ ساتھ نَسَا ، کُوفَن[8] ، غازیان اور اس اطراف کے دوسرے بڑے بڑے شہروں کو بھی شامل کر لیا ہے ۔ یہ ابن العدیم کا قول ہے ۔ غالباً یہی ہیں جن کا حوالہ ' خراسان ' کے ذیل میں ملتا ہے ۔

اَذرِبیجان

ابن ابی الهیجاء الرّوّادی[2] ،

اَرّان

البَرْدَعی ،

---

۱ ۔ ف ۵۰۷ھ ۔

۲ ۔ ابو الهیجاء بن الروّاد چوتھی صدی ھ کے وسط میں تھے ۔

اِربِل

ابو البرکات المبارک بن احمد بن المبارک بن موھوب بن المستوفی[1] - ان کی کتاب کا خود ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ پانچ جلدوں میں ہے - بیشتر اس میں ادیبوں اور بادشاہوں کا ذکر ہے - سلیمان بن عبداللہ بن ابی الحسن الزنجانی المکی نے اس کا اختصار کیا ہے -

اَستراباذ

[ص : ۱۲۲] ابو سعد عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن ادریس الادریسی الاستراباذی[2] -

اس شہر کی تاریخ کا تکملہ ابوالقاسم حمزۃ بن یوسف السہمی نے لکھا ہے -

اِسکَندَریّہ

ابو المظفّر منصور بن سلیم[3] ، چار جلدوں میں ،

ابو الفضائل ؟ ،

ابو علی الحسن بن عمر بن الحسن المصباغ[4] نے اس شہر کے ' فضائل ' (امتیازی خوبیاں) جمع کی ہے -

محمد بن قاسم بن محمد النُّویری السکندری المالکی[5] نے اس

---

۱ - ف ٦۳۷ھ -

۲ - ف ٤۰۵ھ -

۳ - ف ٦۷۳ھ -

۴ - پانچویں صدی کے نصف اول میں تھے -

۵ - تاریخ وفات صحیح نہیں معلوم -

Marfat.com

بڑے واقعہ کو بیان کیا ہے جو سنہ ٦٧ (٧) کے آغاز میں فرنگیوں کے ہاتھوں پیش آیا جبکہ انھوں نے شہر پر قبضہ کر کے دولت لوٹی اور مردوں اور عورتوں کو قید کیا۔ یہ کتاب تین جلدوں میں ہے لیکن وہ ایک بات کرتے کرتے دوسری بات کی طرف بھٹک جاتے ہیں۔ وہ کتاب کا آغاز (مسلمانوں کے ہاتھوں) اس شہر کی فتح کے بیان سے کرتے ہیں اور اس کو اتنا طول دیتے ہیں کہ اس بیان کے مقابلے میں وہ واقعہ ایک تیل کی طرح معلوم ہونے لگتا ہے۔

اشبیلیہ

ابوبکر محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن قسّوم الاشبیلی[1] : مجالس الابرار فی معاملة الخیار۔ وہاں کے صالحین کے اخبار پر مشتمل ہے۔

اصبہان

ابو عبداللہ حمزة بن الحسین المؤدّب[2]،

ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مَردَوَیہ[3]،

ابو زکریا یحییٰ بن ابی عمرو عبدالوہّاب ابن الحافظ ابی عبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مَندة۔ خود ابو زکریا اور ان کے دادا (ابو عبداللہ) دونوں (صاحب تصنیف ہیں)۔

ابو الشیخ بن حیّان،

ابو نُعیم احمد بن عبداللہ۔ ان کی کتاب سب سے جامع اور حروف پر مرتب دو جلدوں میں ہے۔

ابوبکر محمد بن ابی علی احمد بن عبدالرحمٰن المُعدّل۔

---

۱ - ت ٥٦٣٩ھ۔

۲ - چوتھی صدی ھ۔

۳ - ٣٢٣ـ٤١٠ھ یا ٤١٦ھ۔

Marfat.com

اشبُونَہ

ابن ادریس -

افْرِیقیہ

ابراہیم بن القاسم بن الرّقیق القیرُوانی الکاتب - کئی جلدوں میں ،
محمد بن یوسف الورّاق[1] ،
ابن الدّبّاغ الانصاری - ساتویں صدی میں المُنذری کے طبقے سے تھے -
ابو العرّب محمد بن احمد بن تمیم التّمیمی القیّروانی الحافظ - ان کی کتاب وہاں کے شہریوں کے طبقات پر ہے -
ابوبکر المالکی - انھوں نے وہاں کے علما پر کتاب لکھی ہے -
ایک مستقل کتاب وہاں کے عابدوں پر بھی ہے -

الأنْدَلُس

ابو غالب الغرْناطی[2] ،
ابو عبداللہ الحُمَیدی[3] - ان کی کتاب کا نام ' جذْوۃ المُقْتَبِس ' ہے -
ابو الولید بن الفرَضِی : ' الاحتفال فی تراجم الرّجال ' یعنی وہاں کے اصل باشندے ، نیز وہ جو وہاں آ کر بسے - انھوں نے کتاب کی

---

۱ - ف ۳۶۳ھ -
۲ - المقّری نے ابن غالب (محمد بن ایوب) الغرناطی کی ' فرحۃ الانفس فی اخبار اهل الاندلس ' کا ذکر کیا ہے -
۳ - محمد بن فتوح ، ف ۴۸۸ھ -

Marfat.com

ابتدا دوسری صدی کے آغاز سے کی ہے اور انتہا چوتھی صدی کے خاتمے پر۔

اس کے ذیل یہ ہیں:-

ابن بَشْکُوال : ان کی کتاب کا نام 'الصلة' ہے۔

ابو جعفر بن الزبیر[1]،

[ص : ۱۲۳] ابو عبداللہ محمد بن الاَبّار القُضاعی الاَنْدَلُسی : 'التکملہ'۔ قاضی الجماعة ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عبدالملک الانصاری المَرّاکُشی[2] : 'الذّیل والتکملة لکتابَی المَوْصول والصّلہ'۔ یہ ایک جامع کتاب کئی جلدوں میں ہے۔

ابو مروان حَیّان بن خلَف بن حسین بن حَیّان الاندلسی[3]۔ ان کی دو کتابیں ہیں: ایک بڑی ہے جس کا نام 'المُبین' ہے، ساٹھ جلدوں میں؛

دوسری 'المُقتَبِس' ہے دس جلدوں میں۔

ابو عمر بن عات[4] : 'رَیحانة التَنفُّس فی علماء الاندلس'

ابو عامر محمد بن احمد بن عامر البَلَوِی الطُرطوسی[5] : 'دُرَر القَلائد وغُرَر الفَوائِد فی اخبار الاندلس وامرائها وطبَقات علمائها وشُعَرائها'۔

ابو حَیّان۔ ان کی کتاب اندلس کے زندیقوں پر ہے۔

ابو عبداللہ بن حارث۔ انہوں نے تمام اندلسیوں کو یکجا کر دیا ہے۔

---

۱ - احمد بن ابراہیم، ف ۷۰۷ یا ۷۰۸ھ۔

۲ - ساتویں صدیھ۔

۳ - ف ۴۶۹ھ۔ اصل 'ابو مرور' (بجائے 'ابو مروان') غلط ہے۔

۴ - احمد بن ہارون، ف ۶۰۹ھ۔

۵ - ف ۵۵۹ھ۔

Marfat.com

اُموی مَروانی خاندان میں سے اندلس کا پہلا بادشاہ عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ھیشام بن عبدالملک بن مروان بن الحکَم بن ابی العاص الاُموی المَروانی ہؤا جو ۳۳ سال تخت نشین رہا - اس کے بعد اس کا بیٹا ھیشام تخت پر بیٹھا - چوتھی صدی کے خاتمے تک حکومت اسی کی اولاد میں رہی -

باب الاَبْواب

مَشْسوس الدّرٌ بَندی -

بجایه

ابن الحاج[۱] ،
الغُبْرینی[۲] - ان کی کتاب خاص طور پر وہاں کے فضلا پر ہے -

بُخارَی

غُنْجار محمد بن احمد البُخاری الحافظ[۳] - ان کی کتاب کا اختصار السِلَفی نے کیا ہے - اصل میرے پاس ہے -

البَصرہ

ابن دَھْجان[۴] ،
عمر بن شَبّہ[۵] - ان کی کتاب المحب" بن الشحنہ کے ذخیرے میں ہے -

---

۱ - محمد بن محمد ، ف ۷۳۷ھ -
۲ - اصل ' العرینی ' - احمد بن احمد ، ف ۷۱۴ھ -
۳ - ف ۴۱۰ یا ۴۲۲ھ -
۴ - حاجی خلیفه : ' وھجان ' -
۵ - ف ۲۶۳ یا ۲۶۴ھ -

Marfat.com

بغداد

احمد بن ابی طاہر ،

ابن اِسفند یار ،

ابوبکر الخطیب ۔ ان کی کتاب سب سے بڑی ہے ، دس جلدوں میں ، بعد میں آنے والوں نے اسی پر تکیہ کیا ہے ۔ اس کے ذیل یہ ہیں :۔

ابو سعد عبدالکریم بن محمد السمعانی المروزی کا ذیل دس ، یا کچھ کم ، جلدوں میں ہے ۔ اس پر ابو عبداللہ محمد بن سعید بن علی الدُّبَیثی[1] نے ذیل لکھا ہے ۔ یہ السِبط[2] کے پاس ہے اور اس کے دو نسخے مکتّے میں ہیں ۔ القطیعی[3] نے بھی ذیل لکھا ہے اور ابن النّجّار نے بھی ۔ ابن النجار کا ذیل سب سے بڑھ کر جامع ہے ۔ انھوں نے اس میں وہ سب کچھ شامل کر دیا ہے جو ابن السمعانی اور ابن الدّبیثی کی کتابوں میں ہے اور اس پر اضافہ کرکے مفید بنا دیا ہے ۔ اس کی سترہ جلدیں ہیں ۔ الجمال بن الظاھری کے ہاتھ کی لکھی ہوئی جو جامع الحاکم کے اوقاف میں شامل ہیں ، کچھ ان میں سے کم بھی ہوگئی ہیں ۔ کتب خانہ المستنصریہ ' بغداد ، کے خازن ، التاج علی بن انجب ابن الساعی نے اس پر ذیل لکھا ہے ۔ کہا جاتا ہے [ص : ۱۲۴] کہ وہ تیس جلدوں میں ہے ۔ اس پر ایک اور ذیل التّقی بن رافع کا ہے جو تین جلدوں میں ہے ۔ ابو سعد (السمعانی) نے ' الانساب اور ' المعجم ' بھی تصنیف کی ہیں جو تذکروں پر مشتمل ہیں ۔ ابن رافع نے بھی ' المعجم ' اور ' الوفیات ' لکھی ہیں ۔

---

۱ ۔ ف ۶۳۷ھ ۔

۲ ۔ سبط ابن العجمی ، ف ۸۸۴ھ ۔ مراد ہو سکتے ہیں ۔

۳ ۔ محمد بن احمد بن عمر ، ۵۴۶–۶۳۴ھ ۔

Marfat.com

ابوبکر عبید اللہ بن ابی الفتح المَرِستانی[1] نے بھی ایک تاریخ لکھی ہے جس کا نام ہے ' دیوان الاسلام الاعظم بمدینۃ السّلام ' لیکن یہ کتاب ناتمام رہ گئی اور ابن الدُبَیثی کا کہنا ہے کہ اس کا مصنّف بھروسے کے قابل نہیں ۔

خطیب کی تاریخ کا کئی اماموں نے اختصار کیا ہے جیسے ابن مُکَرّم اور الذّھبی ۔

بَلْخ

ابن اسحاق ابراہیم بن احمد بن ابراہیم بن احمد بن داؤد المُستَملی نے وہاں والوں کے ' طبقات ' پر کتاب لکھی ہے ۔

ناصر الدین ابوالقاسم محمد بن یوسف المَدینی الحَنَفی ، جو حنفیوں کی فقہ میں ' النافع ' کے مصنف ہیں ، انھوں نے اس شہر کی تاریخ ایک جلد میں لکھی ہے جو ابن فہد کے کتب خانے میں ہے ۔ اس کی ترتیب حروف پر ہے ۔ آغاز ' محمّدین ' (محمد نام کے اشخاص) سے ہوتا ہے ، اس کے بعد ' احمدین ' (احمد نام کے اشخاص) ہیں اور اس کے بعد ' ابراھیم ' ۔ ' الکُنتی ' (کُنیتیں) ' الاسماء ' (ناموں) کے ساتھ ہی درج ہیں ۔ وہاں کے شعرا پر ان کی ایک مستقل تالیف ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ ' تاریخ ' کی تالیف میں انھوں نے ان کتابوں سے مدد لی ہے : ابو عبداللہ محمد بن جعفر الجُنویباری الوَرّاق[2] کی ' طبقات ' جس کو مصنّف نے اس ملک کی تاریخ بنا دیا ہے ۔ اس کی ترتیب ' الاَمْصار ' (شہروں) پر ہے نہ کہ (اشخاص کے ناموں پر) حروف کے لحاظ سے ۔ ابو اسحاق کی تالیف جو وہاں کے علما کے اخبار پر مشتمل ہے اور [جس کا آغاز انھوں نے اپنے آپ سے کیا ہے][3] ، اس کی ترتیب حروف پر ہے اور اس

---

۱ - عبید اللہ بن علی بن المرستانیہ ، ف ۵۹۹ھ ۔

۲ - ۳۰۰ھ کے آس پاس حیات تھے ۔

۳ - اصل : ' المبدأبہ ' (؟) لفظ اور معنی واضح نہیں ۔

Marfat.com

میں کچھ ایسی روایتیں ہیں جو نہ ہونی چاہیے تھیں ــ علی بن الفضل بن طاہر البَلْخی[1] کی تالیف جس میں وہاں کے علما کے تذکرے ہیں ، ان کا زمانہ ابو اسحاق مذکور کے زمانے سے قریب ہے ، کتاب کی ترتیب طبقات پر ہے ــ کتاب البَہجَۃ جو ابو حنیفۃ ، ان کے صاحبیّن یعنی ابو یوسف اور محمد ، اور بعض اصحاب احناف کی بابت لکھی گئی ہے اس لیے کہ ان میں سے بیشتر بلخ کے ہیں ، ان میں تقریباً تیس ایسے ہیں جو کتاب کی شرطوں پر پورے اترتے ہیں - جن کا اس کتاب میں ذکر ہے ان میں آخری شخص ابواللیث الزاهد السمرقندی[2] ہیں - اس میں ابن اسحاق (کی کتاب) سے بھی بہت کچھ لیا گیا ہے ــ عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی کی 'کتاب الکشف' جس میں بلخ کے بہت سے لوگ (مذکور) ہیں جو ابو حنیفہ کے اصحاب میں تھے - مولّف نے اپنی روایت کے وہ سلسلے جن کا تعلق اس شہر سے ہے درج کیے ہیں -

بلنسیہ

ابن علقمہ[3]

بیت المقدس

ابو القاسم مکّیی بن عبدالسلام بن الرُّمَیْلی المقدسی الحافظ[4] نے اُس کی تاریخ اور 'فضائل' کو جمع کیا لیکن تکمیل نہ کر سکے -

ابوبکر محمد بن احمد بن محمد الواسطی الخطیب نے 'فضائل' ایک کر‌اسہ میں جمع کیے -

---

۱ - ف ۴۲۳ھ -

۲ - بظاہر نصر بن محمد ، امام الهدی ، چوتھی صدی ھ -

۳ - محمد بن خلف ، ف ۵۰۹ ھ -

۴ - ف ۴۹۲ ھ -

Marfat.com

[ص : ۱۲۵] الصلاح ابو سعید خلیل بن کیکلدی العلائی ،
ابو منصور ،

العماد محمد بن محمد بن حامد الاصبہانی الکاتب : " الفتح القسی فی الفتح القدسی " دو جلدوں میں ۔

الحافظ ابوبکر بن المحب نے ان اشخاص کو علیحدہ کر کے لکھا ہے جو بیت المقدس میں آ بسے ۔

البرہان ابراہیم بن التاج عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن سباع الفزاری بن الفرکاح[1] : " باعث النفوس علی زیارۃ القدس المحروس " ایک کراسہ ۔

البیرۃ

الغافقی سعید بن سلیمان بن المحسین ۔

بیہق

علی بن زید ۔

تکریت

عبداللہ بن سویدۃ[2] التکریتی نے وہاں کے شیوخ کو جمع کیا ہے ۔

تلمسان

یہ شہر بجایہ اور فاس کے درمیان ہے ۔
ابن الاصفر ،
ابن ہدبۃ ،

---

۱ - ف ۶۲۹ ھ ۔
۲ - عبداللہ بن علی بن سوید ۔

Marfat.com

تِنِّیس

ابو القاسم عبدالمحسن بن عثمان بن غنائم الخطیب[1] نے اس کے فضائل پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ' العروس فی فضائل تینتّیس '۔

تِہامہ والحِجاز

ابن غالب نے ان دونوں کے اخبار پر لکھا ہے۔

تُونِس

بلاد افریقیہ کے مغرب میں ایک شہر ہے۔
التّمیمی نے وہاں کے فقہا پر لکھا ہے۔

جُرجان

حمزہ بن یوسف السّہمی — ان کی کتاب میرے پاس ہے۔ الضیاء المقدسی نے اس کا ' مختصر ' تیار کیا۔

الجَزیرۃ

ابن عروبۃ الحسین بن محمد بن ابی معشر الحرّانی نے، اور ان کی طرح ان کے شاگرد ابوالحسن علی بن الحسن بن علّان الحرّانی الحافظ نے اس شہر کی تاریخ لکھی۔

الجزیرۂ الخضراء

جو اندلس میں ہے۔

---

۱ - زمانہ تصنیف قبل از ۴۱۳ ھ۔

Marfat.com

ابن خمیس ،

ابن القطاع[۱] ۔ وہاں کے شعرا پر ،

ابو الحسن علی بن بسام : ' الذخیرة فی محاسن اهل الجزیرة ' ۔ اس کی بنیاد ابو مروان بن حیان کی تاریخ پر ہے ، اس کی کئی جلدیں ہیں ۔

حرّان

ابو الثناء حماد بن هبة اللہ بن حماد بن الفضل الحرانی[۲] نے اس کی تاریخ لکھی اور ابو المحاسن بن سلامة بن خلیفہ الحرانی نے اس کی تکمیل کی ، اور السیف ابو محمد عبدالغنی بن محمد بن تیمیہ الحرانی[۳] نے اسے اپنے ہاتھ سے لکھا ۔

حلب

ابو الفوارس حمدان بن عبدالرحیم بن حمدان التمیمی الاتاربی ثم الحلبی[۴] نے سنہ ۴۹۰ سے اس کی تاریخ جمع کی ۔ اس میں افرنگیوں سے متعلق خبریں ہیں ، ان کی لڑائیوں کی اور ان کے شام کی طرف بڑھنے کی سنہ مذکورہ اور اس کے بعد کے زمانہ میں ۔ کتاب کا نام ' القوت ' ہے ۔

الکمال عمر بن احمد بن العدیم نے اس شہر کی تاریخ پر ایک جامع کتاب لکھی ہے جس کا نام 'بغیة الطلب' ہے ۔ میں نے اس کا بیشتر حصہ دیکھا ہے ۔ [ص : ۱۲۶] اس کا ذیل العلاء بن خطیب الناصریة نے کئی

---

۱ ۔ علی بن جعفر ، ف ۵۱۴ یا ۵۱۵ھ ۔

۲ ۔ ف ۵۹۸ھ ۔

۳ ۔ ۵۸۱–۶۳۹ھ

۴ ۔ ف بعد ۵۵۴ھ ۔

Marfat.com

جلدوں میں لکھا ہے - ان سے پہلے ابن عشائر[1] اس کا ذیل لکھ چکے تھے -

حِمْص

احمد بن عیسیٰ[2]،

عبدالصمد بن سعید کی کتاب ان صحابہ پر ہے جو وہاں آ کر رہے -

ابوبکر بن صدّقہ -

خُراسان

الآبیوَرْدی،

الحاکم نے وہاں کے علما کے اخبار لکھے ہیں -

ابو زید البلخی[3] نے وہاں کے لوگوں کی خوبیاں قلمبند کی ہیں

ابو الحسین علی بن احمد لسلامی نے والیان شہر کے اخبار لکھے ہیں - میں نے اس کا وہ خلاصہ دیکھا ہے جو الحافظ الجمال ابو المحاسن یوسف بن احمد بن محمود الیغموری نے اپنے ہاتھ سے چند کراسوں میں لکھا ہے -

الخلیل

مکی بن عبدالسلام الرُمَیلی نے شہر کی زیارت پر لکھا ہے -

---

۱ - محمد بن علی، ف ۷۸۹ھ -

۲ - احمد بن محمد بن عیسیٰ، تیسری صدیھ -

۳ - ابو زید البلخی (مشہور جغرافیہ نویس) کی تصانیف میں اس کا ذکر نہیں ملتا - البتہ مشہور معتزلی، ابو القاسم البلخی کی تصنیف 'مفاخر خراسان' ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سخاوی کو دھوکا ہوا -

Marfat.com

خُوارِزْم

الامام الحافظ ابو محمد محمود بن محمد بن عباس بن آرسلان الخوارزمی[1] ، مصنف کتاب ' الکافی فی الفقه ' وهم عصر ابو القاسم بن عساکر۔ ان کی کتاب تقریباً اٹھ جلدوں میں ہے۔ حافظ ذهبی نے اس میں سے انتخاب کیا ہے۔

مُظشهیر الدین الکاشتَنیی۔

داریا

عبدالجبار بن عبدالله ابی علی الختَولانی[2]۔

دمَشْق

ابن عساکر کی کتاب آسّی جلدوں میں۔ محمودیّه کے نسخے کی ۷۵ جلدیں ہیں۔ اس کے شروع میں دمشق کے اخبار ہیں، اس کے بعد سیرت نبویه ہے جس کا خاتمه ' الصلاۃ علی النبی صلعم ' (درود بر نبی صلعم) کے باب پر ہوتا ہے۔ اس میں مصنف نے کچھ اوپر تین جلدیں پوری کر دی ہیں۔ تب کہیں جاکر ' آسماء ' (ناموں) کا آغاز کیا ہے اور ان میں سب سے پہلے ' الاَحشمدین ' کو رکھا ہے۔ اس کتاب کا ذیل مصنف کے بیٹے القاسم[3] نے لکھا ہے۔ اور تاریخ ابن عساکر کا اختصار الفاضلی نے کیا ہے۔ ابو شامه نے دو مختصر تیار کئے ہیں: ایک کبیر اور ایک صغیر، بلکه انھوں نے اس کا ذیل بھی لکھا ہے۔

---

۱ - ف ۵۶۸ھ۔

۲ - ف مابین ۳۶۵ و ۳۷۰ھ۔

۳ - القاسم بن علی، ف ۶۰۰ھ۔

Marfat.com

عمر بن الحاجب نے پانچ جلدوں میں اختصار کیا ہے، جن میں سے آخری جلد موجود ہے جو خاصی ضخیم ہے۔ ذہبی کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہؤا اختصار دس جز میں ہے۔

ابواسمٰعیل محمد بن عبداللہ الازدی المصری اور الواقدی نے (مسلمانوں کے ہاتھوں) وہاں کی فتوح پر لکھا ہے۔

الرَّبَعِی ابو الحسن علی بن محمد بن شُجاع [1] نے اس شہر کے فضائل پر لکھا ہے۔

ابراہیم بن عبدالرحمٰن الفزاری،

ابو حذیفہ اسحاق بن بِشر القُرَشی: "فتوح الشام و الروم و مصر والعراق و المغرب"۔

احمد بن المُعَلّیٰ الدِّمَشقِی [2] نے دمشق کی جامع مسجد اور اس کی تعمیر سے متعلق خبریں ایک جز میں لکھی ہیں۔

دُنَیْسِر

ابو حفص عمر بن الخضر الترکی المُتَطَبِّب الدُّنَیْسَری [3]۔ ان کی کتاب کا نام ہے 'حِلْیَة السَّرِیِّین من خواصّ الدنیسریّین'۔

الرَّقّہ

[ص: ۱۲۷] ابو علی محمد بن سعید بن عبدالرحمٰن القُشَیری الحَرّانی [4]،

---

۱ - ۴۳۵ھ۔

۲ - تیسری صدی ھ، اگر یہ وہی ہیں جن کا ذکر یاقوت کی معجم الادباء میں ہے۔

۳ - وقت تصنیف: ۶۱۰ھ تقریباً۔

۴ - ف ۳۳۴ھ۔

Marfat.com

ابو عَروبة الحسین بن محمد بن مَودُود الحرّانی ۔

الــــرّی

ابو الحسن بن بابَوَیْه ،

ابو منصور الآبی ۔

زَبِیــد

عُمارة بن [ابی] الحسن الحَکَمی الیَمَنی الشافعی الفَرَضی۔
الشاعر[۱] ۔ان کی کتاب کا نام ' المُفید فی اخبار زَبِید ' ہے ۔

سامَـرّا

ابن ابی البَرَکات ۔

سَبْتَہ

عیاض ۔

سمر قند

ابو العبّاس المستغفِری ،

ابو سعد عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن ادریس الادریسی الاردستانی[۲] الحافظ ،

عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل النَّسَفی : القَنْد فی ذِکر علماء سمرقند ' ۔ الضیا المقدسی نے اس کا اختصار کیا ہے ۔

---

۱ ۔ عمارة بن علی ، ف ۵۶۹ھ ۔
۲ ۔ کذا ۔ ' الاسترابادی ' ؟ ۔

Marfat.com

شَقُورہ

سر زمین اندلس میں قرطبہ کے مضافات میں ہے ۔

ابن ادریس ۔

شِیراز

ابو عبداللہ محمد بن عبدالعزیز بن احمد بن عبدالرحمٰن الشّیرازی القصّار ، ابو القاسم الشیرازی[1] ، انھوں نے شیراز کے ساتھ فارس کو بھی ملا لیا ہے ۔

الصَّعِید

علی بن عبدالعزیز الکاتب ۔

الکمال جعفر الادفوی : ' الطالع السّعید الجامع للفضلاء والرُّواة باعلی الصعید ' ۔ ترتیب حروف پر ہے اور ایک جلد میں ہے ۔

صَفَد

محمد بن عبدالرحمٰن العثمانی[2] ، جو وہاں کے قاضی تھے ۔

صِقِلّیہ

ابو زید الغمری ،

صَنعاء

اسحاق بن جریر الزّھری ۔ ان کی کتاب پتلے حجم کی اور مفید ہے ۔

---

۱ - ھبۃ اللہ بن عبدالوارث ، ف ۴۸۵ھ ۔

۲ - زمانہ تصنیف : تقریباً ۷۸۰ھ ۔

Marfat.com

صنہاجہ

..........[1]

صُور

غیث الارمنازی[2]،

طابہ

مدینہ نبویہ ہی کا دوسرا نام ہے -

طرابلس

'معجم السفر' میں السلفی کہتے ہیں : ابو الحسن علی بن عبداللہ بن محبوب الطرابلسی[3] نے اس شہر کا ایک تاریخچہ تصنیف کیا ہے، جو میری نظر سے گذرا اس میں مجھے جو نئی باتیں نظر آئیں وہ میں نے چن لیں - مصنف نے بہت کچھ میری سند سے نقل کیا ہے - انھوں نے یہ تاریخچہ اپنی زبان سے مجھے سنایا -

طُلَیطلہ

ابن مُظاہر -

العِراق

ابن العاطوی[4]،

---

۱ - اصل نسخے میں جگہ خالی ہے -

۲ - غیث بن علی، ف ۵۰۹ھ - یہ وہ غیث بن علی الصوری نہیں جو خطیب بغدادی کے استاد اور ساتھی تھے -

۳ - ف ۵۲۲ھ -

۴ - ابن العاطوی (؟) ابن القاطولی -

Marfat.com

احمد بن [ابی] طاہر ،
الصُّولی ۔

عَسْقَلان

ابو محمد احمد بن عُبَیْد بن آدم ۔ ان کی تصنیف اس شہر کے 'فضائل' پر ہے ۔

عَسْکر مُکْرَم

ابو احمد الحسن بن عبداللہ بن سعید العَسْکری ۔

غازِیان

ابیورد کے تحت آتا ہے ۔

غَرْناطہ

[ص : ۱۲۸] لسان الدّین ابن الخطیب : 'الاِحاطۃ' ۔ بہت خوب کتاب ہے ۔ خود مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی سَعید السُّعَداء کے وقف میں موجود ہے ۔ البَدر البَشْتَکی نے اس کا خلاصہ 'مرکز الاِحاطۃ فی اُدَباء غرناطۃ' کے نام سے کیا ہے ۔

ابو عبداللہ محمد بن محمد بن احمد بن محمد بن جَزِی الغَرْناطی الادیب ، متوفی سنہ ۷۵۶ ، نے وہاں کی تاریخ لکھی ہے ۔ اس کا بیشتر حصہ موجود ہے ۔ ان کا زمانہ ابن الخطیب سے پہلے ہے ۔

فارِس

شیراز کے تحت گذرا ۔

Marfat.com

فاس

ابن عبدالکریم ،
ابن ابی زرع ،[۱]
الزلیشحیی ؟

القاہرہ

.........[۲]

قُرطُبة

الزہراوی[۳] ،

ابن مفشرح ؟ ، ۔ تحقیق طلب ہے کہ آیا یہ اور ہیں اور پہلے (الزہراوی) نام کے شخص اور۔

ابن حیان ۔ ان کی تالیفہ وہاں کے فقہا پر ہے ۔

القرویون

ابو عبداللہ بن حارث ۔

قزوین

امام الدین ابو القاسم الرافعی : ' التدوین ' ۔ اس کتاب کا بھروسے کے قابل نسخہ العلاء بن خطیب الناصیریہ کی کتابوں میں تھا ۔ ہمارے شیخ (ابن حجر) نے حلب کے قیام کے دوران سنہ ۸۳۶ میں

---

۱ ۔ علی بن عبداللہ ، ف بعد سنہ ۷۲٦ھ ۔
۲ ۔ اصل میں جگہ خالی ہے ۔
۳ ۔ عمر بن عبداللہ (عبیداللہ ؟) ، ف ۴۵۴ھ ۔

Marfat.com

اس کا ایک انتخاب چند کراسوں میں تیار کیا تھا ۔ اس کے بعد یہ نسخہ المحب بن الشحنۃ کے پاس پہنچ گیا اور اس سے اور بہت سے نسخے لکھے گیے ۔

ابو یعلیٰ الخلیل بن عبداللہ الخلیلی ۔ ان کی تصنیف الرافعی سے بہت پہلے کی ہے ۔

قلعۃ یحصب

ابن سعید ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔[۱] ' الطالع السعید فی تاریخ قلعۃ بنی سعید ' کے ساتھ اس کی بھی تحقیق کرنا ہے ۔

القیروان

ابو العرب الصنہاجی[۲] ،

ابراہیم بن القاسم القیروانی ،

ابو زید عبدالرحمٰن بن محمد الانصاری : ' معالم الایمان و روضات الرضوان من علماء القیروان ' ۔ اس کے خطبے میں وہ فرماتے ہیں کہ اہل قیروان میں سے مندرجہ ذیل صاحب تصنیف ہوئے ہیں : ابوبکر عبداللہ بن محمد المالکی : ' ریاض النفوس ' ۔ ابوبکر عتیق بن خلف التجیبی : ' الافتخار ' ۔ ابو القاسم عبدالرحمن بن محمد بن رشیق ۔ ان کے علاوہ اور مصنفین بھی ہیں جیسے ابوعبداللہ محمد بن سعدون ۔

کش

ابو العباس جعفر بن المعتز المستغفری الحافظ ۔

کوفن

ابیورد کے تحت آتا ہے ۔

---

۱ - اصل نسخے میں جگہ خالی ہے ۔

۲ - ف ۵۳۳ ۔

Marfat.com

الکوفة

ابن مُجالد ،
عمر بن شَبّة ،
ابو الحسن[1] محمد بن جعفر بن محمد بن ہارون بن فَروة التّمیمی الکوفی النحوی ابن النّجار[2] ۔

لمتونہ

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔[3]

مارندار[4]

ابن ابی مُسلم ۔

مالقہ

[ص : ۱۲۹] ابو العباس آصبَغ بن علی بن ہشام بن عبداللہ بن ابی العباس ۔ ان کی تصنیف وہاں کے ' آعلام ' (ممتاز شخصیتوں) اور اُدباء کے بارے میں ہے ۔
ابو عبداللہ محمد بن علی بن خیضر بن عسکر الغسّانی[5] نے وہاں کی تاریخ لکھی لیکن وہ اسے مکمل نہ کر سکے ۔ بعد کو ان کے بھانجے ابوبکر محمد بن محمد بن علی بن خمیس نے اسے مکمل کیا اور اس کا نام رکھا : ' مَطْلَع الانْوار ' و نُزہة البَصائر والاَبْصار ' فیما احتوت

---

۱ - اصل : الحسین ۔
۲ - ف ۴۰۲ھ ۔
۳ - اصل نسخے میں جگہ خالی ہے ۔ لحظ ' تاریخ الدولة اللمتونیة ' ص ۹۶ سبق ۔
۴ - مازَندَران (؟)
۵ - ف ۶۳۶ھ ۔

Marfat.com

علیه ما لقة من الاعلام و الرؤساء و الاخیار، وتقیید مالهم من المناقب والآثار'۔ اس کی تالیف میں انھوں نے مندرجہ ذیل کتابوں سے مدد لی ہے: تاریخ ابن الفرضی؛ صلۃ ابن بشکوال؛ تاریخ الحمیدی و الرازی و ابن حیان اور سب سے بڑھ کر 'رجال ما لقة' جو الحکم المستنصر[1] کے لیے تصنیف ہوئی۔ ابن خمیس کی کتاب سنہ ۶۳۹ پر ختم ہوتی ہے۔ اس کی ایک پتلی سی جلد ہے اور ترتیب حروف معجم پر ہے۔

ابو زید عبدالرحمٰن بن محمد الانصاری کی ایک کتاب مالقة کے مشہور علما سے متعلق ہے۔ اس کو انھوں نے طبقات پر مرتب کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اہل قیروان کی مندرجہ ذیل کتابیں ان کے اپنے ہم وطنوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں: ابوبکر عبداللہ بن محمد المالکی کی 'ریاض النفوس'؛ ابوبکر عتیق بن خلف التجیبی کی 'الافتخار'؛ ابو القاسم عبدالرحمن بن محمد بن رشیق کی تاریخ؛ اور ابو عبداللہ محمد بن سعدون کی تاریخ۔

المدینة النبویة

عمر بن شبة کی ایک تصنیف ہے جیسا کہ ان کے ترجمہ (سوانح) میں مذکور ہے۔ یہ کتاب ہمارے دوست ابن فہد کے پاس ہے۔ انھوں نے اس نسخے سے نقل کیا ہے جو ہمارے استاد (ابن حجر) کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور ابن السید عفیف الدین[2] کی ملک تھا۔

الزبیر بن بکار،

محمد بن یحیی العلوی۔ ان کی تصنیف ایک پتلی سی جلد میں ہے، میرا خیال ہے کہ السلفی کی فہرست کے آخر میں، نیز الشریف

---

۱ - ف ۳۶۶ھ۔

۲ - غالباً محمد بن محمد بن محمد بن عبداللہ، ۸۱۴ - ۸۸۰ھ، مراد ہیں۔

Marfat.com

النسّابة[۱] کے یہاں اسی کا حوالہ دیا گیا ہے۔

ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی۔ ان کا ذکر ابو القاسم بن منده[۲] نے اپنی 'وصیت' میں کیا ہے۔

محمد بن الحسن بن زبالة[۳] کی کتاب کی بڑی موٹی جلد ہے۔

مدینہ کے 'فضائل' پر المفضّل بن محمد الجندی[۴] اور الشریف یحیی بن الحسن الحسنی العلوی کی تصانیف ہیں۔

مدینہ کے 'فضائل، مآثر (تبرکات) اور معالم (مشہور مقامات)' پر المحب بن النجار کی تصنیف ہے جس کا نام 'الدرّة الثمینة فی اخبار المدنیة' ہے۔ اس کا ذیل ابو العباس الغرّافی[۵] نے لکھا ہے جو ایک کرّاسے میں ہے۔

ابو الیمن بن عساکر: 'إتحاف الزائر'

ابو محمد القاسم بن عساکر: 'الانباء المبینة فی فضل المدینة'۔

[ص: ۱۳۰] الجمال محمد بن احمد بن خلف المطری[۶]۔ ان کی تصنیف بڑے فائدہ کی ہے۔

محمد بن عبید الملک المرجانی[۷]

محمد بن صالح[۸]،

---

۱ - غالباً محمد بن اسعد الجوانی مراد ہیں۔

۲ - عبدالرحمٰن بن محمد ف، ۴۷۰ھ۔

۳ - تصنیف سنہ ۱۹۹ھ۔

۴ - ف بعد ۳۱۰ھ۔

۵ - الغراقی (؟)

۶ - ف ۷۴۱ھ۔

۷ - ابو محمد عبداللہ بن ابی عبداللہ المرجانی (؟)۔ حاجی خلیفة: کشف الظنون میں یہ نام اسی طرح ہے۔

۸ - ابن النطاح (؟)

Marfat.com

رَزِین[1] ،

الزین ابوبکر بن الحسین المَراغی : تحقیق النُّصرة بتلخیص معَالم دارالهِجرة ' ۔

المجد الفیروز ابادی اللُّغوی کی بھی ایک کتاب ہے جس کا نام ہے ' المَعالم (المَغانیم ؟) المُطابة ، فی فضائل طابة ' ۔

البدر عبداللہ بن محمد بن ابی القاسم بن فَرْحُون : نصیحة المُشاور ، و تَعزیةُ المُجاوِر ' ۔ اس میں مدینہ کے بہت سے لوگوں کے تراجم (سوانح) ہیں ۔ ایک جلد کی کتاب ہے ۔ ان سے پہلے ابو عبداللہ محمد بن احمد بن امین الاَقشَہری[2] نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام ہے : ' الرَّوضة ' ۔ اس میں ان لوگوں کے نام ہیں جو بَقیع[3] میں مدفون ہیں ۔ القطب الحلَبی نے اس کتاب کو تمامتر لے لیا ہے ۔

العفیف عبداللہ بن الجمال محمد بن خلَف المَطَری : ' الاِعْلام فیمَن (بِمن ؟) دخَلَ المدینة من الاَعْلام ' ۔

السَّیِد نور الدّین السَّمْہُودِی کی ایک تصنیف مدینہ کی تاریخ پر ہے البتہ ضرورت ہے کہ اس کی تحقیق اور جانچ پڑتال کی جائے ۔

میں نے بھی مدینہ کے لوگوں پر ایک کتاب مرتب کی ہے جو مسودے کی شکل میں ہے ۔ کچھ حصے کی تَبْیِیض (صاف لکھائی) بھی ہوگئی ہے ۔ میرے علم میں کم ہی ایسے مصنفین ہیں جنھوں نے مدینہ والوں پر مستقل کتاب لکھی ہے ۔ جتنے حصہ پر میں نے ' بت ' (تصحیح شدہ) کی علامت لگا دی ہے وہ میرے دوست ابن فہد کے پاس ہے ۔

---

۱ ۔ رزین بن معاویة ، ف ۵۲۴ھ یا ۵۳۵ھ ۔

۲ ۔ ف ۷۳۱ یا ۷۳۲ یا ۷۳۹ھ ۔

۳ ۔ مدینة کا مشہور قبرستان ۔

Marfat.com

مَراغه

ابن المُشَنّی -

مَرْو

ابو رَجاء محمد بن حَمدَوَیْه الشَّنْجی الهُورَقانی[1] کی ' کتاب تاریخ المَراوِزة ' کو ان سے ابو عِصْمة محمد بن احمد بن عَبّاد المَروزی نے ، اور ان سے ابو الفضل محمد بن عبداللہ بن علی بن الحسن السّخْتیانی[2] نے روایت کیا ، جیسا کہ الخطیب کا کہنا ہے -

ابو الفضل العباس بن مُصْعَب بن بِشْر نے بھی مرو کی تاریخ لکھی ہے -

ابو صالح المؤذّن - ان کی کتاب کا مسودہ ، ابو سعد السمعانی کہتے ہیں کہ ان کے پاس ہے -

احمد بن سَیّار ،

ابو سعد السَّمْعانی - ان کی[4] کتاب بیس سے زیادہ جلدوں میں حروف معجم کے مطابق مرتب کردہ ہے -

ابو العباس احمد بن سعید المَعْدانی[3] -

المَریه

ابن خاتمه[3] ،

ابن الحاج - ۔

المَصامِد

..........[5]

---

۱ - ف ۳۰٦ھ -
۲ - سنه ۳٦۸ھ میں وارد بغداد ہوئے -
۳ - ف ۳۷۵ھ -
۴ - احمد بن علی ، ف ۷۷۰ھ -
۵ - اصل نسخے میں جگه خالی ہے -

Marfat.com

مصر

ابو سعید بن یونس نے وہاں کی تاریخ لکھی ہے - نیز وہاں کے 'غُربَاء' (پردیسیوں) پر بھی ان کی تصنیف ہے - ابو القاسم بن الطحّان نے دونوں کتابوں کا ایک ساتھ ذیل لکھا ہے -

ابن عبدالحکم[1] 'فُتوح مصر' -

ابو اسحاق ابراہیم بن اسماعیل بن سعید الھاشمی الاَخباری : 'البُغیة والاغتباط فیمن وَلِیَ مصر الفُسطاط' -

[ص : ۱۳۱] ابن زُولاق : ان کی تصنیف مصر کے اخبار ، نیز مصر کے فضائل پر ہے -

ابو عمر الکِندی محمد بن یوسف بن یعقوب ، اور ابو محمد الفَرَغانی ، اور ابو محمد الحسن بن ابراہیم بن زُولاق - ان سب نے مصر کے 'فضائل' اور وہاں کے 'اَخبار' پر لکھا ہے -

ہمارے شیخ (ابن حجر) کی تالیف 'رَفع الاِصر عن قُضاة مصر' ہے جس کا میں نے ذیل لکھا ہے -

ان سب سے پہلے سعید بن ابی مریم اور سعید بن عُفَیر[2] وغیرہ نے مصر کی تاریخ لکھی تھی - محمد بن عُبیداللہ بن احمد المسَبِّحی[3] نے ان سب (کی تالیفات) کو ایک بڑی تاریخ میں اکٹھا کر دیا - اور محمد بن علی بن یوسف بن مُیَسَّر نے اس کا ذیل دو جلدوں میں لکھا ؛ ان میں سے پہلی جلد المحب بن الامانة[4] کے پاس اور دوسری البَدر الشاذِلی[5] کے پاس ہے -

---

۱ - عبدالرحمٰن بن عبداللہ ، ف ۲۵۷ھ -

۲ - سعید بن کثیر بن عفیر ، ف ۲۲۶ھ -

۳ - ف ۴۲۰ھ -

۴ - محمد بن محمد بن احمد بن عبدالعزیز -

۵ - حسین بن علی ، ۸۰۵-۸۹۱ھ -

Marfat.com

القُطب الحلبیؔ نے مصریوں کی ایک جامع تاریخ مرتب کی جس کا مسودہ ، مصنف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ، دس سے زائد جلدوں میں میرے پاس موجود ہے ۔ اس کی ترتیب حروف کے مطابق ہے ۔ وہ اس کی تکمیل نہ کر سکے ۔ اس میں سے ' مَن اسمہ محمد ' (محمد نامی اشخاص) کی تبییض (صاف لکھائی) ہوئی ۔ وہ بھی میرے پاس چار جلدوں میں موجود ہے ۔ ان کے بیٹے التّقِی محمد نے اس پر بہت سے اضافے کیے ہیں ۔

التّقِی المقریزی کی بھی اسی موضوع پر ایک جامع کتاب ہے جس کی پندرہ بلکہ اس سے بھی زائد جلدیں ہیں ۔ مصنف کا تو کہنا یہ ہے کہ اگر وہ اس پر پوری توجہ کرتے تو کتاب اسّی جلدوں میں ہوتی ۔ کم و بیش ایسا ہی کچھ انھوں نے کہا ہے ۔ ان کی ایک اور کتاب ' عِقد جواھر الاسفاط ، من اخبار مدنیة الفسطاط ' بھی ہے ۔ یہ کتاب اور ان کی کتاب موسوم بہ '' اِیقاظ الحُنفاء باخبار الائمّة الفاطمیّین الخُلفاء '' دونوں میں ان امرا اور خلفا کا تذکرہ ہے جو مصر کے حاکم ہوئے ، نیز یہ کہ ان کے دور میں کونسے حادثات اور قابل ذکر واقعات رونما ہوئے ، اس وقت سے جب مصر (مسلمانوں کے ہاتھوں) فتح ہوا اس وقت تک جب فاطمی حکومت کا خاتمہ ہوا ۔ بعد ازاں انھوں نے اپنی کتاب ' السُلوک ' میں بھی اسی سلسلے کو جاری رکھا ، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا[1] ۔

مصر کے 'خِطَط ' (خِطّوں کے حالات) ، کچھ ان صحابہ کی خبریں جو مصر میں آئے اور وہاں فوت ہوئے ، نیک ہستیوں کے نام اور ان کی جگہیں اور ان کے تبرکات ، اور مصر کے عجائب اور وہ باتیں جو خاص طور پر مصر کی بابت مشہور ہیں ۔ ان سب کو القُضاعی اور ابو عمر الکِندی نے اپنی کتابوں میں یکجا کر دیا ہے ۔

محمد بن اسعد الجَوّانی الشریف نے بھی ' النُّقَط علی الخِطَط ' لکھی ہے ، اسی طرح مقریزی کی بھی مصر کے خِطط سے متعلق تالیف موجود

---

۱ - لحظ ص ۱۲۰ سبق ۔

ہے جو بڑے کام کی ہے ۔ ہمارے شیخ (ابن حجر) کا کہنا ہے کہ مقریزی کو اس کتاب کا مسودہ ہاتھ لگ گیا تھا جو ان کے پڑوسی الشہاب احمد بن عبداللہ بن الحسن الاَوحدی[1] کا تھا بلکہ انھوں نے اس کا کچھ حصہ صاف بھی کر لیا تھا ۔ مقریزی نے اسے لے کر اس میں کچھ اضافے کیے اور کتاب کو اپنی ذات سے منسوب کر دیا ۔

ابراہیم بن اسماعیل بن سعید : " البُغیة و الاِغتِباط فی اخبار مصر و الفُسطاط "

المَغرِب

عبدالملیک بن حبیب : تاریخ ۔

[ص : ۱۳۲] ابن سعید : " طبقات الفقہاء و فضائلھم " و "الدَّولة الغَربیّة ' مغرب میں بنی امیہ کی حکومت کا تتِمّة ۔ و " المُغرِب فی حُلَی المَغرِب " نیز " المُغرِب فی مَحاسِن المغرِب " ۔ ان میں سے بعض کتابیں مؤیّدِیّہ میں ہیں ۔ ابن سعید ہی کی ایک تصنیف " المُشرِق فی اخبار المَشرِق " ہے ۔

مکّة

مکة کے فضائل پر ، الاَزرَقی[2] اور الفاکِہی[3] کے نمونہ پر ، ابو سعید المفضّل بن محمد الجَنَدی اور ابو سعید الشَّعبی نے لکھا ہے ۔ ان (الشعبی) کی اور ساتھ ساتھ پہلے (الجندی) کی بابت تحقیق کرنا ہے ۔ ابو الفَرَج عبدالرحمٰن بن ابی حاتم اور ان کے بعد الضیاء المقدسی نے بھی اس عنوان پر لکھا ہے ۔

ابو عبداللہ بن محمد بن القَیِّم[4] : ' تفضیل مکّة ' ۔ دو شاعروں نے

---

۱ - ۷۶۱ - ۸۱۱ھ ۔

۲ - محمد بن عبداللہ ، ف بعد ۲۴۴ھ ۔

۳ - محمد بن اسحاق ، سنہ تالیف : ۲۷۲ھ ۔

۴ - ابن القیّم الجوزیّہ (؟)

Marfat.com

حرمین (مکہ و مدینہ) میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہوئے فخر کیا تو ایک عجلی شاعر نے ان دونوں کے بارے میں اپنا فیصلہ دیتے ہوئے ایک قصیدہ کہا جس کا ایک بیت یہ ہے :

یا ایّها المدنیّ ارضک فو
ق البلاد و فضل مکّۃ افضلُ

اے مدینہ والے ! تیری سرزمین سارے ملکوں سے بہتر ہے لیکن مکہ کی فضیلت کہیں بڑھ چڑھ کر ہے !

مکۃ کی تاریخ ابو الولید محمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن الولید بن عقبہ بن الازرق الازرقی اور محمد بن اسحاق بن العبّاس الفاکہی نے لکھی ہے ۔ دونوں تیسری صدی کے ہیں ۔ میرا خیال ہے کہ فاکہی پہلے مصنّف (ارزقی) سے بعد کے ہیں ۔ ان کی کتاب دو جلدوں میں ہے ۔

ابو زید عمر بن شبّۃ النمیری ۔ ان کی تصنیف الفاسی کو نہیں ملی البتہ ہمارے دوست ابن فہدؒ نے اس کو اپنے ہاتھ سے ایک جلد میں نقل کیا ہے ۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ بھی الازرقی اور الفاکہی کی کتابوں کی طرز پر ہے ۔

الزبیر بن بکّار ،

رزین بن معاویہ السرقسطی ۔ انھوں نے اپنی کتاب میں تاریخ الازرقی کا خلاصہ کر ڈالا ہے ۔

سعداللہ بن عمر الاسفرایینی[1] : " زبدۃ الاعمال و خلاصۃ الافعال " ۔ مکہ اور مدینہ کے فضائل کے بارے میں ہے اور تاریخ الازرقی ہی کا اختصار ہے جیسا کہ مصنف نے کتاب کے خطبہ میں بتایا ہے ۔ عبدالقادر بن عبدالعزیز بن فہد (اللہ ان پر مہربان ہو) کے پاس اس کا ایک نسخہ ہے جو انھوں نے خود نقل کیا ہے ۔

المحب محمد بن محمود بن النجّار البغدادی : " نزھۃ الوری فی ذکر امّ القری " ۔

---

۱ ۔ سنہ تالیف : ۶۲۷ھ ۔

Marfat.com

الجمال محمد بن المحب الطبری المکی الشافعی : " التشویق الی زیارۃ البیت العتیق " ۔

الجمال ابو عبداللہ محمد بن علی الزبیدی الناسخ معروف بہ ابن المؤذن : " مثیر الغرام الی البلد الحرام "

الهادی ابراهیم بن علی بن المرتضی الحسنی الزبیدی[1] ۔ یہ التقی بن فہد کے اساتذہ میں سے ہیں ۔ ان کی کتاب ہے " زهرة الخزام فی فضائل البیت الحرام " ۔

[ص : ۱۳۳] زید بن هاشم بن علی بن المرتضی الحسنی[2] ، جو مدینۃ نبویۃ کے وزیر تھے ، انہوں نے وہاں کی تاریخ لکھی ہے ۔

ابن الجوزی : " مثیر العزم الساکن ، لاشرف الاماکن "

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم : 'کتاب مکۃ' نیز ابو سعید بن الاعرابی اور ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ بن مندہ ۔ ان تینوں کے نام ابوالقاسم مذکور نے اپنی وصیت میں ثبت کیے ہیں ۔

المجد الفیروز ابادی : " مهیج الغرام ، الی البلدالحرام " و " اثارۃ الحجون ' الی زیارۃ الحجون " ۔

التقی الفاسی : ' شفاء الغرام ' باخبار البلدالحرام ' جو سب سے جامع کتاب ہے ، اور " تحفة الکرام " ۔ دونوں کی ایک ایک جلد ہے ۔ انہوں نے پہلی کتاب کا جو اختصار کیا ہے اس کا نام بھی " تحفة الکرام " رکھا ہے ۔ بعد ازاں اس اختصار کا اختصار " تحصیل المرام " اور اس کا اختصار " هادی ذوی الافهام " اور اس کا اختصار " الزهور المقتطفہ من تاریخ مکۃ المشرفة " اور اس کا اختصار " ترویح الصدور باختصار الزهور " اور اس کا بھی اختصار ایک اور کتاب میں کیا ہے ۔ " رجال " کے موضوع پر ان کی کتاب " العقد

---

۱ ۔ الزبیدی (؟) ۔ ف ۸۲۲ھ ۔

۲ ۔ ۶۶۷ھ کے آس پاس حیات تھے ۔

Marfat.com

الثمین' فی تاریخ البلد الامین ' ہے ۔ شاید ہی کسی نے ان سے پہلے '' رجال '' کے موضوع پر مستقل کتاب لکھی ہو ۔ اصل کتاب چار جلدوں میں ہے ۔ انھوں نے اس کا اختصار ' عُجالة القِرىٰ ' للراغب فی تاریخ ام القُرىٰ ' میں کیا ہے ۔ اس کے علاوہ دو اور مختصر بھی لکھے ہیں ۔ ‎-------------XX

الفاسی کی ایک اور تصنیف ' وُلاة مکة فی الجاهلية و الاسلام ' بھی ہے ۔

الجمال الشیبی[1] : ' الشرف الاعلیٰ فی ذکر مقبرة باب المُعلّٰی '

ہمارے دوست النجم بن فہد کی تصانیف ' الدر الکمین بذیل العقد الثمین ' اور ' اِتحاف الوریٰ باخبار ام القریٰ ' ہیں ۔ ان دونوں کے ذیل کے طور پر ان کے بیٹے العز بن فہد[2] نے دو کتابیں لکھی ہیں ۔

الموصل

ابن باطیش ۔

ابراهیم بن محمد بن یزید الموصلی ۔

ابو زکریا یزید بن محمد بن اِیاس الازدی[3] ۔ ان کی تصنیف وہاں کے محدثین اور حفاظ سے متعلق ہے ۔

العز بن الاثیر' مصنف '' الکامل '' ، نے وہاں کی تاریخ لکھنا شروع کیا تھا لیکن تکمیل سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا ۔

میّا فارقین

احمد بن یوسف بن علی بن الازرق القاضی[4] ۔

XX ۔ اصل نسخے میں جگہ خالی ہے ۔

۱ ۔ محمد بن علی بن محمد ، ف ۸۳۷ھ ۔

۲ ۔ عبدالعزیز بن عمر ، ۸۵۰ ۔ ۹۲۱ھ ۔

۳ ۔ ف ۳۳۴ھ ۔

۴ ۔ ف بعد ۵۷۷ھ ۔

Marfat.com

نَسا

ابیورد کے تحت آتا ہے۔

نَسف

ابو العباس جعفر بن محمد بن المُعتَز المُستَغفِری الحنفی الحافظ۔

نَصِیبِین

کسی ایک نے اس پر مستقل کتاب لکھی ہے۔ نام مجھے یاد نہیں رہا۔

نفْزَة

ابن المُوِدّب۔

نِیشابُور

الحاکم۔ ان کی کتاب کا ذیل عبدالغافر[1] نے لکھا ہے۔ دونوں میرے پاس ہیں۔ پہلی (اصل) ۶ جلدوں میں اور دوسری (ذیل) ایک موٹی جلد میں۔

هَراة

شیرَوَیه،

[ص: ۱۳۴] ابو نصر الفامی[2]، ان کی کتاب کا اختصار الضیاء المقدسی نے کیا ہے۔

ابو اسحاق احمد بن محمد بن یاسین الهَرَوی الحدّاد[3]۔ ان کی دو

---

۱ - عبدالغافر بن اسماعیل، ف ۵۲۹ھ۔

۲ - عبدالرحمٰن بن عبدالجبّار بن عثمان، ف ۵۴۹ھ۔

۳ - ف ۳۳۴ھ۔

Marfat.com

تصنیفیں ہیں : ان میں سے ایک کی ترتیب حروف معجم کے لحاظ سے ہے اور دوسری ۔۔۔۔۔۔ (؟) میرا خیال ہے کہ ابو عبداللہ الحسن بن محمد الکتبی کی ہے ۔

ہَمَذان

ابن منصور شہر دار بن شیرَوَیہ ،
شیرویہ بن شہردار ابن شیرویہ الدَّیلمی ،
ابو الفضل صالح بن احمد بن محمد بن احمد بن صالح الھَمَذانی[1] الحافظ اور عیمران بن محمد بن عمران الھَمَذانی نے ' طبقات اہل ہمذان ' کے عنوان سے کتابیں لکھی ہیں ۔

واسِط

الحافظ المورّخ ابو عبداللہ محمد بن سعید بن یحیی الدُّبَیثی اور ان سے پہلے ابو الحسَن اسلم بن سہل بَحشَل الواسِطی[2] ۔ ان کی کتاب کا ذیل ابو الحسن علی بن محمد بن محمد بن الطَّیِّب الجُلاّبی[3] نے لکھا ۔

الیَمن

الحِمیَری ،
البہاء ابو عبداللہ محمد بن یعقوب بن یوسف الجَنَدی ۔ ان کی کتاب ' السلوک ' طبقات پر مرتب ہے ۔ اس کے خطبہ میں وہ کہتے ہیں کہ جہاں تک متقدمین کے تراجم کا تعلق ہے ان کا دار و مدار حسب ذیل کتابوں پر ہے :- الفقیہ ابو حَفص عمر بن علی بن سَمُرة[4] کی کتاب فقہا

---

۱ - ف ۴۳۷ھ ۔
۲ - ف ۲۸۸ھ کے کچھ قبل یا بعد ، یا ۲۹۲ھ ۔
۳ - ف ۵۳۴ھ ۔
۴ - ف ۵۸۶ھ ۔

Marfat.com

یمن پر ، اس میں انھوں نے بیشتر فقہا کا ذکر کیا ہے اس وقت سے جب کہ وہاں اسلام طلوع ہؤا سنہ پانچ سو اسی کے اوپر تک ۔ تاریخ الیمن یا تاریخ صنعاء از ابو العباس احمد بن عبداللہ بن محمد الرازی الصنعانی ، انھوں نے کتاب کو تقریباً سنہ ۴۶۰ھ پر ختم کیا ہے ۔ تاریخ صنعاء از اسحاق بن جریر الزہری الصنعانی ۔ وغیرہ وغیرہ۔ الجندی کی کتاب سنہ ۷۳۰ کے بعد ختم ہوتی ہے ، انھوں نے اس کی ترتیب پر توجہ نہیں دی اسی لیے اس میں سے کچھ ڈھونڈ نکالنا دشوار ہے ، بعد میں آنے والوں کا دار و مدار اسی پر ہے ۔ بالآخر جب عمر بن علی بن سمرۃ کی کتاب فقہاء یمن کے بارے میں نکل آئی تو انھوں (الجندی) نے بھی ترتیب پر توجہ دی ۔ بعد ازاں الموفق ابو الحسن بن ابی بکر الخزرجی نے کتاب لکھی جو دو جلدوں میں ہے اور اس کا نام ' العقدالفاخر الحسن ، فی طبقات اکابرالیمن ' ہے ۔ یہ اچھی خاصی کتاب ہے باوجودیکہ اس میں بہت سے ان لوگوں کو نظرانداز کر دیا گیا ہے جن کا الجندی نے ذکر کیا ہے ۔

البدر حسین الاہدل : ' تحفۃ الزمن ، فی تاریخ سادات الیمن ' اس کی دو جلدیں یا ایک موٹی جلد ہے ۔

عبدالباقی بن عبدالحمید القرشی[1] : ' بہجۃ الزمن ، فی تاریخ الیمن '

الا فضل عباس بن المجاهد علی بن داود بن یوسف بن عمر بن علی بن رسول[2] جو شاهان یمن کے سپوت اور یمن کے حکمران ہیں ، [ص : ۱۳۵] انھوں نے تاریخ ابن خلکان کا اختصار کیا ہے اور حسب ذیل کتابیں تالیف کی ہیں : ' نزهۃ العیون ، فی تاریخ طوائف القرون ' و ' بغیۃ ذوی الهمم ، فی انساب العرب و العجم ' و ' کتاب العطایا السنیۃ ' اس میں یمن کے بڑے بڑے لوگوں کا تذکرہ ہے ۔

---

۱ - ف ۷۴۳ھ ۔

۲ - ف ۷۷۸ھ ۔

Marfat.com

مشہور ہے کہ یہ سب قاضی تعز، الرّضیی ابوبکر بن محمد بن یوسف کی توجہ سے انجام پایا ہے۔

اس کے علاوہ اور بہت سے لوگ ہیں جنھوں نے علماء یمن کے بارے میں خاصی محنت کی ہے جیسے:

القطب القسطلانی[1]،

العفیف الیافعی،

الجمال محمد بن ابی بکر بن الخیاط[2]،

ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابی الصیف: 'المیمون المضمن، لبعض فضلاء اہل الیمن'۔

ابوبکر محمد بن عبدالحمید بن عبداللہ بن خلف القرشی المیصری نے یمن کے 'فضل' (فضیلت) سے متعلق چالیس حدیثیں جمع کی ہیں۔

احمد بن عبداللہ بن محمد الرازی: 'تاریخ صنعاء'۔

عمارۃ (جن کا ذکر اوپر[3] گزرا): 'المفید فی اخبار زبید'

ایک کسی نے 'دولۃ المظفر صاحب الیمن' بھی لکھی ہے۔

الخزرجی: 'العقود اللؤلؤیۃ، فی اخبار الدولۃ الرسولیۃ'

التقی الفاسی: تقریب الامل والسؤل، من اخبار سلاطین بنی رسول'۔ انھوں نے اس کا اختصار بھی کیا ہے۔

ان کے علاوہ اور بہت سے لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو یمن کے صلحا (نیک ہستیوں) یا ایسی ہی دیگر ہستیوں کے ذکر تک محدود رکھا۔

'بلدان' پر تصانیف

علاوہ ازیں 'بلدان' پر کچھ اور تصانیف بھی ہیں جن میں مقامات کی نشاندہی کی گئی ہے اور ان کی خوبیوں کا اور خاص طور پر ان کے فتح

۱۔ بظاہر محمد بن احمد بن علی، ف ۶۸۶ھ۔

۲۔ ۷۸۶-۸۳۹ھ۔

۳۔ لحظ ص ۱۲۷ سبق۔

Marfat.com

ہونے کا تذکرہ ہے لیکن بیشتر ان میں وہاں کے رہنے والوں کے سوانح نہیں پائے جاتے ہیں۔ ایسی کتابیں کثرت سے ہیں۔ ان میں سب سے جامع یاقوت کی 'معجم البلدان' اور البکری[1] کی المَسالِک والممالک' اور عبید اللہ بن خُردازبہ[2] کی بھی اسی عنوان کی کتاب ہے، جو ان کی 'تاریخ' کے علاوہ ہے۔ نیز الشّہاب بن فضل اللہ نے 'مسالک الابصار فی الاقطار والامصار' بیس سے زائد جلدوں میں لکھی ہے المویّدیّة میں اور ہمارے سلطان (قایتبای) کے مدرسہ واقع مکّہ میں موجود ہے۔ ایسی ہی اور کتابیں یہ ہیں:-

احمد بن یحیی البلاذُری[3]: ان کی کتاب 'بُلدان' کی خبروں سے اور ان کی فتح کے متعلق ہے، خواہ فتح باہمی مصالحت سے ہوئی ہو یا بزور شمشیر۔ ہجرت سے لے کر تمام وہ فتوحات جو کہ آپ (محمد صلعم) کے اپنے زمانے میں اور بعد کو خلفا کے ہاتھوں عمل میں آئیں سب اس میں شامل ہیں۔ ان فتوحات سے متعلق تمام خبریں بھی ہیں اور مشرق، مغرب، شمال، جنوب کے تمام شہروں کے احوال بھی ہیں۔ مسعودی کا کہنا ہے کہ 'بلدان' پر اس سے بہتر کتاب انھوں نے نہیں دیکھی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ یاقوت سے پہلے کی بات ہے۔

کسی اور شخص کی تصنیف 'الرّوض المِعطار فی اخبار الاقطار' دو جلدوں میں ہے۔

العُذری[4]: ترصیع الاخبار فی البلدان'۔

ایک اور مصنف کی 'نظم المرجان فی البلدان'

[ص:۱۳٦] المویّد[5] والی حماہ کی 'تقویم البلدان' ایک جلد میں

۱ - عبداللہ بن محمد، ف ۴۸۷ھ۔

۲ - تیسری صدی کا نصف اول۔

۳ - ف ۲۷۹ھ۔

۴ - احمد بن عمر بن انس، ف ۴۷۸ھ۔

۵ - اسماعیل بن علی، معروف بہ ابو الفدا، ف ۷۳۲ھ۔

Marfat.com

ہے ' جدول دار ہے اور خوب کتاب ہے ۔

البکری کی ایک اور کتاب ہے : معجم ما استعجم ' ۔

یاقوت حموی اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ' المشترک لفظا و المفترق صقعا ' لکھی ہے ۔ اسی قسم کا عنوان ' مااتفق لفظہ فی البلدان ' ہے ۔

شہروں میں علم حدیث

مدینة ۔ تو دار الھجرة ہے ، وہاں علم کی فراوانی رہی : صحابہ کے زمانے میں قرآن اور سنن کا زور تھا ، تابعین کے زمانے میں ' فقہا سبعة ' (سات فقیہوں) جیسے لوگ تھے ، اور صیغار تابعین ' (چھوٹے تابعین) کے زمانے میں بھی ایسے لوگ تھے جیسے عبداللہ بن عمر اور ابن ابی ذئب اور ابن عجلان اور جعفر الصادق اور ان کے بعد امام مالک اور مدینة کے مقری (قاری) نافع اور ابراہیم بن سعد اور سلیمان بن بلال اور اسماعیل بن جعفر—پھر جب ان کے بعد کا طبقہ آیا تو مدینہ میں علم بہت کم ہو گیا اور اس کے بعد تو بالکل ہی ناپید ہو گیا ۔ میرے خیال میں اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ وہاں کثیر تعداد میں رافضی سکونت پذیر ہوگئے اور حکم چلانے لگے ، چنانچہ انھیں کا دور دورہ ہوگیا ۔ البتہ آٹھویں اور نویں صدی میں وہاں اکثریت کے مذاہب اور فنون کے ایسے علما پیدا ہوئے جن سے اہل سنت فیض یاب ہوئے ۔ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنھوں نے کتابیں لکھیں ۔ اب اس وقت تو خدا کا شکر ہے کہ سنت کو پوری تقویت حاصل ہے وہاں کے ان فضلا کی بدولت جن سے خدا یہ کام لینا چاھتا ہے ۔ ان میں وہاں کے قاضی بھی ہیں اور دوسرے لوگ بھی ۔ اللہ مجھے ان کی برکتوں کے بہرہ ور کرے ۔

مکّة ۔ کا معاملہ یہ ہے کہ صحابہ کے زمانے میں وہاں علم قدرے قلیل تھا ۔ بعد کو صحابہ کے آخری زمانے میں زیادتی ہوئی اور

Marfat.com

تابعین۔مُجاہد اور عطاء اور سعید بن جُبَیر اور ابن ابی مُلَیکۃ۔کے زمانے میں؛ اور ان کے اصحاب جیسے عبداللہ بن ابی نَجیح اور ابن کثیر المُقری ؒ اور حنظلۃ بن ابی سُفیان اور ابن جُرَیج وغیرہ کے زمانے میں؛ اور الرشید کے زمانے میں جبکہ مُسلم الزّنجی اور الفُضَیل اور ابن عُیَینہ اور ابو عبدالرحمٰن المُقری ؒ اور الازرقی اور الحُمَیدی اور سعید بن منصور جیسے لوگ تھے، بدستور وہی حال رہا لیکن اس کے بعد تیسری صدی کے دوران حرمین میں علم گھٹ گیا اور دوسری جگھوں میں ترقی ہوئی۔

میری رائے میں حرم مکی کی رونق ان افراد سے تھی جنھوں نے سارے مذاہب اور بیشتر فنون میں علم اور تصنیف کی طرح ڈالی۔ ان میں وہاں کے اصل باشندے بھی تھے اور باہر سے آکر بس جانے والے بھی۔ حال یہ تھا کہ مکہ واقعی اس قابل تھا کہ (طلب علم کی خاطر) سفر کرکے وہاں جایا جائے، ویسے عبادت کی جگہ تو وہ تھی ہی۔

[ص: ۱۳۷] **بیت المقدس** ۔ میں بہت سے صحابہ جا بسے، جیسے عُبادۃ بن الصامت اور شدّاد بن اوس۔ وہاں علم کچھ زیادہ نہ تھا مگر بعد کو اور بھی کم ہو گیا۔ پھر وہ نوّے سال تک نصاریٰ کے قبضے میں رہنے کے بعد واپس ہاتھ آیا۔ جیسا کہ تاریخ ابن عساکر کے شروع میں مذکور ہے، کہا جاتا ہے کہ عمرو بن العاص سے وہاں کے شہریوں کی بابت پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ "تمام لوگوں سے بڑھ کر فتنہ جُو ہیں اور ساتھ ہی فتنے کے معاملہ میں سب سے زیادہ بے صلاحیت بھی'۔ یہی بات ایوب بن یزید بن القرِیّۃ سے منقول ہے لیکن وہ اہل حجاز کے بارے میں ہے کہ وہ فتنے کی طرف دوڑنے میں سب سے زیادہ تیز ہیں اور ساتھ ہی اس معاملہ میں سب سے زیادہ بے صلاحیت بھی۔ البتہ مدینہ کی بابت انھیں کا یہ کہنا ہے کہ علم نے وہیں جڑ پکڑی اور وہیں سے اس کا ظہور ہوا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہاں کے باشندوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول صادق آتا ہے کہ " یحبّون من ھاجر الیھم

Marfat.com

ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما أوتوا و یؤثرون علی انفسھم "[۱]
(جو ان کے پاس ھجرت کرکے جائے اس سے وہ محبت کرتے ہیں ، اور اپنے سینوں میں ذرا بھی جلن محسوس نہیں کرتے جب مہاجرین کو کچھ دیا جاتا ہے اور وہ مہاجرین کو ترجیح دیتے ہیں خود اپنی ذات پر)

جیسا کہ الطبرانی میں مذکور ہے ، ابن عباس سے روایت ہے کہ " جس نے ناحق مکۃ کی ایک بالشت زمین بھی لی اسے یوں سمجھنا چاھئے کہ اس نے وہ زمین رحمٰن کے قدموں کے نیچے سے گھسیٹی "۔ ایک شخص نے سفیان ثوری سے کہا کہ میں نے مکے میں مجاوری کرنے کا عزم کیا ہے ، اس کے لیے آپ مجھے کچھ نصیحت کریں ۔ انھوں نے کہا : میں تمھیں تین باتوں کی تاکید کرتا ہوں :۔ پہلی صف میں نماز نہ پڑھنا ــ یہ بظاھر اس لیے کہ اس سے نیکی اور فضیلت کی جگہ نمود کا انداز پایا جاتا ہے ــ اور قریش کی صحبت میں نہ رھنا ، اور دکھا کر صدقہ نہ کرنا ــ عمرو بن العاص سے روایت ہے ، جیسا کہ تاریخ ابن عساکر کے شروع میں درج ہے ، کہ ' اہل مکہ اپنے آپ کو سارے لوگوں سے بڑا سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سارے لوگوں کے خیال میں حقیر ترین ہیں " بظاھر ان کی مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ " گرے ہوئے لوگوں کے خیال میں " ورنہ اہل مکہ کے ساتھ عقیدت تو سبھی رکھتے ہیں اور سبھی ان کا احترام کرتے ہیں ، گو ان میں اچھے بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی جیسا کہ دوسرے لوگوں میں ہوتا ہے ۔ ابن القریۃ کا اہل مکہ کی بابت کہنا ہے کہ " وہاں کے مرد خشک عالیم ہوتے ہیں اور عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی رہتی ہیں "ــ احمد وغیرہ کے یہاں مذکور ہے کہ چار جگہ دجال کے قدم نہیں پہنچینگے گے : مکہ ، مدینہ ، بیت المقدس ، اور طور ۔ اور یہ جو ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) اس کو لد کے دروازہ پر، جو بیت المقدس کے پاس ایک شہر ہے ، قتل کر دیں گے، اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اس کے قدم وہاں نہیں پہنچیں گے۔ طبرانی کی ایک

---

۱ ۔ قرآن ۹/۵۹ ۔

Marfat.com

معجم میں ہے کہ " شیطان میری (نبی صلعم کی) صورت نہیں اختیار کر سکتا اور نہ کعبہ کی " ۔ اور بیت المقدس کی بابت مذکور ہے کہ "سونے کا ایک طشت ہے جس کے اردگرد بچھو ہیں " ۔ میں نے یہ اس لیے لکھا کہ یہ بتادوں کہ اس (شہر) سے کیا کیا برائیاں سرزد ہوتی ہیں جب یہ کچھ کرنے پر اتر آئے ۔

دمشق ۔ بلاد شام میں ایک وسیع 'قُطر' (خِطّہ) ہے ۔ [ص : ۱۳۸] جس میں متعدد بڑے چھوٹے شہر اور قریے شامل ہیں ۔ بہت سے صحابہ وہاں جا بسے ، چنانچہ معاویہ کے زمانے میں اور ان کے بعد عبدالملک اور ان کی اولاد کے زمانے میں وہاں علم کا خاصا چرچا ہؤا اور برابر فقہاء و محدّثین و مُقرِئین (قاری) پیدا ہوتے رہے ۔ تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں ، بلکہ اس کے بعد بھی ابو مُسْہِر اور مروان بن محمد الطاطَری اور ہشام اور دُحَیْم اور سلیمان بن بنت شُرَحْبِیل ، نیز ان کے اصحاب کے زمانے تک قرآن اور حدیث اور فقہ کا گھر بنا رہا ۔ چوتھی اور پانچویں صدی میں وہاں علم کی کمی رونما ہوئی لیکن اس کے بعد پھر زیادتی ہوگئی ، خاص طور پر نور الدین کی حکومت کے دور میں اور اس زمانے میں جو وہاں کے مشہور محدّث ابن عساکر کا ، نیز ان مقدسی حضرات کا زمانہ ہے جو وہاں دامن کوہ میں فروکش تھے ۔ اس کے بعد ابن تیمیۃ اور مِزّی اور ان کے ساتھیوں کی بدولت علم کو اور فروغ ہؤا ۔ میں (سخاوی) کہتا ہوں کہ اس کے بعد علم دھیرے دھیرے کم ہوتا گیا ، لیکن اس وقت خدا کا شکر ہے کہ وہاں ایسے لوگ باقی ہیں جو علم کی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور علم کی باتیں کرتے ہیں ۔ خدا ان کی برکتیں قائم رکھے ۔

مصر ۔ بہت بڑا شہر اور وسیع قُطر ہے : شرقی ، غربی ، اور صعید اعلیٰ اور صعید ادنیٰ ۔ اسے عمرو (بن العاص) نے عُمرؓ کے زمانے میں فتح کیا تو بہت سے صحابہ وہاں جا کر آباد ہوگئے ، اور تابعین کے زمانے میں علم کا چرچا ہؤا ۔ بعد کو عمرو بن الحارث اور یحییٰ بن ایوب اور حَیْوَۃ بن شُرَیح اور اللّیث بن سعد اور ابن

Marfat.com

لَہیعَۃ کے زمانے میں اور فروغ ہؤا ۔ ابن وَہْب اور شافعی اور ابن القاسم اور ان کے ساتھیوں کے زمانے تک وہاں علم بہت زیادہ تھا ، البتہ سنہ ۳۵۸ میں جب رافضی عبیدیوں کا قبضہ ہؤا تو علم کا زور کم ہوگیا ۔ انہوں نے قاہرہ کی بنا ڈالی تو اس وقت وہاں کے قاضی ابو الطّاہر الذُّہلی البغدادی المالکی تھے ۔ انہیں ان کی زندگی بھر برقرار رکھا لیکن اس کے بعد یہ منصب اسماعیلی شیعہ کے حوالے کر دیا ۔ تشیّع کا رواج ہؤا تو حدیث اور سنت (کا علم) کم ہوتا گیا ۔ تا آنکہ دو سو سال بعد پھر سنّی امرا برسراقتدار آئے اور الناصر صلاح الدین یوسف بن ایوبؒ کے ہاتھوں اللہ نے مصر کو ان (رافضیوں) کے پنجے سے نکالا ۔ تب علم واپس آ گیا اور رافضیوں کا زور گھٹ گیا ۔ خدا کا شکر ہے کہ اب یہاں تمام ملکوں سے زیادہ سبھی مذاہب اور فنون کے فاضل لوگ آباد ہیں ۔ خدا انہیں توفیق عطا فرمائے ۔

الاسکندریۃ ۔ مصر کے ساتھ لگا ہؤا ہے ۔ وہاں حدیث (کا علم) بہت کم تھا ، البتہ جب السلفی نے وہاں سکونت اختیار کی تو حدیث اور قرآت کی خاطر دور دراز سے لوگ وہاں آنے لگے ۔ اس کے بعد [ص : ۱۳۹] پھر علم میں کمی ہو گئی ۔ میں (سخاوی) کہتا ہوں کہ اب تو بالکل ہی معدوم ہے ، جو کچھ ہے وہ چند باہر کے لوگوں کی بدولت ہے ، ان میں سے بھی بیشتر مالکی ہیں ، پھر بھی بہت سے شافعی وہاں قاضی کے عہدے پر فائز ہوئے ہیں ۔

بغداد ۔ عراق کا سب سے بڑا شہر ہے ، تابعین کے آخری دنوں میں اس کی بنا ڈالی گئی ۔ سب سے پہلے جس نے وہاں حدیث پھیلائی وہ ہشام بن عُروۃ ہیں اور ان کے بعد شُعبۃ اور ہُشَیم ۔ حدیث کی شان وہاں خوب بڑھی اور برابر ' اثر ' (حدیث) اور خبر کا چرچا رہا ۔ امام احمد، نیز ان کے اصحاب کے زمانے تک بغداد اونچی سند اور حفظ حدیث کا مرکز اور خلافت اور علم کا پایہ تخت تھا ۔ بالآخر کافر تتاریوں کے واقعہ سے اس کی جڑ کٹ گئی اور گھٹ کر تقریباً ایک چوتھائی رہ گیا ۔ پھر اس کی

Marfat.com

بربادی اتنی بڑھی کہ وہاں کوئی ایسا نہ رہا جو ذرا بھی علم جانتا ہو۔ جو کچھ ہوتا ہے اللہ کی ہی مرضی سے ہوتا ہے۔

حِمْص - میں بہت سے صحابہ جا بسے - تابعین کے زمانے میں، بلکہ حریز بن عثمان اور شُعَیب بن ابی حمزۃ اور ان کے بعد اسماعیل بن عَیّاش اور بقیّۃ اور ابو المُغیرۃ اور ابو الیمان، نیز ان کے اصحاب کے زمانے تک وہاں حدیث کا چرچا رہا - پھر چوتھی صدی میں کم ہوتے ہوتے یہ علم لحاظ کے قابل نہ رہا اور آخر میں تو بالکل ہی فنا ہو گیا -

کوفہ - میں ابن مسعودرض اور عمّار بن یاسررض اور علی بن ابی طالبرض جیسے لوگ اور بہت سے صحابہ فروکش ہوئے - ان کے بعد تابعین کے اماموں میں سے عَلقَمہ اور مَسروق اور عُبَیدۃ اور الاَسْود جیسے لوگ وہاں رہے - اور ان کے بعد الشّعبی اور النّخعی اور الحَکَم بن عُتبۃ اور حمّاد اور ابو اسحاق اور منصور اور الاَعمش اور ان کے ساتھی (وہاں رہے) - ابن عُقدہ کے زمانے تک علم کی وہاں برابر فراوانی رہی - اس کے بعد دھیرے دھیرے کم ہوتا گیا - یہ شہر رافضیوں کا گڑھ ہے -

البصرۃ - میں ابوموسیٰ الاَشعریرض اور عِمران بن حُصَینرض اور ابن عبّاسرض اور بہت سے صحابہ فروکش ہوئے - اس سلسلے کا خاتمہ رسول اللہ (صلعم) کے خادم اور چہیتے ساتھی (صُوَیحِب) انس بن مالک پر ہؤا - ان کے بعد الحسن اور ابن سیرین اور ابو العالیۃ، اور ان کے بعد قتادۃ اور ایّوب اور ثابت البُنانی اور یونس اور ابن عون، اور ان کے بعد حمّاد بن سلمہ اور حمّاد بن زید اور ان دونوں کے ساتھی (وہاں رہے) - تیسری صدی کے اختتام تک وہاں اسی شان سے علم کی فراوانی رہی - پھر بہت کمی ہوگئی یہاں تک کہ کچھ بھی باقی نہ رہا -

الیمن - میں مُعاذرض اور ابو موسیٰرض نے ڈیرہ ڈالا - تابعین کے [ص: ۱۴۰] امام وہاں سے نکلے اور دور دور پھیل گئے - تابعین کی ایک

Marfat.com

دونوں ' ابن مُنبّہ ' (مُنبّہ کے بیٹے) اور طاؤس اور ان کے بیٹے ، ان جماعت وھیں رہی جیسے کے بعد معمّر اور ان کے ساتھی ، اور ان کے عبدالرّزاق اور ان کے بعد ساتھی ــ ان کے بعد وہاں حدیث کی سند معدوم ہو گئی ــ میں (سخاوی) کہتا ہوں کہ یہ ایک لمبا چوڑا خطّۃ ہے جو تِہامۃ اور نجد پر مشتمل ہے - اس میں بہت سے شہر ، قریے ، وادیاں اور پہاڑ ہیں - صحابہ کے زمانے میں یہاں علماء کی بہتات تھی اور بڑے بڑے لوگ سفر کرکے یہاں پہنچتے تھے ، بلکہ ہر زمانے میں یہاں علم کی افزائش ہوتی رہی - جب شافعی کا مذھب ظہور پذیر ھؤا اور ان کے نام کے ساتھ اس کی شہرت ہوئی تو یہاں والوں نے ان کی تقلید اختیار کی - یہ تیسری صدی کی بات ہے جیسا کہ الجَنَدی نے لکھا ہے - پھر بھی چیز بڑہتی رہی ' خاص طور پر ایوبیوں کی حکومتوں میں اور اس کے بعد سے برابر آج تک ــ وہاں کے علما میں حنفی بھی پائے جاتے میں اور بہت سے زَیدی بھی - یہ لوگ صنعا اور اس جیسی جگہوں میں ہیں - عُثمانی حضر مَوت میں ہیں اور اسماعیلی پہاڑی علاقوں میں - اُن کے علاوہ اور فرقے بھی ہیں -

الاَنْدلُس - قُرطُبہ ، إشبیلیہ ، غَرناطہ اور بَلَنْشیَہ جیسے مقامات ولید بن عبدالملک کے عہد میں فتح ہوئے ، اور وہاں علم کی درآمد ہوئی - البتہ علم اور حدیث کا چرچا تیسری صدی میں جاکر ابن حبیب اور یحیی بن یحیی اور ان دونوں کے ساتھیوں کی بدولت ، اور ان کے بعد بَقیّ بن مَخلَد اور محمد بن وَضّاح کی بدولت ہؤا ، اور وہاں سے ابن عبدالبَرّ اور ابو عمرو الدّانی اور ابن حَزْم اور ابو الولید الباجیی اور ابو علی الغَسّانی کے پائے کے لوگ نکلے - اس کے بعد بھی وہاں کچھ نہ کچھ علم اُبھرتا ہی رہا تا آنکہ قرطُبہ اور اشبیلیہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا - چنانچہ وہاں علم گھٹ گیا -

اقلیم مغرب - اس میں قریب ترین اقلیم إفْریقیَہ ہے اور اس کا مرکز شہر قَیْرُوان ہے ، جہاں ابن قاسم کے ساتھی سَحْنُون بن سعید الفقیہ تھے - البتہ بِجایۃ اور تلِمسان اور فاس اور مراکش اور مغرب

Marfat.com

کے بیشتر شہروں میں حدیث بہت کم ہے - وہاں تو مسئلے مسائل ہیں - میں (سخاوی) کہتا ہوں کہ وہاں سب مالک (رح) کے مقلد ہیں اور ایک فرقہ ظاہریوں کا بھی ہے اور تھوڑا بہت علم بھی باقی ہے -

الجزیرۃ - کا سب سے بڑا شہر موصل ہے - اور دوسرے شہر یعنی منبج، بالس اور الرہا سے بہت سے محدثین پیدا ہوئے، اور حران اور الرقہ وغیرہ سے بہت سے (حدیث کے) حافظ اور امام پیدا ہوئے- پھر کمی ہوتی چلی گئی اور بالآخر علم کی بساط ہی الٹ گئی -

[ص: ۱۳۱] (دینور) سے بہت سے (حدیث کے) حافظ پیدا ہوئے جیسے محمد بن عبد العزیز اور ابو محمد بن قتیبۃ اور عبداللہ بن محمد اور عمر بن سہل بن اسماعیل جن کی وفات سنہ ۳۳۰ میں ہوئی، اور ابوبکر ابن السنی -

ھمذان - سنت کا مرکز ہے - سنہ دو سو سے وہاں علما پیدا ہونے شروع ہوئے اور برابر یہ سلسلہ جاری رہا جس کا خاتمہ حافظ ابو العلاء العطار اور ان کی اولاد پر ہوا - اس کے بعد جلد ہی تتاریوں اور چنگیز خانیوں نے اس کی بے حرمتی کر ڈالی -

الری - کو دارالعلم بنانے میں جن کا ہاتھ تھا وہ ہیں : جریر بن عبدالحمید اور ان کے پائے کے لوگ، ان کے بعد ابن حمید اور ابن مہران الحمال اور ابراہیم بن موسیٰ اور سہل بن زنجلۃ، ان کے بعد ابن وارۃ اور ابو زرعۃ اور ابو حاتم اور ان کے بیٹے - چوتھی صدی کے دوران سب کچھ رفت گزشت ہوگیا -

قزوین - تیسری صدی میں اس کا ذکر آتا ہے - یہاں جو لوگ پیدا ہوئے وہ یہ ہیں : محمد بن سعد بن سابق الرازی ثم القزوینی اور علی بن محمد الطنافسی اور عمرو بن رافع اور اسماعیل بن یحییٰ اور توبۃ بن عبدل اور کثیر بن ہشام اور ان کے بعد اور بہت سے لوگ اور آخر میں ابن ماجہ اور ان کے ساتھی ابو حسن القطان -

جرجان - تیسری صدی میں جن لوگوں کی بدولت وہاں حدیث کا چرچا ہوا وہ ہیں : اسحاق بن ابراہیم الطلقی اور محمد بن عیسیٰ الدامغانی

Marfat.com

اور ان کے بعد ابو نُعَیم بن عَدِی اور اسحاق بن ابراہیم الیستجِزی اور ابو احمد بن عدی اور ابوبکر الاسماعیلی اور الغِطرِیفی اور ان کے ساتھی۔ اس کے بعد (علم کا) دروازہ بند ہو گیا۔

نیشاپور۔ اسے سنّت اور اونچی سنَد کا مرکز بنانے میں جن کا ہاتھ تھا وہ ہیں: ابراہیم بن طَہمان اور حَفص بن عبداللہ، اور ان کے بعد یحییٰ بن یحییٰ اور ابن راہَوَیہ اور محمد بن رافع اور عبدالرحمٰن بن بِشر اور عبداللہ بن ہاشم اور الذُہلی اور احمد بن یوسف اور مُسلم اور ابراہیم بن ابی طالب اور ابو عبداللہ البُو شَنجی، اور ان کے بعد ابن خُزَیمة اور ابو العباس السرّاج اور ابن الشَرقی، نیز اور بہت لوگ۔ تتاریوں کے ظہور تک برابر لوگ (طلب علم کی خاطر) دور دراز کا سفر کرکے یہاں آتے تھے۔ یہاں کے آخری شیخ المُوَیّد الطُّوسی تھے۔ اس کے بعد یہ شہر ایسا مٹا گویا تھا ہی نہیں۔

[ص: ۱۴۲] **طُوس**۔ سنہ دو سو کے بعد دارالعلم بنا۔ وہاں محمد بن اسلَم الطُّوسی اور ان کے ساتھی ہو گزرے ہیں۔ گمان ہے کہ یہ شہر حَماہ کے برابر ہے۔

ہراۃ۔ سے یہ لوگ پیدا ہوئے: ابو رجاء عبداللہ بن واقد اور الفَضل بن عبداللہ الہَرَوی اور احمد بن نَجدَة اور محمد بن عبدالرحمٰن الشامی اور الحسین بن ادریس اور محمد بن المُنذِر۔ یہ سلسلہ ابو رَوح عبد المُعِز بن محمد اور دثرت پر جا کر ختم ہوا۔

مَرو۔ خراسان کے دور کے علاقے کا ایک بڑا شہر ہے۔ جہاں بہت سے امام پیدا ہوئے، وہاں پر یہ لوگ تھے: بُرَیدة بن الحَصیب رض جو رسول اللہ (صلعم) کے 'صاحب' تھے، نیز اور بہت سے صحابہ، اور ان کے بعد عبداللہ بن بُرَیدہ اور یحییٰ بن یَعمُر اور کئی تابعین، اور ان کے بعد الحسین بن واقد اور ابو حمزة السُکَّری اور ابن المبارک اور الفضل بن موسیٰ اور ابو تُمَیلة اور علی بن الحسن بن شقیق اور عَبدان بن عثمان اور ان کے ساتھی۔ اس کے بعد چوتھی صدی میں یہ (علم) کم ہو گیا

Marfat.com

لیکن سلسلہ ٹوٹا نہیں تا آنکہ تتاریوں نے سر اٹھایا ۔ اس وقت بالکل ہی صفایا ہو گیا ۔

بَلخ ۔ دوسری صدی کے آخر میں وہاں علما کا ظہور ہوا جیسے عُمر بن ہارون اور مکی بن ابراہیم اور خلف بن ایوب اور قُتَیبة بن سعید اور 'ختُ' [ابن نو بخت ؟] اور محمد بن آبان اور عیسیٰ بن احمد العسقلانی اور محمد بن علی بن طَرخان ۔ اس کے بعد یہ علم کم ہوتے ہوتے ناپید ہوگیا ۔

بُخاری ۔ عیسیٰ بن موسیٰ غُنجار اور احمد بن حَفص الفقیہ اور محمد بن سَلام البیکندی اور عبداللہ بن محمد السَّندی اور ابو عبداللہ البُخاری اور صالح بن محمد جَزرة اور ان کے ساتھی ۔ اس کے بعد بھی وہاں بچا کھچا علم ضرور رہا تا آنکہ دشمن تلوار لیے آ دھمکا ۔

سَمَرقند ۔ میں یہ لوگ تھے : ابو عبداللہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدّارمی ، ان کے بعد محمد بن نَصر المَروَزی اور عمر بن محمد بن بَحیر ، نیز دوسرے اور لوگ ۔

الشاش ۔ اسلامی شہروں میں جہاں حدیث کا چرچا رہا ہے ان میں سب سے آخر میں ہے ۔ وہاں یہ یہ لوگ پیدا ہوئے : [ص : ۱۰۳] الحسَن بن الحاجِب اور الہَیثم بن کُلَیب اور محمد بن علی ابوبکر القَفّال ۔ اس کے بعد کچھ نہیں رہا اور علم ناپید ہو گیا ۔

فَریاب ۔ سے بہت سے علما پیدا ہوئے ۔ ان میں سب سے پرانے محمد بن یوسف الفریابی ہیں جو الثوری کے ساتھی تھے ۔ دوسرے جعفر بن محمد الفریابی ہیں جن کی بہت سی تصانیف ہیں ۔ انھوں نے سنہ ۲۲۶ میں فَریاب میں حدیث سنی ۔

خُوارزم ۔ بڑا شہر ہے ۔ وہاں بہت سے علما پیدا ہوئے ، جن میں سب سے پرانے الحافظ عبداللہ بن اُبیّ ہیں ۔

شیراز ۔ میں بہت سے فقہا پیدا ہوئے ۔ حدیث وہاں کم ہے ، اور شاذ و نادر ہی کسی نے (طلب علم کے لیے) وہاں کا سفر کیا ہوگا ۔

Marfat.com

کِرمان ۔ اور **سِجِستان** اور **الاَھواز** اور **قومس (قومس ؟)** ۔ وسیع اقلیم ہے ۔ وہاں سے بہت سے محدث پیدا ہوئے ہیں ۔

دامغان ۔ **بڑا شہر** ہے ، سَمنان چھوٹا ہے **اور بِسطام متوسط** درجے کا ہے ۔ یہ شہر مغربی سمت سے خراسان کے **پہلے شہر ہیں** ۔ قُہِستان بھی ایک شہر ہے ۔ اس اقلیم کا سب سے بڑا شہر الرّی ہے ، اس کے بعد زنجان اور اَبھَر ۔ اقلیم قُہِستان اقلیم قُومِس سے ملی ہوئی ہے اور قومس کے مغرب میں ہے اور قومس عراق کے شمال مشرق میں قَزوِین سے متصل ہے ۔

باقی رہیں وہ اقالیم جہاں حدیث کی روایت سرے سے **تھی ہی نہیں** اور نہ ہی اس سلسلے میں ان کا نام آتا ہے تو وہ یہ ہیں : **الصین (چین)** ، اس کا دروازہ سب سے بڑھ کر (علم حدیث پر) بند ہے ؛ الھند ؛ السِند ؛ الخطا ؛ بلغار ؛ صَخشَر القفجاق ؛ سراة ؛ قرم ؛ بلاد التکرور ؛ الحبَشہ ؛ النُوبۃ ؛ البجاہ ؛ الزّنج ؛ اور اس کے آگے اسوان ؛ حضرموت ؛ البحَرین ؛ وغیرہ ۔

اور آج کا حال تو یہ ہے کہ علم الاَثر (حدیث) عراق ، فارس اور اذربیجان سے تقریباً معدوم ہوگیا ہے ، بلکہ اَرّان ، جیلان ، اَرمینیۃ جِبال اور خُراسان میں بھی ناپید ہے جو ' دار الآثار ' (حدیث کے مرکز) تھے ۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ اصفہان جو ' عُلُو ' (اونچی سند) اور کثرت (حدیث) میں بغداد کا ہم پلّہ تھا وہاں بھی کچھ نہیں ۔ جو کچھ باقی رہ گیا ہے تو وہ مصر اور دمشق (اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنے امان میں رکھے) میں اور ان کے آس پاس ہی ہے ۔ تھوڑے قلیل مکہ میں اور کچھ غرناطۃ اور مالقۃ میں اور کچھ سَبتۃ میں اور کچھ تُونِس میں بھی ہے ۔ دعا ہے کہ اللہ خاتمہ بالخیر کرے ۔

[ص : ١٤٤] لیکن قرآن اور فقہ کے فروع (کا علم) مشرق و مغرب میں کثرت سے پایا جاتا ہے ۔ البتہ مشرق میں اسے قدما کے علوم اور متکلّمین اور مُعتزلہ کے خیالات سے غبار آلود بنا دیا گیا ہے ۔ جو

Marfat.com

کچھ ہوتا ہے خدا کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس سے تصدیق ہوتی ہے سچے (نبی) کے اس قول کی جس کی سچائی ثابت ہے کہ: 'لا تَقومُ السّاعة حتّیٰ یقِلّ العِلمُ و یکثُرَ الجَہلُ' (قیامت نہیں آئے گی جب تک ایسا نہ ہو کہ علم کم ہو جائے اور جہل بڑھ جائے)۔ خدائے بزرگ و برتر سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فائدہ مند علم عطا فرمائے۔

میں (سخاوی) کہتا ہوں کہ یہ پوری فصل ایک 'جز' (چھوٹا رسالہ) ہے جو ذہبی کی مستقل تصنیف ہے۔ اس کے شروع میں انہوں نے ان شہروں کو لیا ہے جہاں آثار (احادیث) کا علم رہا ہے۔ اس میں بہت کم اضافوں کی ضرورت ہے علاوہ اس کے جو میں نے بیچ بیچ میں بڑھا دیا ہے کہیں تو جداگانہ طور پر اور کہیں ان کی عبارت میں سمو کر۔ ایک ملک روم بھی ہے جس کا پایہ تخت اِصطَنبُول ہے۔ اسی میں اذنة، برصة اور قریب کے اور شہر بھی ہیں۔ ان میں عقلی علوم کے عالم فاضل پائے جاتے ہیں، ان میں سے بیشتر بلکہ سارے کے سارے حنفی ہیں۔ ان کی خبریں ہم تک کم ہی پہنچتی ہیں۔

یا (مورّخ کا سروکار ہوتا ہے) مطلق تاریخ سے، جس کے ساتھ کسی صفت یا جنس وغیرہ کی کوئی قید نہ ہو۔ اس کی کئی قسمیں ہیں:

تاریخ مشتمل بر حوادث:-

(۱) بعض مورّخ تو صرف 'حوادث' سے سروکار رکھتے ہیں جیسے: القُطب محمد بن احمد علی القسطلانی، انہوں نے ایک جلد کی چھوٹی سی کتاب لکھی ہے: 'جُمَل الایجاز، فی الاِعجاز، بنار الحِجاز'۱ اس طرح کچھ اور لوگوں نے زلزلوں اور فتنوں پر کتابیں لکھی ہیں۔ اسی قسم کی وہ بڑی تاریخ بھی ہے جس پر اس موضوع سے متعلق تمام بعد میں آنے والوں نے تکیہ کیا ہے:- امام ابو جعفر الطبری اجتہاد کے اماموں میں سے ہیں اور ان کا علم اتنا جامع تھا کہ ان کے بڑے بڑے

۱۔ حجاز میں آگ لگنے کے حادثہ سے متعلق۔

Marfat.com

معاصرین میں سے کوئی اس میں ان کے برابر کا حصہ دار نہ تھا ۔ روایت کے طریقوں پر اور دنیا کی خبروں پر وہ پوری طرح حاوی تھے ۔ لیکن ان کی کتاب جس غرض سے لکھی گئی ہے اسی تک محدود ہے یعنی تاریخ کے ، لڑائیوں کے ، اور فتوحات کے علم تک ۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ وہ جرح و تعدیل وغیرہ کی طرف توجہ کریں ۔ چنانچہ انھوں نے کسی ایک امام کی بھی خبریں پوری طرح اکٹھی نہیں کی ہیں ۔ ان کی ساری توجہ اس پر رہی ہے کہ لڑائیوں کا ذکر تفصیل سے ہو اور فتوحات کو اجمالی طور پر بیان کرنے کے بجائے کھول کر بیان کیا جائے ۔ اور پرانے انبیا کی ، گزرے ہوئے بادشاہوں کی ، قدیم فرقوں کی اور اگلے زمانوں کی خبریں مختلف طریقوں سے اور متعدد سندوں کے ساتھ درج ہوں ۔ ان باتوں میں ، اور ان کے علاوہ دوسری باتوں میں بھی ، وہ ایک سمندر تھے البتہ ' رجال ' پر جو ان کی تاریخ ہے بس اسی کو کافی سمجھتے تھے ۔ انھوں نے خود اپنی تاریخ کا ، جس کا اوپر ذکر ہوا ، ذیل ، بلکہ ذیل کا ذیل بھی لکھا ہے ۔ اس کا ایک ذیل محمد بن عبدالملک الھمذانی نے لکھا ہے جو المقتدر کے عہد سے لے کر عضُد الدولۃ ابو شُجاع تک سنہ ۳۶۰ کے آغاز پر ختم ہوتا ہے ۔ اس کے علاوہ ھمذانی کی ایک اور کتاب [ص : ۱۴۵] ' عُنوان السِیَر ' بھی ہے ، اور ایک ذیل وہ بھی ہے جو الوزیر ابو شجاع محمد بن الحسین بن عبداللہ بن ابراہیم البغدادی کی اس تاریخ سے متعلق ہے جس کا نام ہے ' اخبار السِّیَر التالیۃ علی تجارب الاُمَم الخالیۃ ' ۔ یہ خود ذیل ہے مِسکَوَیْہ کی کتاب ' تَجارِب الاُمَم ' کا ۔ الطّبَری کا ذیل کسی ابو [illegible] لکھا ہے اور اس کی تلخیص الصالح نجم الدین بن الکامل الاَیّوبی[1] نے کی ہے ۔

ابو الحسن علی بن الحسین بن علی المَسعودی نے ایک بڑی کتاب لکھی ہے جس کا نام رکھا ہے ' اخبار الزّمان ' ۔ اس کی انتہا

---

۱ - ایوب بن محمد ، ف ۶۴۷ھ ۔

Marfat.com

المتّقی للّٰلہ کی خلافت یعنی سنہ ۳۳۲ پر ہوتی ہے۔ ان کی دوسری کتابوں کے نام یہ ہیں: ذخائر العلوم وماکان فی سالِف الدّھْر؛ الاِستِذکار لِیماسّرفی الاَعْصار؛ التّاریخ فی اخبار الاُمَم۔ یہ سب کتابیں ان کی مشہور کتاب 'مُروج الذّھَب و مَعادِن الجَوھَر فی تُحَف الاَشراف من الملوک واھل الدّرایات' کے علاوہ ہیں اور سب کی سب جدّت تخلیق کے باعث ممتاز ہیں لیکن رواج صرف آخری کتاب کو حاصل ہؤا ہے۔ اس کے مقدمے میں وہ تاریخ کی بہت سی کتابوں کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ: "ہم نے تاریخ، سیرت اور آثار کی صرف ان کتابوں کا ذکر کیا ہے جن کے مصنّف مشہور ہیں اور جن کے مولّف جانے پہچانے ہیں۔ ہمارا کوئی ارادہ نہیں کہ ہم ان کتابوں کا ذکر کریں جو اصحاب حدیث کی تواریخ اور اسما الرجال اور ان کے زمانے اور طبقے کے علم سے متعلق ہیں؛ اس لیے کہ وہ تو اتنی زیادہ ہیں کہ اس کتاب میں ان کا ذکر کرنا میرے لیے ناممکن ہے"۔ نیز اگر ان سے کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو اس کا عذر، اور اگر کوئی غفلت ہوئی ہو تو گرفت سے بچنے کا ذریعہ ان کا وہ طویل سفر ہے جس کی تفصیل انہوں نے دی ہے، اور اس کے ساتھ بادشاہوں کی مصاحبت بھی جس کی بابت انہوں نے واضح طور پر لکھا ہے۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ تصانیف دو درجے کی ہوتی ہیں: اچھی اور عیب دار، اور طویل اور مختصر۔ اور خبروں کا تو یہ ہے کہ جتنا زمانہ زیادہ گزرتا جاتا ہے اتنی ہی ان میں زیادتی ہوتی جاتی ہے اور نت نئے زمانے کے ساتھ خبریں بھی نئی ہوتی ہیں۔ بسااوقات ان میں جو جاذب توجہ ہوتی ہیں وہ ایک نفاست پسند اور غیر معمولی ذہین (مصنف) کو معیوب معلوم ہوتی ہیں۔ ہر دو قسم کا ایک مخصوص مقام ہے جو مناسب توجہ چاہتا ہے۔ ہر اقلیم میں کچھ عجائب ہوتے ہیں جن کا علم صرف وہاں کے رہنے والوں ہی کو ہوتا ہے۔ ساتھ ہی جو شخص وطن کی چہار دیواری کے اندر رہا ہو اور اس تک صرف مقامی خبریں پہنچی ہوں وہ اس شخص کے برابر نہیں ہوسکتا جس نے اپنی عمر ملک ملک کی سیر میں گذاری ہو اور سارا وقت سفر کے ہچکولوں کے اندر گذار دیا ہو،

Marfat.com

اور ہر ہر باریکی کو اس کے اصلی مآخذ سے لیا ہو ، اور نفیس معلومات فطری خزانوں کے اندر سے نکالی ہوں ۔ وہ (مسعودی) کہتے ہیں : " یہ صحیح ہے کہ دنیا کی یادگاریں فنا ہوچکی ہیں اور منارے بے نشان ہوگئے ہیں ، نکمتے بھرے پڑے ہیں اور سمجھدار اکّا دکّا ہیں چنانچہ یا تو ملمع کار جاہلوں سے سابقہ پڑتا ہے یا کچا پکّا کام کرنے والوں سے جو گمان پر قناعت کرتے ہیں اور یقین کی روشنی سے محروم ہوتے ہیں " ۔

[ص : ۱۴۶] قاضی ابو عبداللہ محمد بن سلامۃ بن جعفر القضاعی نے ابتدائے آفرینش سے لے کر اپنے زمانے تک کی ایک مختصر تاریخ پانچ کرّاسوں میں لکھی ہے ۔

' حوادث ' مع ' وفیات ' :-

۲ - بعض مورّخین ' حوادث ' کے ساتھ ' وفیّات ' (تاریخہائے وفات) کا بھی اضافہ کرتے ہیں ، کبھی تو صرف وفات کی تاریخیں درج کرتے ہیں اور کبھی سوانح بھی لکھ دیتے ہیں ، جیسے ابو الفرّج بن الجوزی نے المنتظم میں کیا ہے ۔ اس کتاب کی دس بڑی جلدیں ہیں ۔ انھوں نے خود ایک چھوٹی جلد میں اس کا اختصار کیا ہے ، اس کا نام ہے ' شُذور العُقود فی تاریخ العُہود ' ۔ یہ کتاب میں نے ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دیکھی ہے ۔ اس کا ذیل محمد بن احمد بن محمد الفارسی نے لکھا ہے ۔ ان کی کتاب کا نام ہے : ' الفاخر ، فی ذکر حوادث ایّام الامام النّاصر ' ۔ اس کی کئی جلدیں ہیں ۔

المنتظم کا ایک اور ذیل امام العزّ ابوبکر محفوظ بن معتوق بن البزُوری[1] نے لکھا ہے ۔

ابن الجوزی کے پوتے (سبط ابن الجوزی) ابو المظفّر یوسف بن قیزُغلی نے تاریخ لکھی ہے جس کا نام ہے ' مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان ' ۔ یہ نام بڑی حد تک مسمّی پر پورا اترتا ہے ، چنانچہ وہ خود کہتے ہیں

۱ - ف ۶۹۴ھ ۔

Marfat.com

' اسے اسم با مسمّٰی اور لفظ مطابق معنٰی ہونا چاہیے ' ۔ القُطب موسیٰ ابن الفقیہ ابی عبداللہ محمد بن احمد بن عبداللہ بن عیسیٰ الیُونینی ۔ برادر الحافظ ابی الحسین علی[1] ۔ نے اس کتاب کو تقریباً نصف (حجم) میں مختصر کرکے اس کا ذیل لکھا ہے جو ' محمودیّة ' میں موجود ہے ' اس کی چار جلدیں ہیں ۔ ان کی وفات سنہ ۷۲۶ میں ہوئی ۔

ابن الجوزی نے تاریخ میں ایک اور کتاب ' دُرّة الاکثلیل ' چار جلدوں میں لکھی ہے ۔

الاُستاذ الحافظ العلاّمة العِزّ ابو الحسَن علی بن ابی الکَرَم محمد بن محمد بن عبدالکریم الشّیبانی الجَزَری ابن الاثیر ۔ مصنّف (اُسْد الغابة فی معرفة الصّحابه) ، ' الاَنساب ' وغیرہ ، و برادرِ علاّمہ مجدالدین مصنّف ' جامع الاصول ' و وزیر ضیاءالدین نصراللہ[2] مصنّف ' المثل السائر ' ۔ نے تاریخ لکھی ہے جس کا نام ' الکامل ' ہے ، اور ہے بھی بالکل ویسی ہی جیسا کہ اس کا نام ہے ۔ چنانچہ ہمارے شیخ (ابن حجر) فرماتے ہیں کہ یہ بہترین تاریخ ہے اس لحاظ سے کہ اس میں واقعات کو پوری وضاحت کے ساتھ کھول کر بیان کیا گیا ہے ۔ اکثر اوقات سننے والے کو یوں معلوم ہونے لگتا ہے جیسے وہ خود ان واقعات کا شاھد ہو ۔ پھر اس میں حُسن ترتیب اور خوبی بیان بھی ہے ۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ '' اسی بنا پر مجھے یہ خیال ہوا کہ سنہ ۶۲۸ ، یعنی ان کے موت سے دو سال قبل ، جہاں وہ رُکے ہیں وہاں سے میں اس کتاب کا ذیل لکھوں ' لیکن ہمارے شیخ کو اس کام کا [ص : ۱۴۷] موقع نہیں ملا ۔ البتہ اس کا ذیل ابو طالب علی بن انجب البغدادی الخازن ، متوفی سنہ ۶۷۴ ، نے لکھا ہے نیز ابن الخازن نے ایک اور بڑی کتاب ' الجامع المختصر فی عنوان التواریخ و عیون السِّیَر ' لکھی ہے ۔ الجمال محمد بن ابراہیم بن یحییٰ الکُتبی ، معروف بہ ' الوطواط[3] ' ، نے الکامل پر بڑے

---

۱ - علی بن محمد ، ف ۷۰۱ھ ۔

۲ - محمد بن محمد بن عبدالکریم ، ف ۶۳۷ھ ۔

۳ - ف ۷۱۸ھ ۔

Marfat.com

کام کے حاشیے لکھے ہیں۔

علاّمہ مجتہد ذوالفنون ابو شامہ عبدالرحمٰن بن اسماعیل بن ابراہیم المقدسی ثم الدمشقی الشافعی نے 'کتاب الرّ و ضتّین ، فی اخبار الدّولتّین ، النوریّة والصّلاحیّة' لکھی ہے ، اور خود ہی اس کا ذیل بھی لکھا ہے۔ انھوں نے اپنے کام کا آغاز سنہ ۵۹۰ سے کیا اور ان کی موت سنہ ۶۶۵ میں واقع ہوئی یعنی اسی سال جو کہ الحافظ العلّم القاسم بن محمد البِرْزالی کی ولادت کا سال ہے۔ اس طرح گویا البرزالی کی وہ کتاب جس کا آغاز اسی سال سے ہوتا ہے ، ابو شامہ کی کتاب کا ذیل ہے۔ اس کا نام 'المُقتفی' ہے اور سنہ ۷۳۶ کے دوران ختم ہوتی ہے ، بلکہ اس کے تھوڑا عرصہ بعد بھی انھوں (البرزالی) نے کچھ لکھا ہے۔ اس کا ذیل شام کے فقیہ التّقیی ابوبکر بن قاضی شُہبَہ نے لکھا ہے ، جن کی وفات سنہ ۸۵۱ میں ہوئی۔ ان میں سے ہر ایک کی کئی کئی جلدیں ہیں۔ البِرزالی نے ایک بڑی جامع 'مُعجَم' بھی لکھی ہے۔

الکمال ابو الفضائل عبدالرزاق بن الفُوطِی کی ایک بڑی تاریخ ہے جس کو وہ صاف (تبییض) نہ کر پائے۔ ایک ذرا اس سے چھوٹی تصنیف بھی ہے جس کا نام 'مُعجم (مَجمع) الآداب ، و معجم الاُسماء علی الالقاب ، و دُرَر الاَصْداف ، فی غُرَر الاوصاف' ہے۔ یہ بھی بہت بڑی ، پچاس جلدوں میں ، ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اسے ایک ہزار کتابوں سے جمع کیا ہے جو تواریخ ، دَواوین ، انساب ، اور مَجامیع (ہر قسم کی معلومات کے مجموعوں) کی نوعیت کی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی ایک تاریخ اور ہے جس میں حوادث کی ترتیب کا لحاظ کیا گیا ہے۔

قاضی ، فقیہ ، الشّہاب ابو اسحاق ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالمُنعِم بن ابی الدّم کی ، جو ابن الصّلاح کے معاصر تھے ، ایک مفید کتاب ہے۔ نیز ان کی ایک کتاب اور ہے جس کی ترتیب حروف کے مطابق ہے۔

Marfat.com

اس کے شروع میں سیرت نبویہ ہے ، پھر خلفا ہیں ، پھر فقہا ، پھر متکلمین ، پھر محدثین ، پھر زُھّاد ، پھر نحوی ، لُغَوی اور مفسّرین اور وُزرا اور سربرآوردہ لوگ اور پھر شعراء ــ یہ سب وہ ہیں جن کا نام ' محمد ' ہے۔ ان کے بعد مصنّف حروف کی ترتیب سے چلتے ہیں: پہلے صحابہ کو لیتے ہیں پھر خلفا کو یکے بعد دیگرے اسی طرح جیسا کہ اوپر درج ہے ، اور ہر حرف کے آخر میں ' النّساء ' (عورتیں) آتی ہیں ۔ اس کتاب کا نام ' التاریخ المقفّی '[1] ہے ۔ میں نے اس کی ایک جلد دیکھی ہے ۔ الجمال بن سابق کے پاس اس کی تین جلدیں تھیں ، بلکہ ان کے پاس دوسری تاریخ بھی تھی ۔

المویّد ، امیر حماہ ، نے بھی ایک تاریخ لکھی ہے جس سے ذہبی نے اقتباسات لیے ہیں ۔

[ص : ۱۴۸] الحافظ ابو عبداللہ الذّہبی کی ' تاریخ الاسلام ' بیس سے زیادہ جلدوں میں خود ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے ۔ ان کی ' سِیَر النُّبَلا ' بھی کئی جلدوں میں ہے ۔ ' دُوَل الاسلام ' کی ایک چھوٹی جلد ہے ۔ ' الاِشارۃ ' اس سے بھی چھوٹی ہے ۔ انھوں نے ان میں سے ہر ایک کا ذیل لکھا ہے ۔ اس کے علاوہ التّقی الفاسی نے ' النُبلا ' اور الاِشارۃ ' دونوں کے ذیل لکھے ہیں ۔ ' الدُّوَل ' (کے ذیل کے طور) پر میں نے ' وَجیز الکلام ' لکھی ہے ۔ ذہبی کی ایک اور تصنیف ' الاعلام بوفَیات الاَعلام ' ہے ۔ کہتے ہیں کہ ان کی تصانیف میں ' درّۃ التاریخ ' اور ایک ' ورَقہ ' بھی ہے جس میں التّقی بن تیمیہ کے اصحاب درج ہیں اور اس کا نام ' القبّان ' ہے ۔

العَدَل شمس الدین محمد بن ابراہیم بن ابی بکر بن ابراہیم الدّمشقی ابن الجزری کی ایک بہت بڑی اور مشہور تاریخ ہے ، جو خود ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی المحمودیّۃ میں موجود ہے ۔ اس میں بڑی عجیب و غریب باتیں ہیں ۔ ان کا انتقال سنہ ۷۳۹ھ کے وسط میں ہوا ۔

---

۱ ۔ لحظ ص ۱۵۲ لحق ۔

Marfat.com

محمد بن محفوظ بن محمد بن غالب الجُھنیی الشُّبَیکی المکی نے ایک چھوٹی سی تاریخ لکھی ہے جو ہاشمیوں کی حکومت کے خاتمے سے شروع ہو کر ۶۹۰ کے بعد کہیں جا کر ختم ہوتی ہے ، البتة اس کے بیچ بیچ میں کچھ سنہ ایسے آگئے ہیں جن کے تحت انھوں نے کچھ بھی نہیں لکھا ہے ، وجہ یہ ہے کہ ان کے علم کے مطابق ان کے پیشرو حضرات نے ان سینین کو کوئی اہمیت نہیں دی ہے ۔ ہاں انھوں نے ایک تاریخ اور لکھی ہے جو ۷۲۵ سے لے کر ۷۶۰ والی دہائی کے آخر تک جاتی ہے ۔ التّقیی الفاسی نے اس سے بہت کچھ لیا ہے باوجودیکہ اس میں زبان کی غلطیاں اور غیر فصیح عبارتیں وغیرہ پائی جاتی ہیں ۔

الحافظ العمیاد بن کَثیر کی تصنیف ' البدایة و النّھایة ' چند جلدوں میں ہے ۔ اس کے شروع میں وہ کہتے ہیں کہ '' اللہ کی توفیق کے مطابق ابتداء آفرینش کا ذکر کروں گا ، یعنی آفرینش عرش کی ، کرسی کی ، آسمانوں کی ، زمین کی ، جو کچھ ان کے اندر ہے اُس کی ، اور جو کچھ ان کے درمیان فرشتے اور جِنّ اور شیطان ہیں اُن کی ۔ اس کے بعد (ذکر کروں گا) آدم (علعس) کی تخلیق کی کیفیت ، انبیاء (علعس) کے قصے ، اور اس جیسی ساری باتیں عہد بنی اسرائیل اور زمانہ جاہلیت تک کی ، جب سلسلہ نبی (صلعم) کے دور تک پہنچے گا تو آپ کی سیرت شایان شان طریقے سے لکھوں گا ، جس سے سینہ ٹھنڈا ہو جائے گا ، پیاس بجھ جائے گی اور بیمار کی بیماری دور ہو جائے گی ۔ پھر اس کے بعد ہمارے زمانے تک جو کچھ ہؤا وہ بیان کروں گا ۔ نیز ذکر کروں گا فتنوں کا ، طویل جنگوں کا ، قیامت کی علامتوں کا ، پھر مرنے کے بعد جینے اور اٹھ کھڑے ہونے کا ، اور قیامت کی ہولناکی کا ، پھر اس کی تفصیلات اور اس دن جو کچھ ہوگا اور جو بڑے بڑے ہولناک واقعات ہوں گے ان کا ، پھر دوزخ کی تفصیلات کا ، پھر جنت کی تفصیلات کا اور وہاں کی اچھی اور خوبصورت چیزوں کا ، اس کے علاوہ اور متعلقہ باتوں کا ، اور کتاب ، سنّت ، احادیث اور اخبار منقولہ [ص : ۱۰۹] میں اس بابت جو کچھ آیا ہے ، اور جو نبیوں کے وارث اور محمد مصطفیٰ کی

Marfat.com

نبوّت (حاملِ نبوّت پر بہترین صلاۃ و سلام) کے چراغ جلانے والوں یعنی علما کے نزدیک مقبول ہے اُس کا۔ اسرأیلیات میں درج نہیں کروں گا بجز ان باتوں کے جن کے نقل کرنے کی شارع نے اجازت دی ہے اور جو ایسی ہیں کہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ (صلعم) کی سنت سے ٹکراتی نہیں ہیں ، یہ باتیں اس قسم کی ہیں کہ نہ تو ان کو سچ کہا جا سکتا ہے نہ جھوٹ ، ان میں تفصیل ہے ان باتوں کی جو ہمارے یہاں اجمالی طور سے پائی جاتی ہیں اور نام ہیں ان کے جن کا ذکر ہماری شریعت میں مبہم ہے ۔ ان کی تعین میں ہمارے لیے کوئی فائدہ نہیں ۔ ان کو ہم صرف ' زیب داستان ' کے طور پر درج کریں گے ، نہ اس لیے کہ ہم کو ان کی ضرورت ہے یا ہمیں ان پر بھروسا ہے ، اور سند کے قابل تو صرف اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے جو ' صحیح ' یا ' حسَن ' طریقے سے مروی ہو ، جہاں کہیں ضعف ہوگا اسے ہم واضح کر دیں گے ۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے ' کَذٰلِکَ نَقُصُّ علیک مِن أنباءِ ما قد سبَقَ و قد آتَیناکَ مِن لدُنّا ذِکرًا '[1] (یوں ہم نے سنائی ہیں تم کو خبریں گذشتہ زمانے کی اور پہنچائی ہیں تم تک اپنے پاس سے وہ باتیں جو یادداشت کے قابل ہیں) ۔ چنانچہ اللہ نے اپنے نبی (صلعم) کو خبریں سنائی ہیں گذشتہ زمانے کی ؛ مخلوقات کی پیدائش کی بابت ، گذری ہوئی امتّوں کے تذکرے کی بابت ، اور اس بابت کہ اللہ نے اپنے اولیا کے ساتھ کیا کیا اور اپنے دشمنوں پر کیا مصیبت نازل کی ۔ رسول اللہ (صلعم) نے یہ سب کچھ اپنی امتّ کے لیے تشفی بخش طریقے پر صاف صاف بیان کر دیا ہے ۔ ہر فصل کے تحت ہم وہ آیتیں درج کریں گے جو اس سے متعلق وارد ہوئی ہیں اور آیتوں کے بعد وہ جو اس ذیل میں رسول اللہ سے نقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے ۔ جن باتوں کی ہمیں ضرورت ہے وہ سب رسول اللہ نے بتا دی ہیں اور جن کا کوئی فائدہ نہیں انہیں چھوڑ دیا ہے ۔ اس قسم کی باتیں جاننے کے لیے

---

۱ - قرآن ۲۰/۹۹ -

Marfat.com

اور ان کے سمجھنے میں قیاس آرائیاں کرنے کے لیے علمائے اہل کتاب کے گروہ کے گروہ ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے ہیں حالانکہ بیشتر لوگوں کے لیے وہ بے فائدہ ہیں ۔ ہمارے یہاں بھی علماء کا ایک گروہ ہے جو یہ ساری باتیں پوری کی پوری نقل کر ڈالتا ہے ۔ ہم نہ ان کی تقلید کریں گے اور نہ ان کے راستے پر چلیں گے ۔ ہم تو ان باتوں میں سے بہت تھوڑی اور وہ بھی مختصر طریقے پر درج کریں گے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتادیں گے کہ کونسی بات حق ہے بایں معنی کہ جو کچھ ہمارے یہاں ہے اس کے موافق ہے اور کونسی اس کے مخالف ہے اور اس بنا پر موجب انکار ۔ رہی وہ حدیث جو بخاری نے اپنی 'صحیح' میں عمرو بن العاص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ (صلعم) نے فرمایا : بلّغوا عنّی ولو آیۃ ، وحدّثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج ، ولا تکذبوا ، و من کذب علیّ متعمّداً فلیتبوّأ مقعدہ من النّار ' (میری طرف سے دوسروں کو پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو ، اور بنی اسرائیل کی باتیں بھی نقل کرو ، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ، اور میری حدیثیں سناؤ البتہ جھوٹ میری طرف منسوب نہ کرو ، جس نے جان بوجھ کر جھوٹ میری طرف منسوب کیا اس کو تو چاہیے کہ بس دوزخ میں اپنی جگہ بنا لے) تو یہ حدیث ان اسرائیلیات پر محمول ہے جن کی بابت سکوت اختیار کیا جائے یعنی نہ تو ہمارے پاس یہ کہنے کو کچھ ہو کہ وہ سچی ہیں اور نہ یہ کہ جھوٹی ہیں ۔ ان کی روایت عبرت کے فائدے کے مدّ نظر جائز ہے اور اسی پر ہم اس [ص : ۱۵۰] کتاب میں عمل کریں گے ۔ جو باتیں ایسی ہیں کہ ہماری شریعت ان کو سچا بتاتی ہے تو ہمیں ان کی ضرورت نہیں اس لیے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہی کافی ہے ، اور جن باتوں کو ہماری شریعت باطل بتاتی ہے وہ رد کرنے کے قابل ہیں ، ان کا نقل کرنا جائز نہیں ہے بجز اس صورت کے کہ ان کے نہ ماننے اور جھٹلانے کا پہلو نکلتا ہو ۔ جب اللہ پاک نے ، جو ہر تعریف کا حق دار ہے ، ہمیں ہمارا رسول ۔ محمد (صلعم) ۔ دے کر تمام دیگر شریعتوں سے ، اور اپنی کتاب دے کر تمام دوسری کتابوں سے ،

Marfat.com

مستغنی کر دیا ہے تو ہم ان باتوں کی طرف نہیں لپکتے جو دوسروں کے یہاں پائی جاتی ہیں اور وہ تو ایسی ہیں کہ ان میں بسا اوقات اُلٹ پلٹ ، غلطی ، جھوٹ ، من گھڑت ، ہیر پھیر ، اَدل بَدل اور اس سے بھی بڑھ کر مسخ کرنے اور بگاڑنے کا عمل ہوتا رہتا ہے ۔ جتنا ہمارے لیے ضروری ہے اسے ہمارے رسول نے شرح اور وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے ، جس کو اس کا علم ہو ہو اور جس کو نہ ہو نہ ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ۔ کیا ہی خوب ہے ان کی تصریح اسرائیلیات سے نقل کرنے کی بابت ۔ یہی وہ سچی اور مانی ہوئی بات ہے جو ہم نے اپنی کتاب ' الاصل الاَصِیل فی تَحریم النَّقل من التَّوراۃ والاِنجیل ' میں لکھی ہے اور اس پر زور دیتے ہوئے اس کی تحقیق اور تحریر میں خاصی طوالت سے کام لیا ہے ۔ توفیق کا سرچشمہ تو اللہ ہی ہے ۔

حافظ عماد الدین کے بیٹے نے اس کتاب کا ذیل ایک جلد میں لکھا ہے ، بلکہ ہمارے شیخ (ابن حجر) کی کتاب إنباء الغُمْر فی أنباء العُمْر ' جو دو جلدوں میں ہے وہ بھی اس لائق ہے کہ اسے اس کتاب کا ذیل بنایا جائے اس لیے کہ انھوں نے اس کی ابتداء اپنی پیدائش کے سال یعنی سنہ ۷۷۳ سے کی ہے ۔ ابن کثیر (کی کتاب) کا ذیل الشِّہاب بن حِجِّی[1] نے بھی لکھا ہے ۔ وہ انتقال کے وقت اسے مسودے کی شکل میں چھوڑ گیے ۔ التَّقِی بن قاضی شُہْبَۃ نے اسے لے کر صاف کیا اور اس میں اضافے بھی کیے ۔ ان کے علاوہ اور بھی (ذیل لکھنے والے) ہیں جیسے الصَّلاح محمد بن شاکر الکُتُبِی الدِمَشْقی المورِّخ ، ان کی تصنیف ' عُیون التواریخ ' ہے اور اس کی بابت الصَّدْر ابو الحَسن علیؒ بن العلاء علی بن محمد بن محمد بن ابی العِزؒ الحَنَفِیؒ قاضی دِمَشق و مصر[2] نے کہا ہے :-

---

۱ - احمد بن حِجّی ، ف ۸۱٦ھ ۔

۲ - ف ۷۹۲ھ ۔

Marfat.com

'عیونُ التواریخ' الشریفة قد حوَی
عیونَ المعانی و الفوائد و الفضلا

'عُیون التواریخ' شریف مشتمل ہے اچھے معانی ، فوائد اور فضل پر ،

فما من سَوادٍ فی بیاضٍ رأیتُه
بأحسَنَ من هذی العیون ولا أحلٰی

میں نے اور کہیں سفیدی میں سیاہی ایسی نہیں دیکھی جو ان 'عُیون' (آنکھوں) سے زیادہ خوبصورت اور دلپسند ہو ۔

اور انھوں (ابن شاکر الکُتبی) نے تاریخ ابن خلکان کا بھی ذیل لکھا ہے ، اس کا نام 'فوات الوفیات' ہے اور کئی جلدوں میں ہے۔ ان کی وفات رمضان سنہ ۷۶۴ (۷) میں ہوئی ۔

بَیبَرس المنصوری الدَّوادار نے ایک تاریخ پچیس جلدوں میں لکھی ہے ، یہ المویدیہ میں پائی جاتی ہے نیز اس کا کچھ حصہ بنو فہد کے ذخیرہ کتب میں ہے ، اس کا نام 'زُبدة الفکرة فی تاریخ الهجرة' ہے ، ایک اکیلے الصَّفدی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ان کا ایک نصرانی کاتب ، ابن کبتر نامی تھا ، اس نے اس کتاب کی تیاری میں ان کا ہاتھ بٹایا ۔ لیکن دوسرے کئی [ص : ۱۵۱] سوانح نگاروں نے ان کی نیکی ، بھلائی ، تہجد ، تلاوت وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور یہ سب باتیں اس امر کے خلاف جاتی ہیں کہ انھوں نے اس پر بھروسا کیا ہو ۔

الظہیر علی بن محمد بن محمود الکازَرُونی کی 'رَوضة الاَریب' ۲۷ جلدوں میں ہے ۔

الشّہاب احمد بن عبدالوهّاب بن محمد النُّوَیری[1] نے 'نہایة الاَرَب' تیس جلدوں میں لکھی ہے ۔ یہ بڑی جامع کتاب ہے ۔ اس کے باوجود انھوں نے اس کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ دو ہزار درہم میں

---

۱ ۔ ف ۷۳۲ھ ۔

Marfat.com

بیچ ڈالا ۔ اس کا اختصار خود انھوں نے یا کسی دوسرے نے کیا ہے ۔

العفیف الیافیعی کی تاریخ کا نام ، جیسا کہ اوپر گزرا ،[۱] ' میرآة الجنان ' ہے ، یہ بڑے کام کی ہے اس کی دو جلدیں ہیں ۔

ناصر الدّین محمد بن عبدالرّحیم بن علی بن الفُرات[۲] کی تاریخ خوب طویل ہے ۔ اس کا وہ جز جو آخری تین صدیوں سے متعلق ہے اسے انھوں نے تقریباً بیس جلدوں میں صاف کیا تھا ۔ اس کی کتابت سنہ ۸۰۳ کے خاتمے پر ختم ہوئی ہے ۔ میرا خیال ہے کہ اگر وہ اس کو مکمل کر لیتے تو ساٹھ جلدیں ہو جاتیں ۔ اس کی کتابت اس فن کی حیثیت سے بڑی مفید ہے جس سے ان کا سروکار ہے ، لیکن ان کا اِعراب درست نہ تھا اس وجہ سے وہ زیر زبر کی فاش غلطیاں کر جاتے ہیں ۔ نیز ان کی عبارت عام بول چال کی زبان میں ہے ۔ یہ کتاب مسودہ ہی کی شکل میں بِک گئی اور تتر بتر ہو گئی ۔

القاضی ولیّ الدین بن خلدون گی تاریخ الباسطیّہ میں ہے ۔ اس کا مقدمہ بہت خوب ہے ۔ اس کا نام ' العِبَر فی تاریخ الملوک والاُمم والبَربَر ' ہے ۔ اس کی سات بڑی بڑی جلدیں ہیں ۔ ان کے ایک شاگرد ابن عمّار نے اس کتاب کی تعریف میں بڑی مبالغہ آرائی کی ہے ۔ وہ کہتے ہیں : '' اس کا مقدمہ تمام علوم پر حاوی ہے ، فُصحا کی زبانیں اس کے نہج سے بہت دور ہیں ، اس کی برابری تو کیا معنی ، اس کے لگ بھگ بھی نہیں پنہچتیں ۔ اپنی جان کی قسم یہ تو ان کتابوں میں سے ہے جن کے القاب ایسے مشہور ہو گئے ہیں کہ انھیں مضمون کتاب سے کوئی نسبت نہیں ، مثلاً الاغانی ' اس کے مصنف نے اس کو یہ نام (الاغانی = گانے) دیا حالانکہ اس میں ہر قسم کی باتیں ہیں ؛ الخطیب کی

---

۱ - لحظ ص ۳۰ مبق ۔

۲ - ف ۸۰۷ھ ۔

Marfat.com

تاریخ ، اس کا نام انھوں نے ' تاریخ بغداد ' رکھا حالانکہ وہ تو ' تاریخ عالَم ' ہے ۔ ابو نُعیم کی ' حِلیة الاولیاء ' انھوں نے اس کا یہ نام رکھا حالانکہ اس میں کیا کچھ نہیں ہے ۔ امام ابو عثمان الصّابُونی[1] تو یہ کہا کرتے تھے کہ "ہر وہ گھر جس میں ' الحِلیة ' ہو اس میں شیطان نہیں آسکتا " ۔ اسی طرح ابن عمّار[2] کے ساتھی التّقِی المَقریزی نے بھی ابن خلدون کی تاریخ کی تعریف کی ہے ۔ اس کے مقدمے کی بابت وہ کہتے ہیں " اس جیسی کوئی اور کتاب نہیں لکھی گئی ، اور بہت مشکل ہے کہ کوئی اپنی کوششوں سے اس کے مرتبے کو پہنچ سکے " اسی طرح وہ اور مبالغہ کرتے ہیں ، لیکن ہمارے شیخ (ابن حجر) ان سے اتفاق نہیں کرتے ، بعض باتیں مانتے ہیں اور بعض نہیں مانتے ، ان کی تحقیق یہ ہے کہ ابن خلدون کو خبروں کا ، خاص طور سے مشرق کی خبروں کا ، ٹھیک ٹھیک علم نہ تھا ۔ یہ بات ہر اس شخص پر عیاں ہے جو ابن خلدون کے کلام پر نظر رکھتا ہے ۔

[ص : ۱۵۲] ابن خلدون سے پہلے الشّرَف عیسیٰ بن مسعود المغربی الزّواوی[3] ، شارح مُسلِم ، نے تاریخ لکھی جس کا آغاز ابتدائے آفرینش سے کیا ۔ انھوں نے اس کی دس جلدیں لکھیں ۔

صارم الدّین ابراہیم بن محمد بن دُقماق المورّخ کی تصنیف المُوَیّد یہ میں ہے ۔ ان کی تصنیف ' تاریخ الاسلام ' اور ' تاریخ الاَعیان ' ہیں ۔ ان میں سے ایک سنہ وار ہے اور دوسری کی ترتیب حروف کے مطابق ہے ۔ نیز ' اَخبار الدّولة التُّرکیّة ' دو جلدوں میں، اور سیرة الظّاہر برقوق ' اور ' طبقات الحَنَفیّة ' جس کے سبب

---

۱ - اسماعیل بن عبدالرحمٰن ، ف ۴۴۹ھ ۔

۲ - ضمیر کا مرجع ابن خلدون بھی ہو سکتا ہے لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا ۔

۳ - ف ۷۴۳ھ ۔

Marfat.com

انھیں بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑا ۔ ان کی تصانیف بڑے کام کی ہیں لیکن ان کی عبارت بول چال کی زبان میں ہے ۔ انھوں نے اپنی اور دوسروں کی تصانیف ملا کر تاریخ کی تقریباً دو سو کتابوں کی کتابت کی ہوگی ۔

التّقیِی المَقریزی کی ' السُلوک ' ۔ جیسا کہ اوپر گزرا[1] ۔ چار جلدوں میں ہے ۔ میں نے اس کا ذیل ' التّبِر المَسبوک ' کئی جلدوں میں لکھا ہے ۔ اس کا ذیل لکھنے والے اور بہت سے ہیں ، ان میں سے ایک یوسف بن تَغری بِردِی[2] ہیں جن کا ذیل دو یا تین جلدوں میں ہے ، دوسرے الیوسفی[3] اور الفَیّومی[4] ہیں جن کا ذیل ایک جلد میں البَدر الشاذِلی الکُتبی کے پاس تھا ۔

ہلال بن المُحَسِّن بن ابراہیم بن ہلال الصّابی[5] جو تنہا اپنے باپ اور دادا کے برعکس اسلام لائے ، انھوں نے بھی ایک تاریخ چالیس جلدوں میں لکھی ہے ۔

کتب ' تراجم ' :-

یا مورّخ کا سروکار ہوتا ہے ' تراجم ' (سوانح) سے ، اور ایسے بہت سے ہیں :-

ابن ابی الدّم ۔ ان کی تاریخ ' المقفّی ' کا ذکر پوری تفصیل سے اوپر گزرا ۔

القاضی الشمس احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر بن خلّکان ، ان کی کتاب ' وَفیات الاعیان ' پانچ جلدوں میں ہے ، لوگوں میں خوب مقبول ہے اور سب اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ ان کا کہنا ہے کہ ' انھوں نے اس میں بہت کم کسی صحابی یا تابعی کا ذکر کیا ہے ۔

---

۱ - لحظ ص ۱۲۰ سبق ۔
۲ - ف ۸۷۴ھ ۔
۳ - موسیٰ بن محمد ، ۶۹۶—۷۵۹ (؟)ھ ۔
۴ - شاید علی بن محمد ۔ بعد از ۷۷۰ھ ۔؟
۵ - ف ۴۴۸ھ ۔

Marfat.com

خلفا میں سے بھی کسی کا ذکر نہیں کیا ، اس لیے کہ اس موضوع پر جو بے شمار کتابیں ہیں وہ بہت کافی ہیں - ہاں ! البتہ انھوں نے بہت سے ایسے فاضل لوگوں کا ذکر کیا ہے جن سے ان کا ملنا ہؤا اور جن سے انھوں نے روایت کی یا جو ان کے زمانے میں تھے اگرچہ ان سے مل نہ پائے -

نیز انھوں نے اپنی کتاب کو کسی معین گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں کیا ہے جیسے علما ، مُلوک ، اُمرا ، وزرا ، یا شُعَرا - بلکہ انھوں نے ہر اس شخص کو لیا ہے جسے لوگوں میں شہرت حاصل ہو ، اس کی ترتیب انھوں نے حروف مُعجم کے لحاظ سے رکھی ہے - ایک حرف کے جو نام ہوں ان میں پہلے وہ فقہا کو لیتے ہیں ، پھر خلفا کو ، پھر ندیموں اور شاعروں اور ادیبوں اور کاتبوں کو - زیادہ تر انھوں نے شعرا اور ان جیسے لوگوں کا ذکر کیا ہے - بعض مورّخین نے اس کا ذیل لکھا ہے ، ایک فضل اِللہ النّصرانی[1] نے بھی لکھا ہے اور اس کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہؤا نسخہ ابن فَہد کی کتابوں میں موجود ہے - بلکہ ایک نصرانی نے تو 'حَوادث ، پر تاریخ ترتیب دی ہے جس کا آغاز [ص : ۱۵۳] ابتدائے آفرینش سے ہوتا ہے - جب وہ نبی (علسم) پر پہنچتا ہے تو ایسی عبارت لکھتا ہے جس سے نصرانیوں کی خاطر ملحوظ ہے، اس کے بعد وہ اپنے زمانے تک کے حالات لکھتا چلا جاتا ہے- مجھے معلوم ہؤا ہے کہ اس نسخے پر ہمارے شیخ (ابن حجر) کے ہاتھ کی تحریر موجود ہے، انھوں نے اس سے استفادہ کیا اور ان کا انداز تعریف کا ہے - اصل کتاب کا اختصار التاج عبدالباقی بن عبدالمجید الیمانی نے کیا ہے اور اس کا نام رکھا ہے ' لُقطۃ العَجلان ، المُلخّص من وَفَیات الاَعیان ' -

ابراہیم بن عبدالعزیز بن یحیی اللّوری الکاتب ، جن کی وفات بمقام دمشق سنہ ۶۸۷ میں ہوئی - ان کی تصنیف تین جلدوں میں

---

۱ - فضل اللہ بن ابی الفخر ، ف ۷۲۶ھ -

Marfat.com

ہے ، ان میں سے تیسری جلد ان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ابن فہد کی کتابوں میں موجود ہے ۔

ابو الخیر سعید بن عبداللہ الذہلی البغدادی[۱] نے اہل دمشق و بغداد کے بہت سے ' اعیان ' (بڑے بڑے لوگوں) کے سوانح لکھے ہیں ۔

ایک بات ان سب مصنفین میں مشترک ہے وہ اپنی (تراجم پر مشتمل) تصنیفات کو ' تاریخ ' کا نام دیتے ہیں ۔ ہاں ! ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنی کتاب کو ' طبقات ' کا نام دیتے ہیں جیسے مسلم کی طبقات جو صرف صحابہ اور تابعین تک محدود ہے ۔ وہ ان دونوں قسموں (صحابہ و تابعین) کی ابتدا مدینہ والوں سے کرتے ہیں ، ان کے بعد مکے والے آتے ہیں ، پھر کوفے والے ، پھر بصرے والے ، پھر شام والے اور مصر والے وغیرہ وغیرہ ۔ وہ سوانح نہیں دیتے بلکہ صرف نام درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں ۔

خلیفہ بن خیاط کی ایک اور تصنیف ہے اس تصنیف کے علاوہ جس کا ذکر اوپر گزرا ۔

ابو حیویہ[۲] ، اور ابوبکر بن البرقی[۳] اور ابو الحسن بن سمیع کی بھی تصانیف ہیں ۔

ابو الولید بن الدباغ کی ' طبقات المحدثین ' ہے ۔

الواقدی کی ' تاریخ ' ہے ۔

ابوبکر بن ابی شیبہ ، اور سعید بن کثیر بن عفیر المصری ، اور ابو موسیٰ محمد بن المثنی البصری الزمن[۴] ، اور عمرو بن علی الفلاسی ، اور یعقوب بن سفیان الفسوی ، اور ابو زرعة عبدالرحمن بن عمرو الدمشقی البصری[۳] ، اور ابو الشیخ ، اور ابو عبداللہ بن

---

۱ ۔ ف ۴۹۷ھ ۔

۲ ۔ شاید ابن حیویہ محمد بن العباس ، ف ۳۸۲ھ ۔

۳ ۔ بظاہر احمد بن عبداللہ ، ف ۲۷۰ھ ۔

۴ ۔ النصری ؟

Marfat.com

متنشدہ اور دوسرے بہتیرے ہیں جن کی تصنیفات تاریخ وغیرہ سے متعلق ہیں ۔ میں نے چاہا کہ ان سب کو حروف مُعجم کی ترتیب کے ساتھ سلسلہ وار لکھوں ۔ ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جن کی تصانیف میں اوپر بیان کر چکا ہوں ۔ غرض یہ ہے کہ جو مُورّخین کی فہرست بنانا چاہے تو دو طریقوں میں سے ایک یہ طریقہ بھی اس کے سامنے ہو :-

فہرست مورّخین بہ ترتیب حروفَ معجم

ابراہیم بن عبدالعزیز بن یحییٰ الکاتب ،

ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالمُنعِم بن ابی الدّم ،

ابراہیم بن عُمر البِقاعِیی ،

ابراہیم بن ماھَوَیْہ الفارِسِی۔ انھوں نے مُبَرّد[1] کی ' کامل ' کا جواب لکھا ہے ، جیسا کہ آگے ' جعفر ' کے تحت آئے گا ۔

ابراہیم بن محمد بن دُقماق ،

ابراہیم بن محمد بن عَرَفۃ الواسِطِی النَّحوی نِفْطَوَیْہ[2] ۔ ان کی تاریخ کی بابت مسعودی کا کہنا ہے کہ ' خواص کی کتابوں کی [ص : ۱۵۴] دلچسپ باتوں سے بھری ہوئی ہے اور سرداروں کی اچھی اچھی باتوں سے پُر ہے '' وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ '' اس کے مصنّف اپنے زمانے کے سب سے اچھے ناقد اور سب سے دلچسپ مصنّف تھے ''

ابراہیم بن موسیٰ الواسِطی الکاتب ،

احمد بن سَعید بن حَزْم المُنْتَجِیلی[3] ،

احمد بن صالح بن شافع الجِیلی[4] ،

---

۱ - محمد بن یزید ، ف ۲۸۵ھ ۔

۲ - ف ۳۲۳ھ ۔

۳ - اصل : ' المسیحلی ' ۔

۴ - ۵۲۰ - ۵۶۵ھ ۔

Marfat.com

احمد بن ابی طاہر، ابو الفضل الکاتب المَروَزی ۔ بڑے پایہ کے شاعر ہیں اور چوٹی کے بلیغ لوگوں میں شمار کیے جاتے ہیں ۔ ان کا قول ہے :-

حَسْبُ الفتیٰ ان یکونَ ذا حَسَبٍ
من نفسِہ لیس حَسْبُہ حَسَبُہ

ایک نوجوان کے لیے یہی سب کچھ ہے کہ اس کا حسب خود اپنا ذاتی ہو ۔ (دوسرا) حسب اس کے لیے کافی نہیں ۔

لیس الّذی یبتدی بہ نسبٌ
مثل الّذیْ ینتہی بہ نَسَبُہ

وہ شخص جس سے نسب کی ابتداء ہو اس شخص کی طرح نہیں جس پر نسب کی انتہاء ہو ۔

احمد بن عبدالوہّاب بن محمد النّویری ،

احمد بن علیؒ بن عبدالقادر المقریزی ،

احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر بن خلّکان ،

احمد بن محمد الخُزاعِی الانطاکی ، معروف بہ الخاقانی ،

احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذُری ۔ ان کی تصنیفات ’ التاریخ ‘ ’ البلدان ‘ اور ’انساب الاشراف ‘ ہیں ۔

احمد بن ابی یعقوب ۔ یا ابن یعقوب ۔ المصیری ،

اسحاق بن ابراہیم الموصلی ،

ابو بکر بن الحسین المراغی ،

بیبَرس المنصوری الدّوادار ،

ثابت بن سنان الصّابی[1] ،

جعفر بن محمد بن حمدان الموصلیؒ الفقیہ[2] ۔ ان کی ایک کتاب

---

۱ ۔ ف ۳۶۵ھ ۔ اصل ’ العتابی ‘ ۔

۲ ۔ ف ۳۲۳ھ ۔

Marfat.com

آخبار سے متعلق ہے جو انھوں نے مبرّد کی کتاب ' الرّوضة ' کے جواب میں لکھی ہے ، اس کا نام ' الباھر' ہے - مبرّد کے جواب میں ابراہیم بن ماھوَیشہ نے بھی ، جن کا ذکر اوپر گزرا ، ایک کتاب لکھی ہے لیکن وہ مبرّد کی ' الکامل ' کے جواب میں ہے -

الحسن بن ابراہیم بن زُولاق ، ابو محمد المصری ،

الحسین بن علی ، ابو عبداللہ الکُتبِیی ،

حمّاد بن ابی لیلیٰ ، ابو القاسم الراویة[1] - اخبار کے ماہر اور بہت بڑے عالم تھے - عرب کے ' ایّام ' (جاہلیت کی لڑائیوں) اور انساب اور واقعات اور لُغات اور شعر سے گہری واقفیت رکھتے تھے -

حمّاد عجرد[2] - اخبار کے بڑے عالموں میں سے تھے -

خالد بن ہشام ابو عبدالرحمٰن الاُسوی - ان کی تعریف مسعودی نے کی ہے -

خلیفة بن خیّاط ،

الخلیل بن الھیثم الھرثمی - ' کتاب ' الحیل و المکائد فی الحروب ' وغیرہ کے مصنّف ہیں -

داؤد بن الجرّاح - علی بن عیسیٰ الوزیر[3] کے دادا ہیں ، مسعودی نے ان کی تاریخ کی تعریف میں کہا ہے کہ ایرانیوں اور دوسری قوموں کی بہت سی خبریں اس میں جمع ہیں - یہ محمد کے والد ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا -

الزبیر بن بکّار القرشی المکّی - حفّاظ حدیث میں سے ہیں ، نسب کے اور پرانے لوگوں کی خبروں کے عالم ہیں - ' نسب قریش ' کے مصنّف ہیں - [ص : ۱۵۵]

---

۱ - حمّاد بن سابور ، ف ۱۵۵ھ -

۲ - حمّاد بن عمر ، ف غالباً ۱۶۱ھ -

۳ - ف ۳۳۵ھ -

Marfat.com

سعید بن اوس ، ابو زید الانصاری[1] ،
سعید بن عبداللہ ، ابو الخیر الذہلی ،
سعید بن یحییٰ الاُموی ،
سنان بن ثابت ابن قرّۃ الحرّانی[2] ،
سہل بن ہارون[3] ،
شرقی بن قطامی[4] ،
صدقۃ بن الحسین الفرضی[5] ،
العبّاس بن الفرج الرّیاشی النّحوی اللغوی[6] ،
العباس بن محمد الاندلسی ۔ انہوں نے المعتصم بن صمادح[7] کے لیے ایک تاریخ تیار کی ، جس کا آغاز سیرت نبوی سے کیا ۔
عبدالباقی بن عبدالمجید الیمانی ،
عبدالرحمٰن بن احمد بن یونس بن عبدالاعلیٰ ، ابو سعید المصری ۔
عبدالرحمٰن بن اسماعیل بن ابراہیم المقدسی ثمّ الدّمشقی ، ابو شامۃ ،
عبدالرحمٰن بن عبدالحکم ، ابو القاسم المصری ،
عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن محمد بن الحسن الولوی بن خلدون ،
عبدالرزّاق بن الفوطی :

---

١ - ف ۲۱۵ھ ۔
۲ - ف ۳۳۱ھ ۔
۳ - ف ۲۱۵ھ ۔
۴ - ان کا نام شاید الولید بن الحسین تھا ۔ المنصور کے عہد میں حیات تھے ۔
۵ - بظاہر = الحدّاد ، ف ۵۷۳ھ ۔
۶ - ف ۲۵۷ھ ۔
۷ - حاکم المریۃ ، ۴۴۳–۴۸۴ھ ۔

Marfat.com

عبداللہ بن احمد بن یوسف ، ابو الولید بن الفرَضی ،
عبداللہ بن الحسین بن سَعد الکاتب ،
عبداللہ بن لَہِیعَۃ المصری ،
عبداللہ بن محفوظ الاَنْصاری البَلَوِی ۔ یہ ساتھی ہیں ابو زید عُمارۃ بن زید المدَنی کے ۔
عبداللہ بن محمد بن احمد بن خلَف العَفیف المصری ،
عبداللہ بن محمد بن عُبَید ، ابوبکر بن ابی الدُّنیا ۔ المکتفیی باللہ کے اتالیق اور حافظ حدیث ہیں ۔
عبداللہ بن مسلم بن قُتَیبہ ، ابو محمد الدِّینَوری ۔ 'المعارف' اور دوسری کتابوں کے مصنف ہیں ۔ ان کی کتابیں بہت سی ہیں اور تصانیف کا دائرہ بہت وسیع ہے ۔

عبداللہ بن المُقَفّع[1] ۔ پہلے قاف پھر فاء بر وزن 'محمد'۔ صحیح یہی ہے مگر بعض کا کہنا ہے کہ فاء کے زیر کے ساتھ ہے اس لیے کہ وہ 'قفاع' یعنی کھجور کی ٹوکریاں بنا کر بیچا کرتے تھے ۔ انھیں کا قول ہے کہ : 'جو کتاب لکھتا ہے وہ سر اٹھاتا ہے ، اگر اس کا کام اچھا ہے تو سر بلندی تسلیم کی جائے گی ، اور اگر برا ہے تو مار مار کے اس کا سر نیچا کر دیا جائے گا ۔ ان کی تصنیف 'الدُّرّۃ الیتیمۃ' ہے جو اپنے فن کی بے نظیر کتاب ہے ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ 'کتاب کَلِیلۃ و دِمنَۃ' کے مصنف ہیں ، حالانکہ صحیح یہ ہے کہ مصنّف نہیں بلکہ انھوں نے اسے فارسی سے عربی میں منتقل کیا ہے ۔
عبدالملک بن قُرَیب الاَصْمَعِی ،
عبدالملک بن عائشۃ[2] ،

عُبَید اللہ بن عبداللہ بن خُردادبہ ، ابو القاسم ۔ ان کو 'اللسان' (لسان المیزان) میں 'عبیداللہ بن احمد' کے تحت درج کیا ہے ۔ ان کی

---

۱ ۔ ف ۱۴۲ھ ۔
۲ ۔ عبیداللہ بن محمد ، ف ۲۲۸ھ ۔

Marfat.com

بابت مسعودی کا کہنا ہے کہ ' تالیف کے امام تھے - [ص : ۱۵۶] اور تصنیف کو نئے نئے انداز سے شیریں بنانا خوب جانتے تھے - بعد میں آنے والوں نے انھیں کا اتباع کیا ' انھیں سے سب کچھ لیا ، انھیں کے نقش قدم پر چلے اور انھیں کی پیروی کی - تاریخ پر ان کی جو کتاب ہے وہ اجزا کے لحاظ سے خاصی بڑی اور ترتیب کے لحاظ سے نہایت خوبصورت ہے - اس میں سب سے زیادہ علم ہے اور عجمی اور غیر عجمی قوموں اور ان کے بادشاہوں کے اخبار و سوانح پر حاوی ہے - پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی نہایت عمدہ کتابوں میں سے وہ کتاب ہے جو ' المَسالِک و المَمالک ' پر ہے -

علی بن أنجَب^ ابو طالب البغدادی الخازِن - حُفاظ حدیث میں سے ہیں -

علی بن الحسَن ، ابو الحسن بن الماشِطة ،

علی بن الحسن بن الفتح ، ابو الحسن الکاتب ، معروف بہ ابن المُطَوّق ،

علی بن الحسین بن علی المسعودی ،

علی بن مُجاهِد ،

علی بن محمد بن سلیمان النَوفَلی ،

علی بن محمد بن محمد بن عبدالکریم بن الاَثِیر ،

علی بن محمد بن محمود الکازَرُونی ،

علی بن محمد المَدایِنی[1] ،

عُمارة بن وَثِیمة المصری[2] ،

عَمرو بن بحر ، ابو عثمان الجاحِظ[3] ،

عُمر بن شَبّة ، ابو زید النُمیری البصری - حافظ حدیث اور اخبار

---

۱ - ف ۲۲۴ھ -

۲ - اصل میں ' البصری ' غلط ہے ، ف ۲۰۸۹ھ -

۳ - ف ۲۵۵ھ -

Marfat.com

کے عالم ہیں ۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں : ایک تاریخ بصرے کی ہے ، دوسری کوفے کی ، تیسری مکے کی اور چوتھی مدینے کی ۔ ان کے علاوہ اور بھی کتابیں ہیں ۔

عمر بن محمد بن محمد بن فَہد ،

عیسیٰ بن مسعود الزُّواوی المَغربی ،

القاسم بن سلاّم ، ابو عُبَید البغدادی[1] ۔ اماموں میں شمار ہوتے ہیں ۔

قُدامة بن جعفر ، ابو الفَرَج الکاتب ۔ ان کے بارے میں مسعودی کا کہنا ہے کہ ان کی تالیف بڑی اچھی اور تصنیف خوبصورت ہوتی ہے ، الفاظ مختصر اور معانی قریب الفہم ہوتے ہیں ۔ ان کی کتاب ' زَہْر الرّبیع ' دیکھو تو اس کا ثبوت مل جائے گا ۔

لُوط بن یحییٰ ، ابو مِخْنَف العامِری[2] ،

محمد بن ابراہیم بن ابی بکر بن ابراہیم الدِّمَشقی الحَریری ،

محمد بن ابراہیم ابن یحییٰ الکُتبی ، معروف بہ ' الوَطْواط ' ۔

محمد بن احمد بن حَمّاد ، ابو بِشر الدُّولابی ،

محمد بن احمد بن محمد بن ابی بکر المُقدَّمی[3] ـ ان کی کتاب میں محدّثین کے نام اور ان کی کنیتیں ہیں ۔

محمد بن احمد بن محمد بن سلیمان البُخاری الحافظ غُنْجار ،

محمد بن احمد بن محمد الفارِسی ،

محمد بن احمد بن سَہْدی الشّاہِد ،

محمد بن ابی الاَزہر[4] ۔ تاریخ میں ان کی دو کتابیں ہیں ۔ ایک کا نام ' الھَرَج والاَحداث ' ہے ۔ ان کی بابت سنان بن

---

۱ - ف ۲۲۳ھ کے آس پاس ۔

۲ - ف ۱۵۷ یا قبل ۱۷۰ھ ۔

۳ - ف ۳۰۱ھ ۔

۴ - محمد بن احمد البوشنجی ، مولود سنہ ۲۸۳ھ ۔

Marfat.com

ثابت نے، جن کا ذکر اوپر گزرا ، کہا ہے کہ : [ص : ۱۵۷] ' انھوں نے زبردستی ایک ایسے کام میں ہاتھ ڈالا جو ان کی علمی مہارت سے تعلق نہیں رکھتا ، اور ایسے راستے پر چل پڑے جو ان کا اپنا راستہ نہ تھا ، چنانچہ انھوں نے ایک کتاب لکھی جو ایک کاتب دوست کے نام خط کی شکل میں ہے ۔ اس کے آغاز میں انھوں نے نفس انسانی کے اخلاق اور اس کے اقسام ۔ ناطقہ ، غضبیّۃ اور شھوانیۃ ۔ سے متعلق بحث کا خلاصہ درج کیا ہے ، اور شہروں کی سیاست کی جھلکیاں پیش کی ہیں اور وہ وہی ہیں جو افلاطون نے اپنی دس مقالات والی کتاب میں پیش کی ہیں ۔ ساتھ ہی ساتھ وہ خاص خاص باتیں جو بادشاہوں اور وزیروں کے فرائض میں ہیں وہ بھی بتائی ہیں ۔ اس کے بعد وہ خبروں کی طرف توجہ دیتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی خبریں صحیح ہیں اگرچہ ان کے ذاتی مشاہدے سے خارج ہیں ، ان کا سلسلہ المعتضد باللہ کی خبروں سے ملاتے ہیں اور اس کے ساتھ اپنی صحبتوں کا اور گزرے ہوئے زمانے کا ذکر کرتے ہیں ، پھر یکے بعد دیگرے ایک ایک خلیفہ کو لیتے ہوئے تصنیف میں اوپر (ماضی) کی طرف چلتے ہیں ۔ یہ عمل اخبار اور تاریخ کے مروّجہ طریقے کے بالکل خلاف ہے اور مصنّفین کے طریقہ' کار سے مختلف ہے ۔ اگر وہ تاریخ لکھنے میں کامیاب بھی ہوں اور اصل موضوع سے دور نہ ہٹیں جب بھی یہ ان کا عیب ہی گنا جائے گا کہ وہ اپنی مہارت کے دائرے سے باہر نکلے اور آورد کے بل بوتے پر وہ کام کیا جو ان کی دلچسپی کا نہ تھا ۔ ہاں ! اگر وہ اس علم کی طرف متوجہ ہوتے جس میں وہ یکتا ہیں یعنی علم اقلیدس و مُقطّعات و مجسطی و مُدوّرات ، اور اگر وہ بقراط اور افلاطون اور ارسطاطالیس کے خیالات سے اس موقع پر آغاز کرتے جب کہ معلومات بیان کرتے ہوئے ' اشیاء فلکیّہ ' کی اور ' آثار علویۃ ' کی اور ' مزاجات طبیعیہ ' کی اور ' سبب ' (علّت) کی اور ' تالیف ' (چیزوں کی آمیزش) کی اور نتائج اور مقدّمات کی اور ' صنائع ' (اعمال) کی اور ' مرکّبات ' کی اور طبیعیات اور الٰہیّات کا فرق پہچاننے کی ، اور جواہر کی اور ہیئات کی اور ' مقادیر اشکال ' کی اور

Marfat.com

ان کے علاوہ فلسفے کی دیگر اقسام کی—تو ایسی صورت میں تکلف سے بچ جاتے اور جو کام کرتے وہ ان کی مہارت کے شایان شان ہوتا ۔ لیکن اپنی قدر پہچاننے والے معدوم ہیں اور ایسے لوگ بھی نایاب ہیں جو یہ جانتے ہوں کہ کہاں غلطی ہوئی ہے ۔

محمد بن اسحاق بن العباس ، ابو عبداللہ الفاکہی ،
محمد بن اسحاق بن محمد بن ہلال بن المحسّین الصّابی الکاتب ،
محمد بن اسحاق بن یسار ۔ مصنّف ' المغازی ' ۔

محمد بن جریر ، ابو جعفر الطّبّری ۔ ان کی تاریخ کی بابت مسعودی کا قول ہے کہ '' وہ تمام تالیفات میں نمایاں ہے اور ساری کتابوں سے جو لکھی گئی ہیں بڑھ چڑھ کر ہے ۔ ہر قسم کی خبروں کو سمیٹے ہوئے ہے ، طرح طرح کی یادگار باتوں کو محیط ہے اور علم کے تمام شعبوں پر مشتمل ہے ۔ اس سے بہت فائدہ ہے اور بڑا نفع حاصل ہوتا ہے '' پھر وہ کہتے ہیں : '' اور بھلا ایساء کیوں نہ ہو جبکہ اس کے مصنّف اپنے وقت کے سب سے بڑے فقیہ اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے عبادت گزار ہیں اور ان پر فقیہان شہر کے علوم اور سُنن و احادیث کا خاتمہ ہے ''

محمد بن الحارث التّغلبی[1] ۔ ان کی تصنیف ' اخلاق الملوک ' وغیرہ ہیں ۔

[ص : ۱۵۸] محمد بن الحسین بن سُوار ، معروف بہ ابن اخت عیسیٰ بن فرخانشاہ ۔ ان کی تعریف میں مسعودی کا کہنا ہے کہ ' وہ خبروں کا اور زمانہ قبل اسلام کے واقعات کا وسیع علم رکھتے ہیں ۔ ان کی تصنیف سنہ ۳۲۰ پر ختم ہوتی ہے ۔

محمد بن الحسین بن عبداللہ بن ابراہیم ، ابو شُجاع البغدادی ۔
محمد بن خلف بن حیّان بن صدّقة ، ابوبکر الضّبّی القاضی ، معروف بہ وکیع ۔ ان کی تصانیف ' اخبا القُضاة ' اور ' الرّمْی و

---

۱ ۔ اصل : ' الشعلبی ' ۔

Marfat.com

النّیضال ' اور ' المکاییل و الموازین ' ہیں ۔ انہیں کے شعر ہیں :-

إذ ما غدَت طلابة العِلم تبتغِی
من العِلم یوماً ما یُخلّد فی الکُتب

جب کبھی طالبان علم تلاش کرتے ہیں وہ علم جو ہمیشہ کے لیے کتابوں میں محفوظ ہو ۔

غدوت بتشمیرٍ و جِدٍّ علیہم
و محبرَتی اذنی و دفترھا قلبی

تو میں کمر باندھ کر پوری تیاری کیساتھ ان کے پاس جاتا ہوں اس حال میں کہ دوات تو میرا کان ہوتا ہے اور دفتر میرا دل ۔

محمد بن خلف بن المرزُبان ، ابوبکر ۔ مصنّف ' فضل الکِلاب علی کثیر ممّن لبِس الثیاب ' اور ' الحاوی فی علوم القرآن ' اور دیگر کتب جن کا اوپر ذکر ہوا جیسے ' المُتیمّین ' اور ' الشُعراء ' ۔

محمد بن خلف الھاشِمی ،

محمد بن داؤد بن الجرّاح ۔ وزیر علی بن عیسیٰ کے چچا ۔

[1]ابو عبداللہ الکاتب ۔ ویسے ہی تھے جیسا کہ خطیب نے ان کی بابت کہا ہے : وہ عام لوگوں کے واقعات اور خلفا اور وزرا کی خبریں بہت اچھی طرح جانتے تھے اور ان موضوعات پر ان کی تصانیف مشہور ہیں '' ۔

محمد بن زکریّا ، ابوبکر الرّازی ،

محمد بن زکریّا الغلّابی البصری ،

محمد بن ابی السّری ، ابو جعفر ،

محمد بن سلامۃ بن جعفر القُضاعِی ،

محمد بن سلّام الجُمحی ،

---

۱ ۔ اصل نسخے میں ابو عبداللہ سے پہلے ' قال ' زائد ہے ۔

Marfat.com

محمد بن سلیمان المنیقری الجوہری[۱] ،
محمد بن شاکر الصلاح الدمشقی الکتبی ،
محمد بن صالح بن النطاح ،
محمد بن عائذ القرشی الدمشقی الکاتب ،
محمد بن عبدالرحیم بن علی بن الفرات ،
محمد بن عبداللہ بن عمر بن عتشبہ العتشبی[۲] ،
محمد بن عبداللہ ، ابو الولید الازرقی ،
محمد بن عبدالملک الھمذانی ،
محمد بن علی بن الحسن العلوی الدینوری ۔ ان کی کتاب المعتضد کی خلافت پر ختم ہوتی ہے ۔ نبی (صلعم) کی ولادت سے شروع ہو کر وفات تک اور اس کے آگے معتضد کی خلافت تک ، جو بھی حادثات اور واقعات ان کے زمانے میں ہوئے (سب اس میں ہیں) ۔

محمد بن علی ، ابو شجاع الدھان[۳] ،
محمد بن عمر الواقدی ،
محمد بن محمود المحیب النجار ،
[ص : ۱۵۹] محمد بن الھیثم بن شبابۃ الخراسانی ،

محمد بن یحیی بن عبداللہ بن العباس الصولی ۔ ان کی بابت مسعودی کا کہنا ہے کہ "علم سے خوب بہرہ ور تھے ، معرفت ان کے نصیب میں آئی تھی ، اور تصنیف اور خوبیٔ تالیف خداداد تھی" ۔
محمد بن یزید الازدی المبرد ،
محمد بن یوسف ، ابو عمر الکندی ،
معمر بن المثنی ، ابو عبیدۃ ،
موسی بن محمد بن احمد بن عبداللہ الیونینی ،

---

۱ - مسعودی نے ان سے روایت کی ہے ۔
۲ - ف ۲۲۸ھ ۔
۳ - ف ۵۹۰ھ ۔

Marfat.com

النَّضْر بن شُمَیْل[1] ،
ہلال بن المحسّن بن ابراہیم بن ہلال ، ابو الحسین الصّابی ،
الهَیْثَم بن عَدِی الطّائی ،
وَثِیمة بن موسیٰ بن الفرات بن الوشّاء ،
وَهْب بن مُنَبِّه ،
یحیی بن المبارک بن المُغیرة الیَزیدی"[2] ،
یعقوب بن سُفیان الفَسَوی ،
یوسف بن ابراہیم - مصنّف ' اخبار ابراہیم بن المَہدی" ' وغیرہ -
یوسف بن تَغْرِی بِرْدِی ،
یوسف بن قِیزُغْلی ، سِبْط بن الجَوزی ،

ابو اسحاق بن سلیمان الهاشِمی ،
ابو لیبشر الدّولابی = ' محمد بن احمد بن حمّاد ' -
ابوبکر بن ابی عبداللہ المالِکی ،
ابوبکر بن حیّان = محمد بن خلف ،
ابوبکر بن احمد بن محمد التّقی بن قاضی شُهبة ،
ابو حسّان الزّیادی ،
ابو السائب المخزُومی ،
ابو عبداللہ بن حارث الرّقِیق الکاتب[3] ،
ابو علی" بن البصری ،
ابو عمر الصّدَفی القُرطُبی ،
ابو عمر الکِنْدی = محمد بن یوسف ،
ابو عیسیٰ بن المُنَجِّم[4] - ان کی تاریخ کی بابت مسعودی کا

---

۱ - ف ۲۰۴ یا ۲۰۳ھ -
۲ - ف ۲۰۲ھ -
۳ - الرقیق الکاتب (ابو اسحاق) ایک دوسرے مصنف ہیں - سخاوی نے دونوں کو ایک بنا دیا ہے -
۴ - احمد بن علی بن یحیی - ان کے بھائی ہارون ۲۸۸ھ میں فوت ہوئے -

Marfat.com

کہنا ہے کہ وہ ان خبروں پر مبنی ہے جو تورات اور اس کے علاوہ انبیا اور ملوک کی تاریخوں میں پائی جاتی ہیں ، ۔

ابو کامل ،
ابن ابی الاَزھَر = محمد ،
ابن ابی الدُنیا = عبداللہ بن محمد بن عُبَید ،
ابن عائِذ = محمد ،
ابن عبّاس (تحت[1] =) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ،
ابن قانع ،
ابن الکَلشْبی = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ،
ابن مِسکَوَیہ ،
ابن المقفّع = عبداللہ ،
ابن واضح[2] = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ،
ابن الوَشّاء = خیال ہوتا ہے کہ یہ وَثیمہ ہیں ۔
ابن یونس = عبدالرحمٰن بن حامد بن یونس ،

الاصمَعی = عبدالملِک بن قُرَیب ،
الاُمَوی = سعید بن یحییٰ ،
الرِّیاشی = العبّاس بن الفَرَج ،
الصُّولی = محمد بن یحییٰ ،
العُتْبی = محمد بن عبداللہ بن عمر بن عُتْبَہ ،
الفَیومی = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ،
المصری ، مصنّف 'زَھرۃ العُیون و جلا القلوب ' ۔
[ص : ۱۶۰] الیزیدی = یحیی بن المبارک بن المُغیرۃ ،
الیوسُفی = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ،

---

۱ - کئی جگہ ' فی ' کے بعد نام درج نہیں ہے ۔
۲ - بظاہر احمد بن ابی یعقوب الیعقوبی ۔

Marfat.com

کتب 'وفیات'

بعض مورخین صرف وفیات سے سروکار رکھتے ہیں ۔ ذہبی نے اپنی تاریخ کے مقدمے میں لکھا ہے کہ پرانے لوگوں نے وفات کی تاریخیں لکھنے کا اتنا اہتمام نہیں کیا جتنا کہ چاہیے تھا ، انھوں نے بہت کچھ اپنے حفظ پر بھروسہ کیا ، نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے بڑے بڑے صحابہ اور شافعی کے زمانے سے قریب تابعین تک کی وفات کی تاریخیں ضائع ہوگئیں۔ بعد کے لوگوں نے علما کی اور ان کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھی وفات کی تاریخیں لکھنے کا اہتمام کیا ، چنانچہ انھوں نے بہت سے ایسے لوگوں کی وفات کی تاریخیں لکھ ڈالیں جو ہمارے علم کے لحاظ سے 'مجہول' (غیر معروف) ہیں ۔ اسی لیے بہت سے مجہولین کی وفات کی تاریخیں تو لکھی ہوئی ہیں اور اس کے برخلاف بہت سے جانے پہچانے اماموں کی وفات کی تاریخوں کا کچھ پتا نہیں'' ھ ق ۔ جنھوں نے اس قسم کی کتابیں لکھی ہیں وہ یہ ہیں :—

ابو الحسین عبدالباقی بن قانع البغدادی الحافظ ۔ ان کی تحریر سنہ ۳۴۶ پر ختم ہوئی ۔

ابو محمد ۔ و ابو سلیمان ۔ بن احمد[1] بن ربیعہ بن زبر البغدادی الدمشقی قاضی مصر۔ ان کی کتاب کی ابتدا سنہ ہجری سے ہوتی ہے اور انتہا ۳۳۸ پر ۔

ان دونوں (کے قابل وثوق ہونے) میں کلام ہے ۔ موخر الذکر کی کتاب کا ذیل ابو محمد عبدالعزیز بن احمد الکینانی نے لکھا ۔ پھر کنانی کا ذیل ابو محمد ھبۃ اللہ بن احمد الاکفانی نے لکھا ، ان کے کام کی مدت تقریباً بیس سال ہے ۔— پھر ان کا ذیل ابو الحسن علی بن المفضل[2]

---

۱ ۔ ابو محمد عبداللہ بن احمد ، ف ۳۲۹ھ — ان کے بیٹے ابو سلیمان محمد بن عبداللہ ، ف ۳۷۹ھ — لیڈن کے مخطوط میں ' و ابو سلیمان ' کے بجائے ' عبداللہ ' ہے ۔

۲ ۔ ف ۶۱۱ھ ۔

Marfat.com

نے اور ان کا ذیل الحافظ الزکی المنذری نے لکھا ، ان کی کتاب ' التکملة لوفیات النقلة ' خاصی بڑی ، بہت صحیح اور بے حد فائدے کی کتاب ہے ۔ پھر ان کا ذیل الشریف العز ابو القاسم احمد بن عبدالرحمٰن الحسینی نے ، اور ان کا ذیل المحدث الشہاب ابو الحسین احمد بن ایبک الدمیاطی نے لکھا ، جسے انھوں نے سنہ ۷۴۹ تک پہنچایا ۔ اس کے بعد سے سنہ ۶۲ تک کا ذیل الزین العراقی نے لکھا ، اور ان کے بیٹے الولی ابو زرعة[1] نے اسی سنہ سے ، جو کہ ان کا سنہ پیدائش ہے ، اپنی وفات تک کا ذیل لکھا ، البتہ میں نے ان کے ہاتھ کا لکھا ہؤا جو نسخہ دیکھا ہے وہ ۸۷ تک ہے اور اس کے بعد کے کچھ متفرق اوراق ہیں ۔

الحافظ التقی بن رافع کی 'الوفیات' بڑے کام کی کتاب ہے ۔ انھوں نے اس کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مرتب کیا ہے ۔ اسے العلم البرزالی الحافظ کی تاریخ کی وفیات کے ساتھ ملایا جائے تو اس کا ذیل ہو جائے ۔ ابن رافع کی کتاب سنہ ۷۳ (۷) کے شروع تک پہنچتی ہے ۔ اس کا ذیل الشہاب بن حجی نے لکھا ہے ، بلکہ ہمارے شیخ (ابن حجر) کی ' إنباء الغمر ' جس کی ابتدا انھوں نے اسی سنہ سے کی ہے اور وہی ان کا سنہ پیدائش ہے ، وہ بھی ، بقول خود ان کے ، اس قابل ہے کہ وفیات کی حد تک اس کا ذیل قرار پائے[2] ۔ میں نے بھی وفیات [ص : ۱۶۱] پر ایک جامع کتاب لکھی ہے جو آٹھویں اور نویں صدی پر مشتمل ہے اس کا نام ' الشفاء من الألم ' ہے ۔ اللہ اس کی کتابت آسان کرے ۔

ابو عبداللہ محمد بن ابی الجواد قیصر المصری القطان کی کتاب " إلتقاط الجواهیر و الدرر ، من معادن التواریخ والسیر "

---

۱ ۔ احمد بن عبدالرحمٰن ، ۷۶۲—۸۲۶ھ ۔

۲ ۔ لاحظ ص ۱۵۰ مسبق ۔

Marfat.com

دو جلدوں میں ہے ، اور اس میں زیادہ تر وفیات ہی ہیں ۔

منجملہ ان لوگوں کے جنھوں نے وفیات پر کتابیں لکھی ہیں ایک ابو القاسم عبدالرحمٰن بن مَنْدہ ہیں ۔ ذہبی کا کہنا ہے : " میں نے اور کوئی کتاب نہیں دیکھی جس میں اس (ابن مندہ کی کتاب) سے بڑھ کر موضوع کا احاطہ کیا گیا ہو "۔

الغرض بعد کے ذیول پہلے کے ذیول کی بہ نسبت زیادہ مفصّل اور زیادہ مفید ہیں اور ابن زَبْر کی کتاب تو سب سے زیادہ ناقص ہے ۔ ابوبکر بن طَرْ خان کہتے ہیں : میں نے ابو عبداللہ محمد بن نصر فُتوح بن عبداللہ الحُمَیدی یعنی مصنّف ' التجمع بین الصّحیحَین ' کو کہتے سنا کہ : علوم حدیث کی تین کتابیں خوب اچھی طرح پڑھنی چاہئیں : ایک کتاب ' العِلَل ' پر ، اس موضوع کی بہترین کتاب دار قطنی کی ہے ۔ ایک کتاب ' المُوتَلِف والمُختلِف ' پر ، اس موضوع کی بہترین کتاب امیر ابن ما کُولا کی ہے ۔ اور ایک کتاب ' وَفَیات الشیُوخ ' پر ، اس موضوع کی کوئی ایک کتاب نہیں ، یعنی ایسی نہیں جس میں موضوع کا احاطہ کیا گیا ہو ۔ جب میں نے وفیات پر ایک کتاب تیار کرنے کا ارادہ کیا تو مجھ سے امیر (ابن ما کولا) نے کہا " پہلے کتاب کو سِنِین کے مطابق (سنہ وار) ترتیب دو اور اس کے بعد حروف کے مطابق " ان کی مراد یہ تھی کہ دو مستقل کتابیں ہوں ایسی کہ ہر ایک سے مقصد پورا ہو سکے ، یا یہ کہ صرف ایک کتاب ہو اور اس کی دو قسمیں ہوں ، ایک میں سارا مواد ہو اور دوسری میں حوالے ہوں ، مثلاً حرف عین کے تحت یہ ہو : " عِکْرِمة ، مولیٰ ابن عبّاس ، تابعین کے فلاں طبقے میں " ۔ اس طرح ڈھونڈنے والے کو راوی کا پتا لگانے میں آسانی ہوگی قطع نظر اس سے کہ وہ اس کا نام جانتا ہے یا طبقہ ۔ لیکن ذہبی نے جس طریقے پر کام کیا ہے اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ مراد یہ تھی کہ ہر طبقے کی دو قسمیں ہوں ، ایک قسم میں حروف کی ترتیب کے لحاظ سے نام ہوں اور دوسری میں ' حوادث ' ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں حُمَیدی کے سوانح کے تحت

Marfat.com

حُمیدی کا قول نقل کیا ہے اور ابن طرخان کا یہ قول یاد دلایا ہے کہ ان کے شیخ حُمیدی ' الجمع بین الصحیحین ' میں اس قدر مشغول رہے کہ (وفیات کی کتاب کی بابت) اپنے ارادے اور عزم کی تکمیل کیے بغیر مر گیے ، - اس کے بعد لکھا ہے ، بجنسہ الفاظ یہ ہیں : " اللہ نے ہماری اس کتاب (تاریخ الاسلام) سے کامیابی کی راہ کھول دی " اس سے وہی معلوم ہوتا ہے جو میں نے اوپر لکھا - اللہ ان پر اور ہم پر رحم فرمائے -

اخیر زمانے کے ایک مصنف نے یوں اختصار کیا ہے : [ص : ۱٦۲] تاریخ کے مصنفین دوسری صدی میں اللیث[۱] تھے اور ان سے پہلے ابن سعد جنھوں نے الطبقات لکھی ہے ؛ تیسری صدی میں احمد (بن حنبل) اور شیخین (بخاری و مسلم) اور النسائی ؛ چوتھی میں الطبری اور ابن عدی ؛ پانچویں میں الخطیب اور الشیخ ابو اسحاق الشیرازی ؛ چھٹی میں ابن عساکر اور ابن الجوزی ؛ ساتویں میں ابن خلکان اور المُنذری ؛ آٹھویں میں المزی اور الذہبی ؛ نویں میں ابن حجر اور العینی وغیرہ بے شمار ہیں -

جنھوں نے مخصوص طور سے ' ضُعفا ' (ضعیف راوی) اور ' متروکین ' (جن کی حدیث ناقابل قبول ہو) پر کتابیں لکھی ہیں وہ یہ ہیں : ابن مہدی[۲] ' البخاری ، النسائی ، ابن عدی ، ابن حبان ، ان کے علاوہ اور بہت سے ہیں - سب سے آخر میں ذہبی ہیں جن کی تصنیف ' میزان الاعتدال ' ہے اور ابن حجر ہیں جن کی تصنیف ' لسان المیزان ' ہے -

ابن الجوزی کہتے ہیں : میں نے یہ دیکھا ہے کہ مورخین کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں ، کچھ تو ابتداء آفرینش کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں ، کچھ بادشاہوں اور خلفا کے تذکرے پر اکتفا کرتے ہیں ، حدیث

---

۱ - بظاہر اللیث بن سعد لیکن ان کا زمانہ ابن سعد سے پہلے ہے -
۲ - عبدالرحمٰن بن مہدی ، ف ۱۹۸ھ -

Marfat.com

سے دلچسپی رکھنے والے علماء کے تذکرے کو زیادہ پسند کرتے ہیں ، زاھد لوگوں کو نیکو کاروں کی باتوں کا شوق ہوتا ہے ، ادب والے عربی دانوں اور شاعروں کی طرف مائل ہوتے ہیں - ویسے یہ تو معلوم ہی ہے کہ ساری باتیں قابل توجہ ہیں ، ان میں سے جو بات بھی نظر انداز کر دی جائے اس کا شوق باقی رہ جاتا ہے -

ابن ابی الدم نے بھی ایسی ہی بات بتاتے ہوئے مندرجہ ذیل کتابوں کے نام لیے ہیں : مغازی ابن عُقبہ ، تاریخ ابی جعفر الطّبری والخطیب و سیف و ابن واضح ، الکامل از ابو العباس المبّرد ، العقد از ابن عبد ربّہ ، معارف ابن قُتیبہ ، الحلیۃ از ابو نعیم ، ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس نے اپنے پیش نظر موضوع سے تجاوز کیا ہو - پھر یہ کہ ان کتابوں کا سلسلہ ان کے مصنّفین کی موت سے ختم ہو جاتا ہے اور بقیہ زمانے سے کوئی واسطہ نہیں رہتا ، مطلب یہ کہ بہت سے نئے نئے مقاصد ان کے بعد سامنے آئے ہیں - میں (سخاوی) کہتا ہوں کہ ان سے تو بہت سی باتیں چھوٹ بھی گئی ہیں جو انہوں نے نہ تو بیان کیں اور نہ جمع کیں -

تاریخ کی کتابوں کے بعض مصنّفین عمدہ خبروں کے ساتھ پسندیدہ اشعار بھی ملا دیتے ہیں جیسے ' التذکرۃ الحمدُونیّۃ ' اور ' ریحانۃ الادب '[1] از ابن سعید ، اور ' العِقد ' از ابن عبدربّہ ، اور ' فصل الخِطاب ' از التّیفاشی ، اور ' نثر الدُرَر ' از الآبی[2] -

اسی سلسلے میں سفر نامے بھی بہت مفید ثابت ہوتے ہیں ، جیسے سفر نامہ (الرّحلۃ) ابو الحسین محمد بن احمد بن جُبَیر الکنانی کا ، اور ابو عبداللہ محمد بن رُشَید کا ، - اسی طرح کی کتاب ابو حیّان کی ' النُضار ' بھی ہے - [ص : ۱۶۳] اور سفرنامہ العلَم القاسم بن یوسف

---

۱ - لحظ ص ۱۰ سبق : تجارب الامم لا بن سعید ' - وہاں غلط ہے اور یہاں صحیح -

۲ - اصل : '' فصل الخطاب للسفاقسی وھودرر اللآلی '' -

Marfat.com

التجیبی کا ، جو تین جلدوں میں ہے ۔ اس میں انھوں نے اُنھیں (ابن رُشَید) کی تقلید کی ہے جن کا ذکر ان سے پہلے ہوا ۔ وہ اُن (ابن رُشید) سے تقریباً دس سال پہلے سفر پر روانہ ہوئے تھے ۔ ابن رشَید کے مقابلے میں انھوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ مشرق میں ان کے جو شیوخ تھے ان کے سوانح بھی قلمبند کر دیے ہیں ۔ یہ چھ جلدوں میں ہیں اور ان میں بڑے کام کی باتیں ہیں ۔ میں نے ان کا مطالعہ کیا ہے اور ان سے فائدہ اٹھایا ہے ۔

' رجال ' کے ماہرین :

'رجال' سے بحث کرنے والے بہت سے ہیں ۔ یہ گویا راستہ دکھانے والے ستارے اور ظلمتوں کے چراغ ہیں ، ان کے نور سے ہلاکت دفع کی جاتی ہے ، صحابہ رض کے زمانے سے لے کر آج تک کی تعداد کا شمار ناممکن ہے ۔ ابن عدی نے اپنی کتاب ' کامل ' کے مقدمے میں ان میں سے اپنے زمانے تک کے بہت سے لوگوں کے نام گنائے ہیں ، صحابہ میں سے جن لوگوں کا انھوں نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں : عُمر ، علی ، ابن عبّاس ، عبداللہ بن سلاّم ، عُبادۃ بن الصّامِت ، انسؓ ، عائشہ رض انھوں نے ان میں سے ہر ایک کا یہ قول بھی تصریح کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ جو ان کی باتوں کو سچا نہ مانے وہ جھوٹا ہے ۔ تابعین میں سے انھوں نے چند اشخاص کا ذکر کیا ہے ، جیسے شَعْبی ، ابن سیرین ، سعید بن المسیّب ، ابن جُبَیر[۱] ۔ لیکن ان کے بعد آنے والوں کی بہ نسبت ان میں ایسے لوگ کم ہیں جن پر حرف آتا ہو ، وجہ یہ ہے کہ ان کے پیشرو (متبوع) ایسے ہیں کہ ان میں ضعف کم پایا جاتا ہے ، بیشتر تو ان میں سے صحابہ ہیں جن کی نیکی مسلّم ہے (' عُدول ' ہیں) اور جو پیشرو صحابہ میں سے نہیں ہیں ان میں بھی بیشتر ' ثِقہ ' ہیں ۔ پہلے ' قرن ' (دور) میں جو صحابہ اور بڑے بڑے تابعین پر ختم ہوتا ہے بمشکل ہی کوئی ' ضعیف ' پایا جاتا ہے ، اکاّ دکاّ

---

۱ ۔ ف ۹۴ھ ۔

Marfat.com

کی بات اور ہے جیسے الحارث الاَعوَر[۱] اور المختار[۲] الکذّاب ۔ جب قرن اول تمام ہوا اور قرن ثانی آیا تو اس کے شروع ہی میں متوسط تابعین میں سے چند ایسے 'ضعیف' پائے گئے جن کو احادیث کے ٹھیک ٹھیک یاد رکھنے اور روایت کرنے کے بارے میں بسا اوقات ضعیف قرار دیا گیا ، چنانچہ دیکھا گیا کہ وہ 'موقوف'[۳] حدیثوں کو 'مرفوع' بنا ڈالتے ہیں (رسول اللہ تک پہنچا دیتے ہیں) اور 'ارسال'[۴] تو بہت زیادہ کرتے ہیں ، اور غلطیاں بھی کرتے ہیں جیسے کہ ابو ہارون العَبدی[۵] کی مثال ہے ۔ جب متوسط تابعین ختم ہوئے اور تابعین کا دور آیا یعنی سنہ ۱۵۰ کے آس پاس تو بہت سے اماموں نے توثیق اور تجریح (راویوں کے ثقہ اور مجروح یعنی ناقابل اعتبار ہونے) کے بارے میں بولنا شروع کیا ، چنانچہ ابو حنیفة نے کہا : میں نے جابر الجُعفی[۶] سے بڑھ کر جھوٹ بولنے والا نہیں دیکھا ۔ الاَعمش نے بھی چند کو ضعیف اور چند کو ثقہ بتایا ۔ شُعبہ[۷] نے بھی رجال کو پرکھا ، دراصل وہ بڑے محتاط تھے اور ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے تھے ۔ یہی حال مالک کا تھا۔ اس زمانے میں جو لوگ اس مرتبہ کے تھے کہ جو بات کہیں وہ مان لی جائے، وہ یہ ہیں : مَعمَر[۸]، ہشام الدَستُوائی[۹] ، الاَوزاعی ، الثَوری ، ابن الماجشُون[۱۰] ،

---

۱ ۔ الحارث بن عبداللہ ، ف ۶۵ھ تقریباً ۔

۲ ۔ المختار بن ابی عبید ، ف ۶۷ھ ۔

۳ ۔ جس کی سند صحابی پر ختم ہو جائے۔

۴ ۔ تابعی کے بعد سند میں خلل پایا جانا ۔

۵ ۔ عمارة بن جوین ، ف ۱۳۴ھ ۔

۶ ۔ جابر بن یزید ، ف ۱۲۸ھ ۔

۷ ۔ شعبہ بن الحجاج ، ف ۱۶۰ھ ۔

۸ ۔ معمر بن راشد ، ف ۱۵۳ھ ۔

۹ ۔ ہشام بن عبداللہ ، ف ۱۵۴ یا ۱۵۱ یا ۱۵۲ھ ۔

۱۰ ۔ عبدالعزیز بن عبداللہ ۱۶۴ھ ۔

Marfat.com

حمّاد بن سلمۃ[۱] ، اللّیث بن سعد ، وغیرھم ۔

ان کے بعد جو طبقہ ہے اس میں ایسے لوگ ہیں جیسے ابن المبارک ، [ص : ۱۶۴] ھُشیم[۲] ، ابو اسحاق الفزاری ، المُعافیٰ بن عیمران المَوصلی[۳] ، بِشر بن المفضّل[۴] ، ابن عُیینۃ ، وغیرھم ۔ انھیں کے زمانے میں ایک طبقہ اور تھا ابن عُلیّۃ ، ابن وَھب اور وکیع جیسے لوگوں کا ۔ نیز انھیں کے زمانے میں الحافظ الحُجّۃ یحیی بن سعید القطّان اور الحافظ الحجّۃ ابن مَہدی نے آگے بڑھ کر رجال کی اچھائیاں اور برائیاں کھول کر رکھدیں ، چنانچہ جس کو انھوں نے 'مجروح' کیا اس کے زخم کا مندمل ہونا مشکل ہو گیا ، اور جس کو انھوں نے ثقہ قرار دیا وہ مقبول ہؤا ، اور جس کی بابت ان دونوں میں اختلاف ہؤا ، حالانکہ ایسے بہت کم ہیں ، اس کے معاملے میں اجتہاد سے کام لیا گیا ۔ ان کے بعد کے ایسے لوگ جن کی بات سنی جاتی تھی یہ ہیں : ہمارے امام شافعی رض ، یزید بن ھارون[۵] ، ابو داؤد الطّیالیسی[۶] عبدالرزّاق ، الفریابی[۷] ، ابو عاصم النّبیل[۸] ، وغیرھم ۔ ان کے بعد جو طبقہ ہے اس میں ایسے لوگ ہیں : الحُمیدی[۹] ، القعنبی ، ابو عُبید یحیی بن یحیی[۱۰] ، ابو الولید الطّیالیسی[۱۱] ۔

---

۱ ۔ ف ۱٦۷ یا ۱٦۹ھ ۔

۲ ۔ ھشیم بن بشیر ، ف ۱۸۳ھ ۔

۳ ۔ ف ۱۸۴ یا ۱۸۵ یا ۱۸٦ھ ۔

۴ ۔ ف ۱۸۷ھ ۔

۵ ۔ بظاھر : السلمی ، ف ۲۰٦ھ ۔

٦ ۔ سلیمان بن داؤد ، ف ۲۰۳ یا ۲۰۴ھ ۔

۷ ۔ محمد بن یوسف ، ف ۲۱۲ھ ۔

۸ ۔ الضحاک بن مخلد ، ف ۲۱۱ یا ۲۱۳ھ ۔

۹ ۔ عبداللہ بن الزبیر ، ف ۲۱۹ھ ۔

۱۰ ۔ غالباً ابوزکریا النیسابوری ، ف ۲۲٦ھ ۔

۱۱ ۔ ھشام بن عبدالملک ، ف ۲۲۷ یا ۲۲٦ھ ۔

Marfat.com

اس کے بعد جرح وتعدیل اور 'عِلَل' (احادیث کے مخفی عیوب) پر کتابیں تصنیف ہوئیں اور جمع کی گئیں اور صاف صاف بتا دیا گیا کہ کون وثوق اور اعتماد کے لحاظ سے ایک ستون کی طرح ہے، کون وثوق کے لحاظ سے ایک صحت مند جسم رکھنے والے نوجوان کی طرح ہے، کون 'لَیِّن' (کمزور) ہے اس شخص کی طرح جس کے سر میں درد ہو اور وہ بحال نظر آتا ہو اور تندرست شمار کیا جاتا ہو، کس کا حال اس شخص جیسا ہے جسے بخار چڑھا ہو مگر صحت کا پہلو زیادہ نمایاں ہو کس کا حال اس مریض کا جیسا ہے جو مرض سے بھرا ہوا ہو، اور ان کے علاوہ کون اس شخص کی طرح ہے جس کے قویٰ جواب دے چکے ہوں اور مرنے کے قریب ہو، جو ایسا ہو اسی کی حدیث ساقط ہوتی ہے۔

اوپر ہم جن کا ذکر کر آئے ہیں ان کے علاوہ جرح و تعدیل کے حقدار یحیٰی بن مَعِین تھے۔ ایک نہیں بلکہ بہت سے حُفّاظ (حدیث) ان سے رجال کی بارے میں پوچھتے رہتے تھے، اسی وجہ سے بعض رجال کے بارے میں ان کی رائیں اور عبارتیں مختلف ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے فقہا کے اجتہاد میں اختلاف ہے اور ان کے متعدد اقوال اور طرح طرح کی باتیں ہیں، وہ مسائل میں اجتہاد کرتے تھے جس طرح کہ ابن مَعِین رجال کے بارے میں اجتہاد کرتے تھے۔ انہیں کے طبقے میں سے احمد بن حنبل ہیں، ان کے بہت سے شاگرد ان سے رجال کی بابت پوچھتے رہتے تھے اور وہ اس بارے میں جو کچھ کہتے تھے اعتدال، انصاف، ادب اور پرہیزگاری کا لحاظ کرتے ہوئے کہتے تھے۔
ابو عبداللہ محمد بن سعد کاتب الواقدی نے بھی اپنی 'طبقات' میں اچھے اور مقبول طرز بیان میں جرح و تعدیل سے بحث کی ہے۔ نیز ابو خیثمہ زُهیر بن حرب[1] نے بہت سی باتیں لکھی ہیں جو ان کے بیٹے احمد وغیرہ نے ان سے روایت کی ہیں۔ دیگر جرح و تعدیل سے بحث کرنے والے یہ ہیں:-

---

۱۔ ف ۲۳۴ یا ۲۳۲ھ۔

Marfat.com

ابو جعفر عبداللہ بن محمد النُّفَیلی[۱] ، حافظ الجزیرۃ ، انھیں کی بابت ابوداؤد نے کہا تھا کہ میں نے ان سے بڑھ کر (حدیثوں کا) حافظ نہیں دیکھا ۔

علیؒ بن المَدینی ، ان کی بہت سی تصنیفیں عِلَل اور رِجال پر ہیں ۔

محمد بن عبداللہ بن نُمَیر[۲] ، انھیں کی بابت احمد (بن حنبل) نے کہا تھا کہ وہ ' عراق کے موتی ' ہیں ۔

ابوبکر بن ابی شَیبۃ ، مصنّف ' المُسنَد ' ۔ ' حِفظ ' میں ایک نمونہ تھے اور وہی مرتبہ رکھتے تھے جو احمد کا ' علم ' میں تھا ۔

[ص : ۱۶۵] عُبَید اللہ بن عُمر القَواریری[۳] ، ان کے متعلق صالح جزرہ نے کہا تھا کہ جہاں تک میرا تجربہ ہے وہ اہل بصرہ کی حدیثوں کے سب سے بڑے عالم ہیں ۔

اسحاق بن راھَوَیْه ، خراسان کے امام ہیں ۔

ابو جعفر محمد بن عبداللہ بن عَمّار المَوصِلی الحافظ[۴] ۔ انھوں نے جرح و تعدیل پر اچھی بحث کی ہے ۔

احمد بن صالح الطَّبَری ۔ مصر کے بڑے حافظ ہیں ، ان جیسے لوگ بہت کم ہیں ۔

ھارون بن عبداللہ الحَمّال[۵] ۔

یہ سب کے سب جرح و تعدیل کے امام ہیں ۔ ان کی جگہ ایک اور طبقے نے لی جس کا تعلق انھیں سے ہے ، اس میں یہ لوگ ہیں : اسحاق

---

۱ ۔ النُّفَیلی ؟ (بدل ' النبیلی ') ف ۲۳۴ھ ۔
۲ ۔ ف ۲۳۴ھ ۔
۳ ۔ ف ۲۳۵ھ ۔
۴ ۔ صالح بن محمد ، ف ۲۹۳ یا ۲۹۴ھ ۔
۵ ۔ ف ۲۴۳ یا ۲۴۹ھ ۔

Marfat.com

الکَوسَج[1] ؛ الدّارمی[2] ؛ الذُّهلی[3] ؛ البخاری ؛ العِجلِی الحافظ جو مغرب میں جا بسے ۔ ان کے بعد ابو زُرْعة الرّازی ؛ ابو حاتم الرّازی ؛ مُسلِم ؛ ابوداؤد السجستانی ؛ بَقِیّ بن مَخلد[4] ؛ ابو زُرْعة الدِّمَشقی ، وغیر هم ۔ ان کے بعد عبدالرحمٰن بن یوسف بن خِراش البغدادی ، ان کی ایک کتاب جرح و تعدیل پر ہے اور ان کی تحریر ویسی ہی زوردار ہے جیسی ابو حاتم کی ؛ ابراہیم بن اسحاق الحربی[5] ؛ محمد بن وَضّاح الاندلسی[6] ، قرطبہ کے بڑے حافظ ؛ ابوبکر بن ابی عاصم ؛ عبداللہ بن احمد[7] ؛ صالح جَزَرَہ ؛ ابوبکر البزّار[8] ؛ ابو جعفر محمد بن عثمان بن ابی شَیبة ؛ یہ ضعیف ہیں لیکن اس میدان کے امام ضرور ہیں ؛ محمد بن نَصر المَروَزی[9] ۔

ان کے بعد ابوبکر الفریابی ، البَردِیجی[10] ، النَّسائی ، ابو یَعلیٰ ، الحسن بن سُفیان[11] ، ابن خُزَیمة[12] ، ابن جریر الطَّبَری ، الدُّولابی ، ابو عَرُوبة الحَرّانی ، ابوالحسن احمد بن عُمَیر بن جَوصا[13] ، ابو جعفر العُقَیلی ۔

---

۱ - اسحاق بن منصور ، ف ۲۵۱ھ ۔

۲ - عبداللہ بن عبدالرحمٰن ، ف ۲۵۵ھ ۔

۳ - محمد بن یحییٰ ، ف ۲۵۸ یا ۲۵۲ یا ۲۵۶ یا ۲۵۷ھ ۔

۴ - ف ۲۷۶ھ ۔

۵ - ف ۲۸۵ھ ۔

۶ - ف ۲۸۷ یا ۲۸۶ھ ۔

۷ - بظاہر ابن حنبل کے بیٹے ، ف ۲۹۰ھ ۔

۸ - احمد بن عمرو ، ف ۲۹۱ یا ۲۹۲ھ ۔

۹ - ف ۲۹۴ھ ۔

۱۰ - احمد بن ہارون ، ف بعد ۳۰۰ھ ۔

۱۱ - ف ۳۰۳ھ ۔

۱۲ - محمد بن اسحاق ، ف ۳۱۱ یا ۳۱۰ھ ۔

۱۳ - ف ۳۲۰ھ ۔

Marfat.com

پھر ایک اور طبقہ ہے جس میں یہ لوگ ہیں : ابن ابی حاتم ، ابو طالب احمد بن نصرالبغدادی الحافظ[۱] ، یہ دارقطنی کے شیخ ہیں ، ابن عُقْدَة ، عبدالباقی بن قانع ۔

ان کے بعد : ابو سعید بن یونس ، ابو حاتم بن حِبّان البُستی ، الطَّبَرانی ، ابن عَدِیّ الجُرجانی ، ان کی جو کتاب رجال پر ہے وہ جرح میں حرف آخر ہے ۔

ان کے بعد : ابو علی الحسین بن محمد الماسَرْجسی النّیسابوری[۲] ، ان کی ' مُسنَد مُعلّل ' ایک ہزار تین سو جز میں ہے ، ابو الشیخ بن حیّان ، ابوبکر الاِسماعیلی ، ابو احمد الحاکم[۳] ، الدّارقُطنی ، ان پر ' عِلَل ' کے علم کا خاتمہ ہو گیا ۔

ان کے بعد : ابو عبداللہ بن مَنْدہ ، ابو عبداللہ الحاکم، [ص : ۱۶۶] ابو نصر الکَلاباذی ، ابو المُطَرِّف عبدالرحمٰن بن فُطَیس ، قرطبہ کے قاضی تھے ، ان کی ' دلائل السنّة ' پانچ جلدوں میں ہے ، اس میں صحابہ کے فضائل ہیں، عبدالغنی بن سعید ، ابوبکر بن مَرْدَوَیْہ الاِصبہانی، تَمّام الرّازی ۔

ان کے بعد : ابوالفتح محمد بن ابی الفوارس البغدادی[۴] ، ابوبکر البَرْقانی ، ابو حاتم العَبْدَوی[۵] ، ان سے (علم حاصل کرتے ہوئے) دس اشخاص نے دس ہزار جز لکھے، خَلَف بن محمد الواسِطی[۶]، ابو مسعود الدّمَشقی[۷] ، ابو الفضل الفَلَکی[۸] ، ان کی 'کتاب الطّبَقات' ایک ہزار جز میں ہے ، ابو القاسم حَمزة السّہْمی ، ابو یعقوب القَرّاب السّہَروی[۹] ،

---

۱ - ف ۳۲۳ھ ۔
۲ - ف ۳۶۵ھ ۔
۳ - محمد بن محمد ، ف ۳۷۸ھ ۔
۴ - محمد بن احمد بن محمد ، ف ۴۱۲ھ ۔
۵ - بظاہر ابو حازم عمر بن احمد ، ف ۴۱۷ھ ۔
۶ - ف ۴۰۱ھ ۔
۷ - ابراہیم بن محمد ، ف ۴۰۰ھ ۔
۸ - علی بن الحسین ، ف ۴۲۹ھ ۔
۹ - اسحاق بن یعقوب ۔

Marfat.com

ابوذر الہروی ۔

ان کے بعد : ابو محمد الحسن بن محمد الخلال البغدادی[1] ، ابو عبداللہ الصوری[2] ، ابو سعد السمان[3] ، ابو یعلی الخلیلی ۔

ان کے بعد : ابن عبدالبر الاندلسی ، ابن حزم الاندلسی ، البیہقی ، الخطیب ۔

ان کے بعد : ابو القاسم سعد بن محمد الزنجانی[4] ، شیخ الاسلام الانصاری ، ابو صالح المؤذن ، ابن ماکولا ، ابو الولید الباجی ، انہوں نے جرح و تعدیل پر کتاب لکھی ہے ، بڑے عالم اور حجۃ (مانی ہوئی سند) تھے ، ابو عبداللہ الحمیدی ، ابن مفوز المعافری الشاطبی[5] ۔

ان کے بعد : ابو الفضل بن طاہر المقدسی ، شجاع بن فارس الذہلی[6] ، المؤتمن بن احمد بن علی الساجی[7] ، شیرویہ الدیلمی ، ابو علی الغسانی[8] ۔

ان کے بعد ، ابو الفضل بن ناصر السلامی[9] ، القاضی عیاض ، السلفی ، ابو موسیٰ المدینی ،

ابو القاسم بن عساکر ، ابن بشکوال ۔

---

۱ - ۳۵۲—۴۳۹ھ ۔

۲ - محمد بن علی ، ف ۴۴۱ھ ۔

۳ - اسماعیل بن علی ، ف ۴۴۵ھ ۔

۴ - سعد بن علی بن محمد ، ف ۴۷۱ھ ۔

۵ - طاہر بن مفوز ، ف ۴۸۴ھ ۔

۶ - ف ۵۰۷ھ ۔

۷ - ف ۵۰۷ھ ۔

۸ - الحسین بن محمد ، ف ۴۹۸ھ ۔

۹ - محمد بن ناصر ، ف ۵۵۰ھ ۔

Marfat.com

ان کے بعد: عبدالحق الاشبیلی[1]، ابن الجوزی، ابو عبداللہ بن الفخار المالقی[2]: ابو القاسم السہیلی۔

ان کے بعد: ابوبکر الحازمی[3]، عبدالغنی المقدسی، الرہاوی[4]، ابن مفضل المقدسی۔

ان کے بعد: ابو الحسن بن القطان[5]، ابن الانماطی[6]، ابن نقطة، ابن الدبیثی، ابن خلیل الدمشقی[7]، ابوبکر بن خلفون الازدی[8]، ابن النجار۔

ان کے بعد: الزکی المنذری، ابو عبد اللہ البیزالی[9]، الصیر یفینی، الرشید العطار، ابن الصلاح، ابن الابار، ابن العدیم، ابو شامة، ابو البقاء خالد بن یوسف النابلسی[10]، ابن الصابونی[11]۔

ان کے بعد، الدمیاطی، ابن الظاہری، الشرف المیدومی[12]، ابن دقیق العید، ابن فرح[13]، [ص: ١٦٧] عبید الاسعردی[14]،

---

۱ - عبدالحق بن عبدالرحمٰن، ف ۵۸۱ھ۔

۲ - محمد بن ابراہیم، ف ۵۹۰ھ۔

۳ - محمد بن موسیٰ، ف ۵۸۴ھ۔

۴ - عبدالقادر بن عبداللہ، ف ۶۱۲ھ۔

۵ - علی بن محمد، ف ۶۲۸ھ۔

۶ - اسماعیل بن عبداللہ، ف ۶۱۹ھ۔

۷ - یوسف بن خلیل، ف ۶۴۸ھ۔

۸ - محمد بن اسماعیل، ف ۶۳۶ھ

۹ - محمد بن یوسف، ف ۶۳۶ھ۔

۱۰ - ف ۶۶۳ھ۔

۱۱ - ابو حامد محمد بن علی، ف ۶۸۰ھ۔

۱۲ - محمد بن ابراہیم، ف ۶۸۳ھ۔

۱۳ - احمد بن فرح، ف ۶۹۹ھ۔

۱۴ - عبید بن محمد، ف ۶۹۲ھ۔

Marfat.com

سعدالدین الحارثی ، ابن تیمیہ ، المیزّی ، القطب الحلبی، ابن سیّدالناس ، التاج ابن مکتوم ، ابن البرزالی، الشمس الجزری الدمشقی، ابو عبداللہ بن آیبک السروجی ، الکمال جعفر الادفوی ، الذہبی ، ابو الحسین بن ایبک الدمیاطی ، اشہاب بن فضل اللہ ، النجم ابو الخیر الذہلی البغدادی ، العلائی ، مغلطای ، الصفدی ، الشریف الحسینی الدمشقی ، التقی بن رافع ، لسان الدین بن الخطیب ، ابو الاصبغ بن سہل ، الزین العراق ، الشہاب بن حجی ، الصلاح الاقفہسی ، الولی العراق ، الشریف التقی الفاسی ، البرهان الحلبی ، العلا بن خطیب الناصریہ ، ہمارے شیخ (ابن حجر) ، العینی ، العز الکنانی ، النجم بن فہد ، ابن ابی عذیبۃ[1] ، البقاعی - یہ (آخر کے) دونوں ہمسر ہیں - جو ان کے نیچے ہیں وہ بہت ہی پست ہیں -

ان کے علاوہ ہر زمانے میں اور لوگ ایسے ہوئے ہیں جنھوں نے (راویوں کو) عادل ، مجروح ، ضعیف اور صحیح کہا ہے - پرانے لوگ راستی سے قریب اور ملامت سے دور تھے بہ نسبت بعد میں آنے والوں کے - پھر بھی جو باتیں چھپی کی چھپی رہ گیئں وہ بہت زیادہ ہیں - راقم الحروف (سخاوی) کی بھی اس فن میں بہت سی کتابیں ہیں گو وہ اس میں ہمہ تن مصروف نہیں ہے ، نہ ہی اس نے وہ سب باتیں بتائی ہیں جو اس کے علم میں ہیں کہ اس فن والوں اور اس کے راویوں میں کیا کوتاہیاں ہیں -

ذہبی نے رجال سے بحث کرنے والوں کو کئی قسموں میں تقسیم کیا ہے : ایک قسم ان کی ہے جو تمام راویوں سے بحث کرتے ہیں جیسے ابن معین اور ابو حاتم- ایک اور قسم ان کی ہے جو بہت سے راویوں سے بحث کرتے ہیں جیسے مالک اور شعبہ - ایک اور قسم ان کی ہے جو

---

۲ - احمد بن محمد بن عمر ، ۸۱۹-۸۵۶ھ -

Marfat.com

ایک ایک آدمی سے فرداً فرداً بحث کرتے ہیں، جیسے ابن عُیَینۃ اور شافعی۔ وہ (ذہبی) کہتے ہیں کہ ان سب کی پھر تین قسمیں ہیں : ایک قسم ان کی ہے جو بڑی مشکل سے کسی کو ثقہ کہتے ہیں اور جب تک پوری چھان بین نہیں کرلیتے عادل نہیں کہتے ۔ دو تین غلطیاں ہوں تو بھی راوی پر چوٹ کر جاتے ہیں ۔ یہ لوگ اگر کسی شخص کو ثقہ کہدیں تو ان کی بات کو ' دانت سے پکڑو ' اور ان کی توثیق پر پورا بھروسا کرو اور اگر وہ کسی آدمی کو ضعیف بتائیں تو یہ دیکھو کہ کیا کوئی اور بھی ان سے اتفاق کرتے ہوئے اس آدمی کو ضعیف بتاتا ہے ، اگر کوئی اور بھی اتفاق کرتا ہے اور ماہرین میں سے ایک بھی اس آدمی کو ثقہ نہیں کہتا تو پھر وہ آدمی واقعی ضعیف ہے ، اور اگر کوئی ایک اسے ثقہ بتاتا ہے تو پھر یہ آدمی وہی ہے جس کی بابت کہتے ہیں کہ ' اس کی برائی میں جو کچھ کہا جائے وہ قابل قبول نہ ہوگا تاوقتیکہ اس کی تفسیر نہ بیان کی جائے ، مطلب یہ ہے کہ اس کے بارے میں مثال کے طور پر ابنؔ مَعین کا یہ قول کافی نہ ہوگا کہ ' وہ ضعیف ہے ' بغیر اس کے کہ ضعف کا سبب بیان کیا جائے ، درانحالیکہ بخاری وغیرہ آ کر اس کو ثقہ بتائیں ۔ ایسے شخص کی حدیث کو صحیح یا ضعیف قرار [ص : ۱۶۸] دینے کی بابت اختلاف ہے ، اسی بنا پر ذہبی ، جو نقد رجال سے متعلق تمام چیزوں پر نظر رکھنے والوں میں سے ہیں ، کہتے ہیں کہ " دو ــ یعنی اس میدان کے علما کے ایک ہی طبقہ میں سے ذو عالم کبھی کسی ضعیف کو ثقہ کہنے یا ثقہ کو ضعیف کہنے پر متفق نہیں ہوئے ۔ (ھ ق) ۔ اسی لیے نَسائی کا مذہب یہ تھا کہ وہ کسی شخص کی حدیث ترک نہیں کرتے تھے جب تک کہ سب کے سب اس کے ترک کرنے پر متفق نہ ہو جائیں ۔ کہنا یہ ہے کہ رجال پر تنقید کرنے والوں کا کوئی طبقہ مُتَشَدِّد (سخت گیر) اور مُتوسِّط سے خالی نہیں ہوتا ۔ پہلے (طبقے) میں شُعبہ اور ثوری ہیں ، ان دونوں میں شُعبہ سخت ہیں ۔ دوسرے میں یحییٰ القطّان اور ابن مَہدی ہیں ، ان دونوں میں یحییٰ سخت ہیں ۔ تیسرے میں ابن مَعین اور احمد ہیں ،

Marfat.com

ان دونوں میں ابن معین سخت ہیں ۔ چوتھے میں ابو حاتم اور بخاری ہیں ، ان دونوں میں ابو حاتم سخت ہیں ۔ چنانچہ نسائی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک کسی شخص کو ترک نہیں کیا جائے گا تاوقتیکہ سب کے سب اس کے ترک کرنے پر متفق نہ ہوں ۔ مثلاً اگر ابن مہدی ایک کو ثقہ بتائیں اور القطان اس کو ضعیف کہیں تو اس کو ترک نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ یحییٰ (القطان) اور ان جیسے لوگوں کی نقد کے بارے میں سخت گیری مشہور ہے ۔ ہمارے شیخ (ابن حجر) کی تحقیق ختم ہوئی ۔

دوسری قسم ان کی ہے جو بہت زیادہ نرم (مُتَسَمّح) ہیں جیسے ترمذی اور حاکم ۔

میں کہتا ہوں : اور جیسے ابن حزم جو مشہور مشہور لوگوں کی بابت یعنی ترمذی مصنف ' الجامع ' اور ابو القاسم البغوی اور اسماعیل بن محمد الصفار[1] اور ابو العباس الاصم[2] وغیرھم میں سے ہر ایک کی بابت کہتے ہیں کہ وہ ' مجہول ' ہے[3] ۔

اور ایک (تیسری) قسم ان کی ہے جو مُعتدل ہیں جیسے احمد اور دارقطنی اور ابن عدی ۔ اللہ ان میں سے ہر ایک کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے نیک جزا دے اور خدا نے چاہا تو وہ اجر پائیں گے ۔

(تتمہ) کسی وفیات کے مصنف کو مخاطب کرکے کہا گیا ہے :-

ما زال یلھج بالاموات یکتبھا
حتی غدا و ھو فی الاموات مکتوبا

---

۱ - ف ۳۴۱ھ ۔

۲ - محمد بن یعقوب ، ف ۳۴۶ھ

۳ - بظاہر سخاوی کا یہ قول سخت گیروں کی قسم سے متعلق ہے ۔

Marfat.com

وہ ہمیشہ اموات کا شائق رہا اور انہیں درج کرتا رہا تاآنکہ وہ خود اموات میں شامل ہو کر درج کر دیا گیا ۔

ذہبی کا قول ہے :-

[ص : ۱٦۹] اذا قرأ الحدیثَ علیَّ شخصٌ
و اخلیَ موضعا لوفاۃ مثلی

جب کوئی شخص مجھ سے حدیث پڑھتا ہے اور میرے جیسے کی وفات (درج کرنے) کے لیے جگہ خالی چھوڑ دیتا ہے ۔

فما جازَی باحسانٍ لاَنّیْ
أریدُ حیاتَہ و یُرید قتلی[۱]

تو وہ نیکی کی جزا نہیں دیتا اس لیے کہ میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے ۔

الزّین العراقی نے اس کی تضمین کی ہے ۔ وہ کہتے ہیں :-

اذا قرأ الحدیثَ علیَّ شخص
وأمّلَ میتتی لیتروجَ بعدی

جب کوئی شخص مجھ سے حدیث پڑھتا ہے اور امید لگاتا ہے میری موت کی تاکہ میرے بعد اس کا شہرہ ہو ۔

فما ھذا بانصافٍ لاُنّی
أرید بقاءہ ویُرید فقدی

تو یہ انصاف نہ ہؤا اس لیے کہ میں اس کی بقا چاہتا ہوں اور وہ مجھے نابود کرنا چاہتا ہے ۔

الصّلاح خلیل الصفدی کو جب اپنے شیخ ذہبی کے دو بیت

---

۱ - عمرو بن معدیکرب کا بیت ہے اُبَیّ المُرادی کے بارے میں :
أریدُ حیاءہ ویُرید قتلی عذیرک من خلیلک من مُرادٍ (رغبۃ الآمل ۱۲۳/۸) دوسرے مصراع کا حوالہ آگے آ رہا ہے ۔

Marfat.com

کا پتا چلا تو انھوں نے ان کو مخاطب کرکے کہا اور اس انداز سے کہ گویا انھوں نے وہ دو بیت ذہبی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ان کی کسی چیز پر دیکھے :-

خلیلُک مالہُ فی ذا مُرادُ
فدُم کا لشّمس فی عُلیا مَحلّ

تیرے ' خلیل ' (دوست) کا ایسا کوئی مقصد نہیں ، آپ ہمیشہ ہمیشہ سورج کی طرح بلند مقام پر رہئے -

و حظّی ان تعیش مدی اللّیالی
و انّک لاتملّ وانت تُملی

میری خوش قسمتی اس میں ہے کہ آپ آخر زمانہ تک سلامت رہیں اور بغیر ناگواری کے برابر املا کرتے رہیں ۔

الصفدی کہتے ہیں کہ ذہبی کو میرا قول ' خلیلک ' بہت پسند آیا اس لیے کہ اس میں جس بیت کی تضمین کی گئی ہے اس کے باقی حصے کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے : ' عذیرک من خلیلک من مُراد ' (کون مجھے معذور سمجھے گا میرے دوست کے بارے میں جو قبیلہ مراد سے ہے) - یہ بھی ایک اتفاق ہے کہ (میرا) نام ' خلیل ' ہے -

نیز امام البدر عبداللطیف بن محمد الحموی[1] الفقیہ الشافعی کا یہ قول کیا ہی خوب ہے جو البرزالی نے ان سے سنا تھا ۔

إذا سمع الحدیثَ علیّ شخص
لیرویہ اذا ما کان فوتی

جب کوئی شخص مجھ سے حدیث پڑھتا ہے تاکہ جب میں فوت ہو جاؤں تو وہ اس کی روایت کرے ۔

---

۱ - کیا یہ اور عبداللطیف بن محمد بن الحسین الحموی ، ف ۷۰۱ ، دونوں ایک ہیں ؟

Marfat.com

سُرِرت بہ لیئَد عُوٓلی وانی
آودُّ حیاتہ من بعد مَوتی

تو میں اس سے خوش ہوتا ہوں کہ وہ میرے لیے دعا کرے
اور میں اپنی موت کے بعد اس کی زندگی دل سے چاھتا ہوں ۔

فانْ یَسْمَح و یدعولی تُجِیبُہ
ملائکۃ السماءِ بغَیر صَوتِ

پس اگر وہ مہربان ہو کر میرے لیے دعا کرے تو جواب دیں گے
اس کو آسمان کے فرشتے بغیر آواز کے ۔

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں بچائے اپنے نفس کی برائیوں سے اور اپنی زبان کے عواقب سے ، اور راضی کر دے ہم سے ہمارے دشمنوں کو ، اور اصلاح کر دے ہمارے دلوں اور ہماری نیتوں کے فساد کی ، اور اچھا کر دے ہمارے اعمال کو تاآنکہ ہمارا کام تمام ہو، اور وہ بھی خاص طور پر اس طرح کہ خاتمہ بالخیر ہو اور حواس صحیح سلامت رہیں ۔ آمین ۔

مولّف کتاب (رح و رض) آخر میں فرماتے ہیں : یکے از دو ربیع (اول و آخر) سنہ ۸۹۷ بمقام مکہ شریف کتاب کی ' تبییض ' (آخری شکل میں صاف لکھائی) ختم ہوئی ، گو میں اپنا منصوبہ تمام و کمال پورا نہ کر سکا ۔ یہ قول اور تحریر محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی الشافعی کی ہے ۔ اللہ ہمارے سردار محمد اور آپ کے آل اور اصحاب پر بہت بہت درود اور سلام بھیجے ۔

[ص : ۱۷۰] اس نسخے کی کتابت فقیر عبدالوہاب بن محی الدین السلطی (باعتبار نسب) و الدّمشقی (باعتبار وطن و جائے پیدائش) کے ہاتھ سے ۔ اللہ اس کی اور اس کے والدین کی اور سارے کے سارے مسلمانوں کی مغفرت فرمائے ۔ بروز جمعرات ۱۳ ماہ جمادی الاولی سنہ ۱۱۱۵ تمام ہوئی ۔ بہترین درود اور کامل ترین سلام ہو ہمارے سردار اور آقا محمد پر

Marfat.com

اور آپ کے سارے آل اور اصحاب پر والحمد للّٰہ رب العالمین (اور ساری تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے) ۔ [۱]

۱ - دوسرے تیموریہ نسخے کی اصل جو رواق الاتراک ، ازہر شریف ، میں محفوظ ہے ، اس کے خاتمے کی عبارت یہ ہے :-

یہاں کتاب ختم ہوئی بروز جمعرات ۱۳ جمادی الاولی سنہ ۹۰۰ (نو سو) ، مکہ شریف میں کاتب کے گھر پر : اللہ کی مہربانی اور مدد کا طلب گار ابو الخیر اور ابو فارس محمد مسمّی عبدالعزیز بن عمر بن محمد بن فہد الہاشمی المکّی الشافعی الاثری ۔ اللہ ان سب کو اپنے لُطفِ پنہاں سے نوازے ۔

Marfat.com

الاخبار الطوال

مصنف ابوحنیفہ الدینوری

مترجم : پروفیسر محمد منور

مسلمانوں کو تاریخ نویسی سے ہمیشہ گہرا شغف رہا ہے ۔ الاخبار الطوال کا شمار ہماری ملی تاریخ کے قدیم اور مستند ترین مآخذ میں ہوتا ہے ۔ ابوحنیفہ الدینوری نے دیگر عرب مولفوں کی طرح اپنی تاریخ حضرت آدم سے شروع کی ہے لیکن جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے مصنف نے بعض 'خبروں' یا واقعات کو خاص طور پر طوالت کے ساتھ بیان کیا ہے ۔ اس نے حضرت عمر کے عہد میں فتح ایران حضرت علی اور معاویہ کی چپقلش اور شہادت حسین کو پوری تفصیل سے بیان کیا ہے چنانچہ اس ہنگامی دور کے واقعات پر روشنی ڈالنے کے سلسلے میں اس کی کتاب بے حد اہمیت رکھتی ہے ۔

ترجمے کے بارے میں خود مترجم نے لکھا ہے : ''میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ خود کو ابوحنیفہ بنا لوں ۔ انھیں کی طرح سلیس و سادہ زبان کو کام میں لاؤں ، فقرے لمبے نہ ہونے دوں ، کوئی جملہ یا لفظ نہ رہ جائے جس کا معنی اردو میں منتقل نہ ہو ۔ لفظی ترجمہ کرنے کے باوصف میں نے اردو زبان کا کینڈا مجروح نہیں ہونے دیا ۔

اس ترجمے کے ہمراہ عالم اسلام کے جید عالم ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کا مقدمہ اور ضمیمہ بھی پیش خدمت ہیں ۔ انھوں نے کمال مہربانی سے مشہور مستشرق طوطیو کراچ کوفسکی کے تبصرے کے کچھ حصوں کا ترجمہ بھی کیا ہے جس سے کتاب کے اس ایڈیشن کی وقعت بہت بڑھ گئی ہے ۔ امید ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے اردو میں [illegible] کے سرمایے میں گراں قدر اضافہ ہوگا ۔

Marfat.com